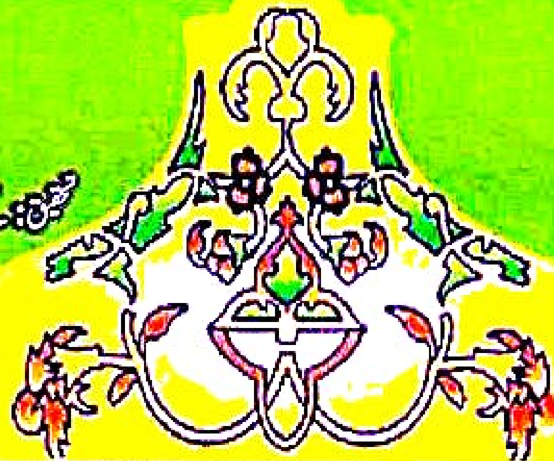
متاعِ فقر و دانش

دربار باباجی صاحبؒ

(تاریخ کی روشنی میں)

تحقیق: کے۔ ڈی۔ میتی



حصّہ سوم



سجادہ نشین حضرت میاں بشیر احمد

حصہ سوم

سجادہ نشین حضرت میاں بشیر احمد

حضرت میاں نظام الدینؒ کے وصال کے بعد ۱۹۷۲ء میں حضرت میاں بشیر احمد دربار لار شریف کے سجادہ نشین منتخب ہوئے تو ریاست جموں و کشمیر کے دونوں حصوں میں دربار عالیہ لار سے وابستہ مریدوں اور عقیدت مندوں نے اطمینان اعتماد، یقین اور خوشی کا اظہار کیا اور موصوف کی بابرکت شخصیت میں حضرت حاجی باباؒ اور حضرت بابا جی صاحبؒ کو دیکھنے لگے۔ لوگوں نے آپ کی ذات گرامی کو اُسی طرح کے اعتماد اور اعتقاد، عزت واحترام سے نوازنا شروع کر دیا جیسے وہ یہاں کے ولیوں اور اولیاؤں کو نوازہ کرتے تھے۔ موصوف نے جو ۱۹۷۲ء میں ریاستی حکومت میں وزیر بھی تھے۔ اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کو نہ صرف اپنی روحانی نوازشوں اور دینی کاوشوں سے فیض یاب کرنے لگے بلکہ سماجی نابرابری کو دور کرنے کے لئے اُن کی سیاسی رہبری کا بھی بیڑا اُٹھالیا۔ آپ کی پُر خلوص شخصیت۔ ملنساری، عوام دوستی روحانیت اور دینی کاوشوں کے باعث دربار عالیہ لار شریف کے ریاست جموں و کشمیر کے عوام کے ساتھ رشتے اور مراسم اور گہرے و مضبوط ہوتے چلے گئے۔ اور وہ قافلے اور کاروان جو حضرت بابا جی صاحبؒ کے عہد میں دربار وانگت کی طرف روانہ ہوئے تھے اُن میں اور شدت آتی گئی۔ لوگ سینکڑوں میل پیدل سفر کر کے دربار عالیہ لار پر حاضری دینے اور حضرت میاں بشیر احمد صاحب کی روحانی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے آنے لگے آپ جہاں فرداً فرداً لوگوں سے ملتے۔ اور انھیں دینی تبلیغ و سلسلہ کی پیروی کے بارے میں بتاتے وہیں مریدوں کے دُکھ درد کو سنتے اور اُس کا مداوہ بھی کرنے لگے لوگوں کو دربار عالیہ لار کے سجادہ نشین سے اس قدر محبت خلوص اور روحانی سکون ملا کر اُنھوں نے اس درگاہ کو اپنا دوسرا گھر اور حضرت میاں بشیر احمد کو اپنا ''بابا'' سمجھ لیا اور انھیں محبت اور احترام کے ساتھ ''بابا صاحب'' کہہ کر پکارنے لگے۔

سجادہ نشینی

بحیثیت سجادہ نشین دستارِ فضلیت سے سرافراز ہونے کے بعد آپ نے دین کے فروغ اور سلسلہ کی تبلیغ کو اپنا مقصدِ حیات بنالیا۔ اس طرح آپ کے اعمال و افکار سے دربار عالیہ کے نصب العین تک رسائی میں تقویت ملی۔

آپ کی بابرکت روحانی شخصیت، دربار عالیہ لار کے پاک ولیوں کی برکتوں اور کرامتوں کے



جناب میاں بشیر احمد ۱۹۷۱ء میں عہدہ وزارت کا حلف لیتے ہوئے



خواجہ عبدالرحیم باندے حضرت میاں بشیر احمد کی بطور سجادہ نشین دستار بندی کرتے ہوئے

صدقے مریدوں اور عقیدت مندوں کے لئے فیض یاب ثابت ہونے لگی۔ اگرچہ اُس وقت ریاستی وزیر تھے لیکن اِنکساری اس قدر تھی کہ غریب سے غریب اور بے سہارا لوگوں کو گلے لگا کر اُن کا دُکھ درد بانٹ لیا کرتے اور روحانی فیض سے نوازتے۔ آپ اکثر مریدوں سے ارشاد فرماتے:...... ''آپ مجھے کچھ بھی سمجھیں مگر میں تو فقط درگاہ کا خادم اور سلسلہ کا مرید ہوں اور اللہ پاک کا فقیر ہوں۔ میں تو بس دُعا گو ہوں۔ قبول کرنے والا تو کوئی اور ہے۔ مرادیں تو کئیں اور جاتی ہیں۔ میری دُعاؤں میں اگر کہیں اثر ہے تو صرف اس درگاہ کے پاک ولیوں کی برکتوں اور کرامتوں کے صدقے اور اللہ پاک کی رحمتوں کا نتیجہ ہے۔

آپ کی سیاست:- عوام کی دینی نشو نما، روحانی تربیت سلسلہ سے جُڑے عقید تمندوں کی خدمات کے علاوہ معاشرے سے سماجی نابرابری دُور کر کے مظلوم لوگوں کا ساتھ دینے اور بے سہاروں کا سہارا بننے کے لئے حضرت میاں بشیر احمد صاحب نے سیاست کا سہارا لیا۔ لیکن آپ کی سیاست عام لوگوں کی سیاست نہ تھی۔ اس سیاست پر دربار عالیہ لار کا روحانی پس منظر پاک ولیوں کے اقوال زریں، دینی سوجھ بوجھ، مساوات، اخوت اور وحدت کے جذبے حاوی تھے یہ سیاست دربار لار کے روحانی سرچشموں سے غسل کر کے سامنے آتی ہے۔ یہ سیاست کسی جماعت یا فرد سے متاثر نہ تھی بلکہ عوام کے مسائل اور مصائب کا سد باب کرنے کے لئے وقف تھی آپ کے سیاسی فیصلے روحانی جذبوں۔ انسانی قدروں اور الہامی کشف کی بنا پر ہوا کرتے تھے آپ نے کسی عہدے یا منصب کے لئے سیاست نہ کی۔ بلکہ بلا امتیاز مذہب وملت عوام کی بہتری اور بہبودی کی سیاست کی۔ جب بھی آپ نے سیاست کے دامن پر کہیں داغ دیکھا تو اُس سے اپنا دامن چھڑا لیا اور پاک دامن رہے۔...... دراصل آپ نے کبھی بھی سیاست کو اوڑھنا نہیں بنایا بلکہ بچھونے کے طور پر استعمال کیا اور جب بھی دیکھا کہ سیاست کا بچھونا میلا ہو چلا ہے تو اُسے میلے کپڑوں کی طرح اُتار پھینکا کیونکہ آپ کی منزل سیاست نہیں روحانیت ہے یہی وجہ تھی کہ عوام نے آپ کو روحانی پیشوائی کے ساتھ ساتھ سیاسی رہبر اور سماجی مسیحا بھی دل سے تسلیم کر لیا۔ آپ نے اپنی صاف شفاف سیاست اور روحانی طرز عمل کے باعث عوام کے دلوں میں۔ سوچ میں اور عقیدوں میں اپنا معتبر مقام

حاصل کرلیا مریدوں اور عقیدت مندوں کو دربار عالیہ لاراور آپ کی ذات گرامی سے کس قدر عقیدت ہو چلی تھی اس کا اندازہ ایک مرید کی اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ زندگی میں سب کچھ چھوڑا جاسکتا ہے۔ ملک چھوڑا جاسکتا ہے۔ سیاست چھوڑی جاسکتی ہے۔ گھر بار چھوڑا جاسکتا ہے۔ دنیاداری چھوڑی جاسکتی ہے۔ عادت چھوڑی جاسکتی ہے لیکن دربار عالیہ لار سے وابستگی اور حضرت میاں بشیر احمد صاحب سے عقیدت اور محبت نہیں چھوڑی جاسکتی۔ کیونکہ یہاں سے ہمیں دین کی روشنی اور روحانی ودنیاوی فیض حاصل ہوتا ہے۔

وزیراعظم اندرا گاندھی کی کشمیر میں آمد

۱۹۷۴ء کے وسط میں وزیراعظم محترمہ اندرا گاندھی ریاست کے تین روزہ دورہ پر آئیں۔ اُس وقت باباصاحب کانگریس کے چوٹی کے رہنما تھے اسلئے دورے کے دوران محترمہ اندا گاندھی نے باباصاحب کو اپنے ساتھ رکھا ہوا تھا۔ دورے کا آغاز راجوری میں ایک جلسے سے ہوا۔ جس میں باباصاحب نے محترمہ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ "ان پہاڑوں میں آباد لوگ پے در پے جنگوں اور افراتفری کے باعث ریاست کے دوسرے حصوں سے کہیں زیادہ اقتصادی طور پر پسماندہ اور پچھڑے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کو زندگی کی دوڑ میں شامل کرنے کے لئے خصوصی مراعات کی ضرورت ہے۔" جلسے کے بعد محترمہ باباصاحب کو اُسی جہاز پر اپنے ساتھ سرینگر لے گئیں۔ اور سفر کے دوران تفصیل کے ساتھ گجر بکروال قبائل کی اقتصادی بدحالی پسماندگی، تعلیمی لحاظ سے ناخواندگی اوران قبائل کے استحصال کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔[1]

سرینگر پہنچ کر وزیراعظم اندرا گاندھی نے ریاستی کابینہ کی میٹنگ کی صدارت کی اور وزیراعلیٰ سید میر قاسم سے ریاست کے پہاڑی علاقوں میں آباد گجر بکروال قبائل کی اقتصادی پسماندگی کا ذکر کیا اوران قبائل کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کے بارے میں بات کی اور دریافت کیا کہ ریاستی حکومت اِن لوگوں کی بہبودی کے لئے کیا کررہی ہے۔ قاسم صاحب سے معقول جواب نہ بن پایا تو اُنھوں نے وزیرخزانہ گردھاری لعل ڈوگرہ کو جواب دینے کے

[1] میاں الطاف احمد، میاں بشیر احمد صاحب کی ڈائری

لئے کہا۔ ڈوگرہ صاحب بھی کچھ نہ بتا پائے کیونکہ اُس وقت تک سرکاری سطح پر ان قبائل کی بہبودی کے لئے کوئی منصوبہ نہ تھا۔ اُس وقت حضرت میاں بشیر احمد کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا کہ ریاست میں اقتصادی طور پر پسماندہ ترین گجر بکروال قبائل کی بہبودی کے لئے کچھ بھی نہیں ہو رہا یہ لوگ غربت، جہالت اور ذلت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ آزادی ملنے کے ۲۷ سال بعد بھی اُن کی حالت جوں کی توں ہے۔ پھر قبلہ موصوف نے ان پسماندہ ترین لوگوں اور قبائل کی بہبودی کے لئے کچھ تجویزیں رکھیں۔ محترمہ اندرا گاندھی نے ان تجویزوں کو نوٹ کیا اور واپس دہلی جا کر رام چندر وکل کو سری نگر بھیجا اور کہا کہ "میاں صاحب سے ملکر پچھڑے ہوئے طبقہ جات اور خانہ بدوش قبائل کی اقتصادی سماجی اور معاشرتی پسماندگی دور کرنے کے لئے منصوبہ مرتب کریں۔" چنانچہ بابا صاحب کی مشاورت اور مرضی کے مطابق گجر بکروال قبائل کی بہبودی کے لئے منصوبہ مرتب کیا گیا تا کہ ترقی کی دوڑ سے پچھڑی ہوئی گجر قوم بھی دوسروں کے شانہ بشانہ آگے بڑھ سکے۔ یہ منصوبہ وزیر اعظم ہند محترمہ اندرا گاندھی کو پیش کیا گیا۔ دہلی میں گجر بکروال طبقہ کے بارے میں سروے ہو چکا تھا اُن کی فائیل تیار تھی جس میں ان قبائل کی اقتصادی پسماندگی کا واضح طور سے اعتراف کیا گیا تھا۔ اس لئے وزیر اعظم اندرا گاندھی نے گجر بکروال طبقوں کی فلاح بہبود کے لئے ۱۳ کروڑ روپے منظور کئے جو پانچ سالوں میں خرچ کرنے مقصود تھے۔ اور میاں صاحب کو لکھا کہ "اس رقم کو آپ اپنی نگرانی اور مرضی کے مطابق خرچ کرائیں تا کہ گجر بکروال طبقوں کی بہبودی ممکن ہو سکے۔" اُس وقت ریاست جموں وکشمیر کا کل سالانہ منصوبہ ۲۸ کروڑ روپے کا ہوتا تھا جس میں ملازمین کی تنخواہیں بھی شامل تھیں اس لئے ۱۳ کروڑ روپے کی رقم یکمشت ملنا بہت بڑی بات تھی۔ گجر بکروال قبائل کی ترقی کے لئے یہ پہلی بڑی کوشش تھی۔ اس طرح دبے کچلے اور پسماندہ حال قبائل کی مربوط ترقی و بہبودی کا سلسلہ چل نکلتا۔ میاں صاحب کی یہ کامیابی آگے چل کر ان قبائل کو درجہ فہرست طبقوں کے زمرے میں لانے میں معاون ثابت ہوئی۔ موصوف کی تجویزوں پر ریاست میں گجر بکروال قبائل کے بچوں کے لئے ہوسٹل قائم کرے۔ بے روزگار نوجوانوں کے لئے شاپ لائینز بنانے۔ ڈھوکوں مرگوں میں گشتی سکول کھولنے جیسی سکیموں پر عمل آوری ہونے کے منصوبے مرتب ہی

ہو رہے تھے۔ کہ سید میر قاسم کی وزارت ختم ہوگئی اور ۲۴ر فروری ۱۹۷۵ء کو شیخ صاحب برسر اقتدار آ گئے۔

۱۹۷۵ء میں اندرا شیخ ایکارڈ کے دوران حضرت میاں بشیر احمد کی معاونت

۷۲-۱۹۷۱ء[1] کے دوران برصغیر ہند و پاک میں ظہور پذیر ہونے والے سیاسی اور جغرافیائی واقعات اور اُن کے نتیجے میں رونما ہونے والے نئے تناظر نے شیخ محمد عبداللہ کے ذہن پر گہرے نقوش چھوڑے۔ اور پھر اُن کی سوچوں میں کشمیر کے بارے میں روایتی موقف سے تبدیلی کے اشارے ملنے لگے ۱۰ ر فروری ۱۹۷۲ء کو شیخ صاحب نے ایک بیان میں کہا کہ ہندوستان کے ساتھ کشمیر کا تنازعہ الحاق کے مدعے پر نہیں بلکہ ریاست کی اندرونی خود مختاری کے مسئلے پر ہے۔ ۳ر جولائی ۱۹۷۲ء کو ہندوستان اور پاکستان کے درمیان شملہ معاہدہ طے پا گیا جس میں کشمیر کے دونوں حصوں کے درمیان واقع حدِ متارکہ کو حقیقی کنٹرول لائن میں بدل دیا گیا۔
نومبر ۱۹۷۳ء میں ہندوستان کی حکومت نے کشمیری لیڈروں کے ساتھ گفتگو کا سلسلہ شروع کیا۔ پھر ۱۳۔نومبر ۱۹۷۴ء کو مذاکرات کاروں کے درمیان معاہدہ طے پا گیا جسے اندرا شیخ کشمیر ایکارڈ کا نام دیا گیا اس طرح تیئس برس کے بعد شیخ صاحب کے اقتدار میں آنے کے لئے راہیں ہموار ہوئیں۔ لیکن اس راستے میں ابھی بہت سی دقتیں حائل تھیں۔ شیخ صاحب اور حکومت ہند کے درمیان غلط فہمیاں اور خوش فہمیاں جاری تھیں۔ شیخ صاحب کی ریاست میں داخلے پر پابندی تھی اور وہ دہلی میں قیام کر رہے تھے۔ ان اختلافات کو دور کرنے کے لئے ایسی شخصیت کی ضرورت تھی۔ جو دونوں فریقوں کے لئے قابلِ قبول ہو۔ چنانچہ وزیر اعظم ہند محترمہ اندرا گاندھی نے حضرت قبلہ میاں صاحب سے معاونت کے لئے استدعا کی۔

حضرت کے محترمہ اندرا گاندھی کے ساتھ ۱۹۴۵ء سے ہی روابط تھے جب وہ اپنے سرتاج فیروز گاندھی کے ساتھ کئی دن وانگت اور گنگابل کی سیر کو آئی تھیں۔ اور بابا صاحبؒ کی مہمان نوازی سے محظوظ ہوئی تھیں۔ اسی

[1] میاں الطاف احمد

دورے کے دوران اندرا جی موصوف کے والد بزرگوار کی روحانی عظمت اور عوامی مقبولیت سے بھی روشناس ہوئی تھیں وہ حضرت قبلہ میاں صاحب کو بڑی عزت اور اہمیت دیتی تھیں اور انہیں اپنا بھائی کہہ کر مخاطب ہوا کرتی تھیں۔ دوسری جانب حضرت میاں نظام الدینؒ کے شیخ صاحب کے ساتھ دیرینہ تعلقات اور خاندانی مراسم تھے شیخ صاحب کو دربار لار سے بڑی عقیدت تھی۔ وہ اکثر وانگت آیا کرتے تھے۔ ۱۹۷۲ء میں شیخ صاحب اہلیہ محترمہ کے ساتھ حاجی باباؒ کی آخری رسومات میں شرکت کے لئے بھی وانگت آئے تھے۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب نے بھی شیخ صاحب کے ساتھ ان خاندانی رشتوں اور روابط کو جاری رکھا۔ یہ دوستانہ تعلقات اور روابط سیاست سے لے کر روحانیت اور سلسلہ کی حدوں تک پھیلے ہوئے تھے شیخ صاحب جہاں بابا صاحب کو عزت واحترام دیتے تھے وہیں میاں صاحب شیخ صاحب کی کشمیر کے حوالے سے خدمات اور قربانیوں سے بے حد متاثر تھے اور کانگریس کا رکن ہوتے ہوئے بھی وہ چاہتے تھے کہ کشمیر کے تنازعے کا حل عوامی اُمنگوں کے مطابق اور شیخ صاحب کی شمولیت اور مرضی کے ساتھ نکالا جائے اس طرح بابا صاحب اندرا جی اور شیخ صاحب کے درمیان اختلافات کو کم کرنے اور شیخ صاحب کو دوبارہ اقتدار میں لانے میں مصروف ہوگئے تا کہ ریاست کے عوام سیاسی پریشانیوں سے نجات حاصل کر کے تعمیر وترقی کے راستے پر گامزن ہوسکیں اور کشمیر کے تنازعے کو مثبت موڑ دیا جاسکے جو عوام کی امنگوں کے مطابق ہو۔

ملاقاتوں کا سلسلہ:۔ ۱۹۷۴ء کے وسط میں اندرا جی نے بابا صاحب کو دہلی ملاقات کے لئے بلایا۔ کشمیر کے مسئلے پر تبادلۂ خیال کیا اور کہا کہ شیخ محمد عبداللہ کشمیر کے ہی نہیں پورے ملک کے رہنما ہیں اور میرے بھائی کی طرح ہیں۔ جب بابا صاحب نے اندرا جی کے یہ جذبات شیخ صاحب تک پہنچائے تو اُن کا دل بھی پگھل گیا اور اُنھوں نے آپ سے معاونت کرنے کے لئے کہا۔ آپ نے فرمایا۔

''یہ گھر یے سیاسی معاملے ہیں ان میں مجھے دخل دینے کا حق نہیں۔'' اس کے جواب میں شیخ صاحب نے کہا کہ ''آپ دخل نہیں دیں گے تو کون دے گا آپ کشمیر کے مسئلے کو عوامی اُمنگوں کے مطابق حل کرانے میں مدد دے سکتے ہیں۔'' اُس کے بعد ۷۵-۱۹۷۴ء میں حضرت بابا صاحب کا اندرا جی سے کشمیر کے حوالے سے ملاقاتوں کا سلسلہ در پردہ سلسلہ جاری رہا جس میں شیخ صاحب کو اقتدار میں لانے کیلئے طریقہ کار پر بات چیت ہوتی رہی تا کہ

ریاست کے ہر طبقہ، فرقہ اور علاقہ کے عوام کی تشفی ہو سکے۔

جنوری ۱۹۷۵ء میں محترمہ اندرا گاندھی وزیر اعظم ہند نے حضرت کو رات کے کھانے پر اپنے گھر دعوت دی۔ حضرت کی اہلیہ غلام مریم اور ہندوستان کے گجر رہنما رام چندر وکل بھی شامل ہوئے۔ اُس وقت شیخ صاحب دہلی میں ۳/۲ کوٹلہ لین اور مرزا محمد افضل بیگ ۴ کوٹلہ لین میں قیام کر رہے تھے۔ کیوں کہ کشمیر میں اُن کے داخلے پر پابندی تھی۔ دعوت کے دوران میاں صاحب نے اندرا جی سے کہا کہ " آج میں نے دہلی سے شائع ہونے والے رسالہ شبستان میں ڈی۔ پی۔ دھر کا مضمون پڑھا جس میں شیخ صاحب کی بڑی تعریف کی گئی ہے اسی رسالے میں محمد شفیع قریشی کا مضمون بھی پڑھا ہے۔ جس میں شیخ صاحب کی سخت مخالفت کی گئی ہے۔ اس کے جواب میں محترمہ اندرا جی نے کہا کہ " میں نے یہ مضمون نہیں دیکھے۔ لیکن آپ سے پوچھتی ہوں کہ اگر شیخ صاحب ہاتھ میں آجائیں اور کشمیر کا مسئلہ ختم ہو جائے تو عوام کا کیا ردِ عمل ہوگا۔" یہ سن کر حضرت اندرا جی کی بات کی تہہ تک پہنچ گئے اور فرمایا کہ "اس طرح عوام کی دیرینہ شکایات کا ازالہ ہو سکتا ہے۔" پھر محترمہ نے بابا صاحب سے پوچھا " آپ واپس کب جا رہے ہیں۔" موصوف نے ارشاد فرمایا " کشمیر اسمبلی کا اجلاس جاری ہے اس لئے کل جانا پڑیگا۔" یہ سن کر اندرا جی نے کہا " آپ کل رُک جائیں اور اقتدار کی منتقلی کے بارے میں شیخ صاحب سے بات کریں اور اُن کے خیالات اور جذبات کو مدنظر رکھتے ہوئے ماحول کو سازگار بنانے میں مدد دیں[۲]۔"

---

[۱] میاں بشیر احمد صاحب .... Jammu and Kashmir 50 Years ، [۲] میاں الطاف احمد



میاں بشیر احمد ریاستی گورنر این، این ووہرا کے ہمراہ

Hazrat Haji Baba Syed Nooran Shah Noorani Kazmi...

جنوری ۱۹۷۵ء میں دہلی میں شیخ صاحب سے بات چیت[1]

دوسرے دِن بابا صاحب تین کوٹلہ لین میں شیخ صاحب کی کوٹھی پر تشریف لے گئے۔ تو ایسے لگتا تھا کہ شیخ صاحب کو موصوف کی آمد کی اطلاع تھی اور وہ کوٹھی کے سبزہ زار میں ایک درخت تلے آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ چائے پانی کے بعد شیخ صاحب نے بابا صاحب سے کہا کہ آپ کے ساتھ ہمارے خاندانی تعلقات ہیں اور آپ کے وزیر اعظم محترمہ اندرا جی سے بھی گہرے مراسم ہیں آپ انھیں ہمارے موقف کے بارے میں قائل کر سکتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ''اللہ نے چاہا تو جلد ہی آپ کے اور کشمیر کے درمیان کی دوریاں ختم ہو جائیں گی۔'' یہ سن کر شیخ صاحب فرمانے لگے'' آپ کی بات میں وزن ہے آپ میری طرف سے اندرا جی سے بات کریں۔ پھر اقتدار کی منتقلی کے بارے میں بات ہوتی رہی۔''

شیخ محمد عبداللہ سے میٹنگ کے بعد حضرت موصوف دوسرے دن پھر محترمہ اندرا گاندھی کے گھر دعوت پر تشریف لائے۔ دعوت کے دوران اندرا جی نے شیخ صاحب سے ملاقات کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت موصوف نے شیخ صاحب کی طرف سے خیر سگالی کا پیغام دیا اور پھر کشمیر کے بارے میں ہوئی بات چیت سے آگاہ کیا۔ اس پر اندرا جی نے کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ شیخ صاحب کو اقتدار میں واپس لا کر کشمیر کے عوام کی خواہشات کا احترام کروں۔

حضرت نے کہا کہ ''اس طرح کشمیر کے اندر سیاسی طور پر مثبت اثرات رونما ہونگے۔'' اندرا جی بولیں میں ''آپ کی بات سمجھ گئی ہوں اور آپ سے متفق ہوں آپ کل جموں چلے جائیں اور وزیر اعلیٰ سید میر قاسم کو دہلی روانہ کریں۔''

---

[1] میاں بشیر احمد صاحب [2] میاں الطاف احمد [3] ٹھاکر رندھیر سنگھ سابق ایم ایل اے کٹھوعہ

کشمیر میں سیاسی سرگرمیاں اور میاں بشیر احمد صاحب کا مثبت رول

جنوری ۱۹۷۵ء میں شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ اور وزیر اعظم محترمہ اندرا گاندھی کے درمیان کشمیر میں اقتدار کی منتقلی کے بارے میں معاملات طے کرنے کے بعد میاں صاحب جموں تشریف لائے اُس وقت اسمبلی کا اجلاس جاری تھا۔ میاں صاحب اجلاس کے دوران ہی وزیر اعلیٰ سید میر قاسم سے ملے اور بتایا کہ انہیں اندرا جی نے دہلی طلب کیا ہے۔ یہ بھی بتایا کہ دہلی میں کشمیر کے بارے میں اہم فیصلے متوقع ہیں اور سیاسی سرگرمیاں عروج پر ہیں۔ اور شیخ صاحب کو رہا کرنے کے بارے میں سنجیدگی کے ساتھ غور ہو رہا ہے۔ قاسم صاحب کو میاں صاحب کی باتوں پر اعتبار نہ آیا اور طنزاً کہا...... ''میاں صاحب ابھی ایسی کوئی ریل نہیں بنی جس پر سوار ہو کر شیخ محمد عبداللہ کشمیر پہنچ سکیں۔'' قاسم صاحب کی بات سن کر میاں صاحب مسکرائے اور واپس اسمبلی میں اپنی نشست پر جا بیٹھے۔ اِسی دوران اسمبلی کے جمعدار نے قاسم صاحب کے پاس آ کر کہا کہ ''دہلی سے اندرا جی کا ٹیلی فون ہے۔'' ٹیلی فون سُننے کے بعد سید میر قاسم پریشان ہو گئے اور میاں صاحب کو بُلا کر پوچھا کہ ''یہ دہلی میں کیا ہو رہا ہے''۔ آپ نے فرمایا ''شیخ صاحب کے حق میں اقتدار کی منتقلی کا منصوبہ ہے۔'' اُس وقت قاسم صاحب نے کہا...... ''اندرا کا کوئی اعتبار نہیں کچھ بھی کر سکتی ہیں۔'' پھر دہلی روانہ ہو گئے۔ ریاست میں موصوف کے علاوہ دہلی منصوبے کا کسی کو علم نہ تھا۔

وزیر اعلیٰ سید میر قاسم کی طرف سے آپ کے رول کی ستائش[1]

جنوری کے آخری ہفتے میں سید میر قاسم اندرا گاندھی سے بات چیت کے بعد جموں آ گئے اور پھر تمام ممبران اسمبلی ممبران کونسل و دیگر رہنماؤں کی میٹنگ طلب کی۔ حضرت موصوف بھی اس میٹنگ میں شامل ہوئے اور ایک

[1] میاں بشیر احمد صاحب کی ڈائری

طرف بیٹھ گئے۔ وزیراعلیٰ سید میر قاسم نے میٹنگ میں انکشاف کیا کہ مرکز اور شیخ صاحب کے درمیان سمجھوتہ طے پا گیا ہے۔ اور اگلے ماہ اقتدار شیخ صاحب کو سونپ دیا جائے گا۔ کچھ دنوں کے بعد شیخ صاحب رہا ہو کر جموں تشریف لائیں گے تو ہم سب ہوائی اڈے پر اُن کا استقبال کریں گے، پھر انہیں لجسلیچر پارٹی کا لیڈر چُنیں گے''...... اقتدار ہاتھ سے جاتے دیکھ کر کچھ ممبران آپے سے باہر ہو گئے اور حلقہ حویلی پونچھ کے ممبر اسمبلی نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ''یہ سب میاں بشیر احمد صاحب کا دین ہے۔ جنھوں نے کانگریس میں رہتے ہوئے شیخ صاحب کو اقتدار میں لانے کے لئے حالات ساز گار بنائے''۔ یہ سن کر وزیراعلیٰ سید میر قاسم نے اُس ممبر اسمبلی کو ڈانٹ کر بیٹھا دیا اور کہا کہ ''ہمیں میاں صاحب کا ممنون ہونا چاہئے جنھوں نے کشمیر کی تاریخ کے اس اہم موڑ پر اپنا رول ادا کر کے عوام کی آرزؤں اور اُمنگوں کی تکمیل میں مدد دی ہے۔'' شیخ صاحب کا کشمیر کی سیاست میں واپس آنا نہ صرف ریاست بلکہ ملک کے لئے بھی نیک شگون ہوگا۔ رنجشوں اور رقابتوں کا دور ختم ہو جائے گا یہ ہمارے لئے فخر کی بات ہے کہ میاں صاحب نے شیخ صاحب اور مرکز کے درمیان دوریوں کو ختم کر کے ہماری عزت بچائی ہے۔ پھر وزیر اعلیٰ سید میر قاسم میاں صاحب کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے بولے۔ ''میاں صاحب میں سید ہوں اور وزیر اعلیٰ ہوں لیکن اس سیاست کے لئے میں آپ کو سلام کرتا ہوں جس میں کشمیر کے عوام کی مرضی اور بھلائی پنہاں ہے۔''

۲۴ رفروری ۱۹۷۵ء میں اقتدار کی منتقلی اور میاں بشیر احمد صاحب

فروری کے پہلے ہفتے میں شیخ صاحب جموں پہنچے تو ہوائی اڈے پر آپ کا شاہانہ استقبال ہوا۔ پھر وہ میاں صاحب کے ساتھ راجوری اور پونچھ کے دورے پر تشریف لے گئے۔ جہاں ہر جگہ دربار عالیہ لار سے وابستہ مریدوں اور عقیدت مندوں نے میاں صاحب کے اسرار پر جلسے اور ریلیاں کر کے شیخ صاحب کا سواگت کیا اور کشمیر کی سیاست میں دوبارہ شامل ہونے کے لئے اُن کو مبارک باد دی۔ سب سے بڑا جلسہ مینڈھر میں ہوا جہاں عوامی رہنما مرحوم چودھری محمد صادق چھونگاں والے نے شیخ صاحب سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا...... ''شیخ صاحب میاں بشیر احمد کی صورت میں ہماری ایک امانت آپ کے پاس ہے جب تک آپ ایک رہیں گے ہم آپ کا ساتھ دیں گے''۔ کچھ دنوں بعد شیخ صاحب پھر دہلی روانہ ہو گئے۔ معاہدے کے مطابق ۲۴ رفروری ۱۹۷۵ء کو جب وہ دہلی سے جموں ہوائی اڈہ

پر پہنچے تو ریاستی اسمبلی کے تمام ممبران نے آپ کا استقبال کیا اور ہوائی اڈے سے جلوس کی صورت میں سرکٹ ہاؤس تک لایا گیا جہاں ریاستی اسمبلی کے کانگریس ممبران نے آپ کو اپنا رہنما چنا اور ریاستی گورنر بھگوان سہائے نے شیخ صاحب کو وفاداری کا حلف دلایا۔ ریاست جموں و کشمیر میں اس اہم سیاسی تبدیلی میں میاں صاحب کا نمایاں رول رہا۔ وہ اپنی جماعت کانگریس پارٹی اور اپنی وزارت سے بالاتر ہو کر کشمیر کی ایک معتبر سیاسی شخصیت بن کر اُبھرے اور ریاست کے بہتر مستقبل اور عوام کی مرضی کو مدنظر رکھتے ہوئے شیخ صاحب کو 23 سالوں کی مصیبتوں کے بعد دوبارہ اقتدار میں لانے میں معاون ثابت ہوئے۔

سید میر قاسم کو مرکز میں وزارت کا عہدہ دلانے میں میاں بشیر احمد کا اہم رول

۱۹۷۵ء[1] میں اگر چہ میاں صاحب نے شیخ صاحب کو برسر اقتدار لانے میں اپنا سارا اثر رسوخ استعمال کیا تھا لیکن اُس وقت آپ کانگریس پارٹی کے رکن ممبر اسمبلی اور ریاستی کانگریس کمیٹی کے نائب صدر تھے اور دہلی میں آپ کی ہر بات مانی جاتی تھی۔ اُدھر اقتدار سے باہر آجانے کے بعد سید میر قاسم نہایت پریشان ہو گئے اور انہیں ریاست کی سیاست میں اپنا کوئی مستقبل نظر نہ آرہا تھا۔ ایک دن بابا صاحب مفتی محمد سعید کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ قاسم صاحب بھی آگئے۔ کشمیر کی سیاست پر بات چلی تو قاسم صاحب نا اُمیدی کے ساتھ بولے کہ شیخ صاحب کے ہوتے ہوئے کشمیر میں ہمارا مستقبل مخدوش ہے۔ حضرت نے حوصلہ دیا کہ ہم اندرا جی سے بات کریں گے کہ وہ آپ کو مرکزی وزارت میں شامل کریں قاسم صاحب نے کہا کہ اندرا جی کبھی نہیں مانیں گی۔ حضرت نے اُسی وقت ٹیلی فون اُٹھایا اور اندرا جی سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ قاسم صاحب کو مرکزی وزارت میں شامل کیا جائے تا کہ ریاست میں کانگریس کی ساکھ بحال ہو سکے۔ محترمہ اندرا جی نے حضرت صاحب سے کہا کہ " آپ کی تجویز نہایت معقول ہے آپ کی بات میں وزن ہے قاسم صاحب کو وزارت میں لیا جائے گا چنانچہ چند دنوں کے بعد سید میر قاسم کو مرکزی وزارت میں شامل کر لیا گیا۔"

[1] میاں بشیر احمد صاحب

کنگن میں عوامی کنونشن

پانچ جولائی ۱۹۷۵ء کو شیخ محمد عبداللہ نے محاذ رائے شماری کو تحلیل کرنے کا اعلان کیا اور نیشنل کانفرنس کی تشکیل نو کے بارے میں فیصلہ کیا۔ اُس وقت آپ کے وفادار اور قریبی رہنما صرف سری نگر تک ہی محدود تھے۔ اس لئے شیخ صاحب کو ایسے عوامی رہنماؤں کی ضرورت اور تلاش ہوئی جن کا دامن پاک ہو۔ عوام میں ساکھ ہو اور تعمیری سوچ رکھتے ہوں تا کہ نئی جماعت کو ریاست کے دور دراز پہاڑی علاقوں تک وسعت دی جا سکے سب سے پہلے آپ کی نظر میاں بشیر احمد صاحب پر پڑی جو اس پیمانے پر پورے اُترتے تھے اور جن کا سیاست کے علاوہ سلسلہ کے لحاظ سے ساری ریاست میں احترام تھا۔ دینی تبلیغ کے لحاظ سے زبردست مقبولیت تھی اور روحانی طور پر دربار عالیہ لار سے وابستہ مرید اور عقیدت مند آپ کی ہر بات کو ماننے کے لئے تیار رہتے تھے۔ چنانچہ عوام میں آپ کی اہمیت پکڑ اور اثر و رسوخ کو دیکھتے شیخ صاحب نے میاں صاحب کو اپنے قریب لانے کی کوششیں تیز کر دیں تا کہ آئندہ تشکیل پانے والی نئی جماعت کو مضبوط کیا جا سکے[1]

ستمبر ۱۹۷۵ء میں ریاستی اسمبلی کا اجلاس جاری تھا۔ اُن دنوں شیخ صاحب کی طبیعت ٹھیک نہ تھی اور اسمبلی میں کم آتے تھے ڈاکٹر علی جان نے آپ کو مکمل آرام کی صلاح دی ہوئی تھی۔ لیکن شیخ صاحب ممبران اسمبلی سے رابطہ کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اُنھوں نے ہینڈ وز ہوٹل میں ممبران اسمبلی وزراء اور ریاست کی معزز ہستیوں کے اعزاز میں چائے پارٹی کا اہتمام کیا۔ ہوٹل کے سبزہ زار میں شامیانے لگائے گئے جہاں مہمان آکر بیٹھنے لگے۔ راجوری کے ایم ایل۔ اے مرزا عبدالرشید اور چودھری محمد اسلم نے میاں صاحب کو اُس نشست پہ جا کر بیٹھنے کے لئے کہا جو شیخ صاحب اور وزراء کے لئے رکھی گئی تھی۔ لیکن حضرت اِن ممبران کے ساتھ ایک ٹیبل پر بیٹھ گئے۔ اسی دوران

[1] آتش چنار شیخ محمد عبداللہ

شیخ صاحب آہستہ آہستہ شامیانے میں داخل ہوئے اور مختلف میزوں کے گرد بیٹھے ہوئے معزز ممبران اور شخصیات کے ساتھ فرداً فرداً ملنے لگے۔ پھر وہ اُس ٹیبل کے قریب آئے جہاں پنڈت ترلوچن دت۔ مرزا عبدالرشید اور حضرت قبلہ باباصاحب تشریف فرما تھے شیخ صاحب اسلام علیکم کے بعد حضرت سے مخاطب ہوتے ہوئے بولے کہ زیارت شریف تک سڑک کیوں نہیں بنی میں باباجی صاحبؒ کے دربار پر حاضری دینا چاہتا تھا پھر کہنے لگے ''میں نے ڈپٹی کمیشنر سے کہہ دیا ہے کہ اس سڑک کو جلد تیار کیا جائے۔'' اتنا کہنے کے بعد شیخ صاحب نے باباصاحب سے پوچھا ''حضرت آپ کنگن میں کب کنونشن کریں گے۔'' باباصاحب نے ارشاد فرمایا'' آپ لوگوں سے ملاقات کرلیں یہ پروگرام آپ کی کوٹھی پر طے کریں گے۔'' شیخ صاحب نے کہا'' اس طرح کچھ دوسرے معاملات پر بھی بات ہو جائے گی'' چنانچہ دوسرے دن صبح ناشتے پر شیخ صاحب اور سیالکوٹی صاحب کے درمیان ملاقات ہوئی شیخ صاحب آپ سے بڑی محبت اور احترام کے ساتھ ملے۔ اور پھر ریاست میں عوام کی ترقی اور خوشحالی میں ہاتھ بٹانے کے لئے دعوت دی آپ نے فرمایا۔ کہ'' میرا کوئی خاص حلقہ تو نہیں لیکن خانقاہ اور سلسلہ کے ساتھ مریدوں اور عقیدت مندوں کی وابستگی کے لحاظ سے ریاست کے ہر اسمبلی حلقے میں میرا ایک حلقہ ہے میں کوشش کروں گا۔ کہ ریاست میں عوام کے بہتر مستقبل کے کاموں میں وہ آپ کا ساتھ دیں۔'' لیکن اس کے ساتھ ہی ہمارے لوگوں اور قبائل کے کچھ جائز مطالبات ہیں جو آپ کو ماننے پڑیں گے۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ'' ان مطالبات پر باباجی صاحبؒ کے دامن میں کنگن بیٹھ کر بات کریں گے'' چنانچہ طے پایا کہ'' کنگن میں شیخ صاحب کے اعزاز میں عوامی کنونشن بلایا جائے گا۔''[1]

[1] Jammu and Kashmir 50 year.......... میاں بشیر احمد صاحب



جناب میاں بشیر احمد ہندوستان کے موجودہ وزیر اعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ کے ساتھ ایک تقریب میں



Hazrat Haji Baba Syed Nooran Shah Noorani Kazmi...

جناب میاں بشیر احمد بحیثیت وزیر اپنے محکمہ کی کارکردگی کا جائزہ لیتے ہوئے

۱۹۷۵ء میں کنگن کنونشن میں میاں بشیر احمد صاحب کی نیشنل کانفرنس میں شمولیت

وزیر اعلیٰ شیخ محمد عبداللہ سے کنگن کنونشن طے کرنے کے بعد حضرت بابا صاحب نے اپنے ساتھیوں چودھری محمد اسلم، مرزا عبدالرشید اور دوسرے لوگوں سے مشورہ کیا تو اُن کا خیال تھا کہ ابھی ایسے اقدام کا وقت نہیں آیا۔ بابا صاحب چونکہ شیخ صاحب سے وعدہ کر آئے تھے اس لئے وہ کنونشن کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے شوپیاں سری نگر، وانگت، ڈبجن، قاضی گنڈ، متی بدھاڑ، سونا مرگ، تلیل، سرنکوٹ اور مینڈھر کے لوگوں کو اس کنونشن میں شامل ہونے کی دعوت دی اور آمادہ کیا۔ اس طرح ریاست میں برسر اقتدار آنے کے بعد شیخ صاحب کے اعزاز میں کنگن میں پہلا بڑا کنونشن منعقد ہوا جس میں میاں صاحب کی دعوت پر 30 ہزار افراد نے شرکت کی۔ کنگن قصبے کو دلہن کی طرح آراستہ کیا گیا اور دوسو گاڑیوں 2500 گھوڑ سواروں و ہزاروں لوگوں کے ساتھ شیخ صاحب کو جلوس کی شکل میں جلسہ گاہ کی طرف لے جایا گیا۔ جہاں لوگوں نے "شیر کشمیر زندہ باد" اور "بابا صاحب زندہ باد" کے نعروں سے استقبال کیا۔ اس جلسے میں آپ کی دعوت پر مرزا عبدالرشید اور چودھری محمد اسلم اور چودھری محمد شفیع صاحب نے بھی شرکت کی۔

ریاست جموں و کشمیر میں دوبارہ برسر اقتدار آنے کے بعد شیخ صاحب کنگن میں پہلی بار اتنے بڑے عوامی جلسے میں شرکت کر رہے تھے روایتی لباسوں میں ملبوس 30 ہزار لوگوں کی ٹھوس جمعیت بار بار حضرت میاں صاحب زندہ باد اور شیخ صاحب زندہ باد کے نعرے بلند کر رہی تھی۔ اس عوامی جوش و خروش اور عوامی ولولے سے شیخ صاحب نہایت متاثر ہوئے اور میاں صاحب سے مخاطب ہو کر اپنی تقریر میں فرمایا۔ "میاں صاحب میں آپ کا مشکور و ممنون ہوں کہ آپ نے میرا اس قدر استقبال کیا اور کشمیر کے حوالے سے میری خدمات کو یاد رکھا آپ کے مطالبے آپ کے

شکوے اور شکایتیں بالکل جائز اور درست ہیں۔ میری حکومت آپ کے لوگوں کی ترقی اور خوش حالی کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرے گی۔ آپ مجھ پر اعتبار کریں اعتماد رکھیں اور میرے ساتھ آئیں تاکہ ہم ملکر معاشرے سے غربت، جہالت اور ظلمت کے خلاف لڑسکیں اور لوگوں کو مساوی حقوق دلوا کر اقتصادی عدم مساوات کو ختم کرسکیں۔ عوام کو آپ پر اعتماد بھی ہے اور اعتقاد بھی آپ اُن کے رہنما بھی ہیں اور پیشوا بھی اس لئے مجھے آپ کی ضرورت ہے اور کشمیر کو آپ کی ضرورت ہے۔"

شیخ صاحب کے یہ تیور دیکھ کر اسٹیج پر بیٹھے ہوئے کانگریس کے دیگر رہنما اُٹھ کر چلے گئے جن میں راجوری کے مرزا عبدالرشید، چودھری محمد شفیع اور سرن کوٹ کے ایم ایل اے چودھری محمد اسلم شامل تھے۔ شیخ صاحب کی جذباتی تقریر کے ساتھ ہی حضرت میاں بشیر احمد نے شیخ صاحب کی طرف سے نئی تشکیل شدہ جماعت (نیشنل کانفرنس) میں شامل ہونے کا اعلان کردیا جس کی تائید 30 ہزار کے مجمے نے تالیوں کی گونج سے کی۔

میاں صاحب نے اپنی جوابی تقریر میں فرمایا......"شیخ صاحب ہم صاف دل اور سادہ دل لوگ ہیں دوسرے کے پیار اور محبت پر اعتبار کرتے ہیں۔ اگر آپ نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے تو ہم اس دوستی کو پروان چڑھائیں گے۔ آپ ہمارے لوگوں کے جائز مطالبے اور مانگیں پوری کریں۔ کیونکہ میری سیاست کسی ذاتی مفاد کے لئے نہیں۔ بلکہ اپنے لوگوں کے لئے ہے اپنے مریدوں کے لئے ہے میں چاہتا ہوں انہیں مراعات ملیں۔ اُن کی حالت بدلے۔ اُن کے دُکھ درد کا مداوا ہو۔ انہیں بھی آگے آنے کا موقع دیا جائے اور اگر یہ نہ ہوا تو ہم آپ کے ساتھ بھی نہیں رہیں گے۔"

اُس وقت شیخ صاحب نے ۳۰ ہزار لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر میاں صاحب کو گلے لگایا اور فرمایا کہ "مجھے بس آپ کی ضرورت تھی اور آپ کی تمام شرطیں مجھے منظور ہیں[1]۔"

[1] میاں بشیر احمد صاحب ، میاں الطاف احمد صاحب

۲۷-دسمبر ۱۹۷۵ء جموں میں پہلے گجر بکروال ہوسٹل کا سنگِ بنیاد

کنگن میں حضرت میاں بشیر احمد کی عوامی مقبولیت کو مدنظر رکھتے ہوئے وعدوں کے مطابق شیخ صاحب نے آپ کے مطالبوں اور تجویزوں پر مرحلہ وار عمل کرنے کے احکامات جاری کرنے شروع کردیئے۔ پچھڑے پن و اقتصادی نابرابری کا شکار طبقوں اور قبائل کی فلاح و بہبود میں آپ کو شامل رکھا جانے لگا آپ چونکہ دینی پیشوا بھی ہیں اور اپنے وقت کی روحانی شخصیت بھی ہیں اس لئے شیخ صاحب سے لے کر نیچے تک سب آپ کا احترام کرتے تھے۔ چنانچہ مرکز کی جانب سے حاصل ہونے والی 12 کروڑ روپے کی رقم میں سے سب سے پہلے ریاست میں گجر بکروال طبقوں کے بچوں کی تعلیم اور اِن کی سہولتوں کے لئے ہر ضلع میں گجر ہوسٹل تعمیر کرنے کی منظوری دی گئی۔ تا کہ دور افتادہ علاقوں، جنگلوں کے قریب بستیوں، ڈھوکوں مرگوں اور خیمہ بستیوں سے آئے ہوئے بے سہارا اور غریب بچوں کی تعلیم۔ اُن کی رہائش کھانے پینے، وردیوں، مشاغل اور کتابوں کا اہتمام بھی ہوتا کہ یہ بچے بھی زندگی کی دوڑ میں آگے بڑھ سکیں۔ دسمبر ۱۹۷۵ء میں جموں میں پہلے گجر ہوسٹل کی تعمیر کے احکامات جاری ہوئے۔ وزیر مال مرزا محمد افضل بیگ نے شیخ صاحب کو اس ہوسٹل کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے کہا۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ "اس ہوسٹل کا سنگِ بنیاد حضرت میاں بشیر احمد سے رکھوایا جائے جن کی کوششوں اور کاوشوں کے بعد مرکز کی جانب سے اِن طبقوں اور قبائل کے لئے رقومات دستیاب ہوئی ہیں[1]۔"

اُس وقت حضرت میاں بشیر احمد صاحب دربار وانگت میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ کو ریاستی حکومت کی جانب سے گجر ہوسٹل جموں کے سنگ بنیاد رکھنے کا دعوت نامہ ملا تو آپ جموں تشریف لے گے۔ پھر ۲۷-دسمبر ۱۹۷۵ء میں گنڈو چھاونی جموں کے مقام پر ایک بہت بڑی تقریب منعقد ہوئی جس میں وزیر اعلیٰ شیخ محمد عبداللہ۔ مادر مہربان بیگم اکبر جہاں، وزیر مال مرزا محمد افضل بیگ ممبران اسمبلی و گجر بکروال قبائل اور پہاڑی

---

[1] میاں الطاف احمد

طبقوں سے تعلق رکھنے والی تمام سرکردہ شخصیات نے شرکت کی۔ میاں صاحب اس تقریب کے مہمان خصوصی تھے جنھوں نے ریاست جموں وکشمیر میں پہلے گجر ہوسٹل کا سنگ بنیاد[467] رکھا۔ آگے چل کر یہ سکیم اس قوم کی ترقی اور خوشحالی میں سنگ میل ثابت ہوئی۔

دینی اور روحانی کاوشیں

۱۹۷۵ء ۷۶ کے دوران حضرت میاں صاحب نے ریاست بھر میں سلسلہ نقشبندیہ کے فروغ۔ دینی تبلیغ اسلام کی صحیح تشریح اور دربار عالیہ لار شریف کی ترقی اور بہتری کے لئے زبردست مہم چلائی۔ ریاست کے طول و عرض میں دینی مجالس اور سلسلہ کے لحاظ سے لوگوں کو بیعت کرنے اور اُن کی روحانی تربیت کے عمل کو جاری رکھا اور بلا امتیاز مذہب وملت رنگ ونسل اور ذات وفرقہ آپ لوگوں کو اپنی محبت اور روحانی فیض کے باعث دربار عالیہ لار سے جوڑنے کے لئے سرگرم رہے۔

۱۹۷۷ء میں ریاستی اسمبلی کا انتخاب اور میاں صاحب کی مصروفیات

۱۹۷۶ء کے دوران شیخ محمد عبداللہ نے ریاست میں بہت سے انتظامی اور اصلاحی اقدام کیے تاکہ عوام کو بہتر اور صاف شفاف انتظامیہ دی جاسکے اور ترقیاتی عمل میں عوامی اشتراک کو یقینی بنایا جاسکے۔ شیخ صاحب نے بہت سے فیصلے میاں صاحب کے مشوروں اور تجویزوں سے کیے۔ چنانچہ ۱۶ فروری ۱۹۷۶ء کو پہلی بار بڑھاپے کی پنشن سکیم لاگو ہوئی۔

[467] گنڈ وچھاونی کا مقام عیدگاہ جموں کے قریب واقع ہے۔ باباصاحب کے 27 دسمبر 1975ء میں یہاں گجر ہوسٹل کا سنگ بنیاد رکھنے سے 36 سال قبل 1939ء میں حضرت حاجی باباؒ نے جموں میں گجر جاٹ کانفرس کے دوران اعلان کیا تھا کہ وہ گنڈ وچھاونی کے مقام پر غریب اور خانہ بدوش طبقوں سے تعلق رکھنے والے قبائل کے بچوں کی تعلیم کے لئے ہوسٹل قائم کریں گے دوسرے دن آپ نے اس ہوسٹل کا نیہ پتھر بھی رکھ دیا تھا لیکن اسی دوران اس زمین پر تعمیرات کا stay ہوگیا جس کے باعث اُس وقت ہوسٹل کی تعمیر آگے نہ بڑھی لیکن حضرت حاجی باباؒ نے فرمایا تھا کہ ایک دن اُن کے اس خواب کی تعبیر ہوگی اور یہاں ہوسٹل بنے گا ۳۶ سالوں کے بعد اُس مقام پر حضرت میاں بشیر احمد نے گجر ہوسٹل کا سنگ بنیاد رکھا۔

۱۴/اکتوبر ۱۹۷۶ء کو سنگل لائن انتظامیہ کی بنیاد پڑی جس سے علاقائی اور طبقاتی عدم مساوات کو دور کرنے میں مدد ملی۔ ۱۰ فروری ۱۹۷۷ء کو ریاستی اسمبلی کی معیاد پانچ سالوں سے بڑھا کر ۶ سال کی گئی ان اصلاحات میں سے کچھ باتیں مرکزی سرکار کو پسند نہ آئیں اور ۲۵ مارچ ۱۹۷۷ء کو کانگریس پارٹی نے شیخ عبداللہ حکومت سے اپنی حمایت واپس لے لی۔ ۲۶ مارچ ۱۹۷۷ء کو ریاستی اسمبلی تحلیل کر کے ریاست میں پہلی بار گورنر رول لاگو کیا گیا۔ ۲۶/اپریل ۱۹۷۷ء کو ریاست میں جنتا پارٹی وجود میں آئی اور کشمیر کی تمام پارٹیاں اور رہنما (ماسوائے کانگریس) اکٹھے ہو گئے اور شیخ صاحب کے خلاف صف آرا ہو گئے۔ مولانا محمد سعید مسعودی سے لے کر قرہ صاحب اور میر واعظ کشمیر مولوی عمر فاروق تک نیشنل کانفرنس کو شکست دینے کے لئے جنتا پارٹی میں شامل ہو گئے۔ وزیر اعظم مرار جی ڈیسائی سے لے کر جگ جیون رام تک تمام مرکزی رہنماؤں نے کشمیر میں شیخ صاحب کے خلاف محاذ کھول دیا۔ دوسری جانب کانگریس پارٹی الگ سے نیشنل کانفرنس کا مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں اُتر آئی۔ ان حالات نے شیخ صاحب کو سخت پریشان کر دیا۔

مئی کے پہلے ہفتے میں شیخ صاحب نے ساری ریاست سے نیشنل کانفرنس کے کارکنوں کی سری نگر میں میٹنگ بلائی جو مجاہد منزل میں منعقد ہوئی۔ میٹنگ میں جب شیخ صاحب آئے تو اُنھوں نے دیکھا کہ حضرت میاں بشیر احمد اس اہم میٹنگ میں موجود نہیں۔ اُنھوں نے فرمایا کہ میاں صاحب کے بغیر یہ میٹنگ بے مقصد رہے گی۔ اس لئے اُنہیں وانگت سے لایا جائے۔ اُسی وقت شیخ صاحب نے راجوری کے محمد شریف طارق مرحوم اور پونچھ کے چودھری لعل حسین مشتاق کو گاڑی دے کر وانگت روانہ کیا تاکہ میاں صاحب کو لایا جا سکے موصوف اگرچہ ان میٹنگوں سے دور رہنا چاہتے تھے لیکن شیخ صاحب کے اصرار پر وہ تشریف لے گئے۔

حضرت بابا صاحب کو دیکھ کر شیخ صاحب نے انہیں گلے لگا لیا۔ وہ نہایت جذباتی ہو گئے اور تر بتر آنکھوں سے بابا صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے بولے کہ "میرے تمام دوست اور دشمن اس انتخاب میں میرے خلاف اکٹھے ہو گئے ہیں اور ریاست بھر میں سازشیں کر رہے ہیں اور نفرت پھیلا رہے ہیں اور مجھے تو گاندربل میں بھی سخت مزاحمت کا سامنا ہے۔"

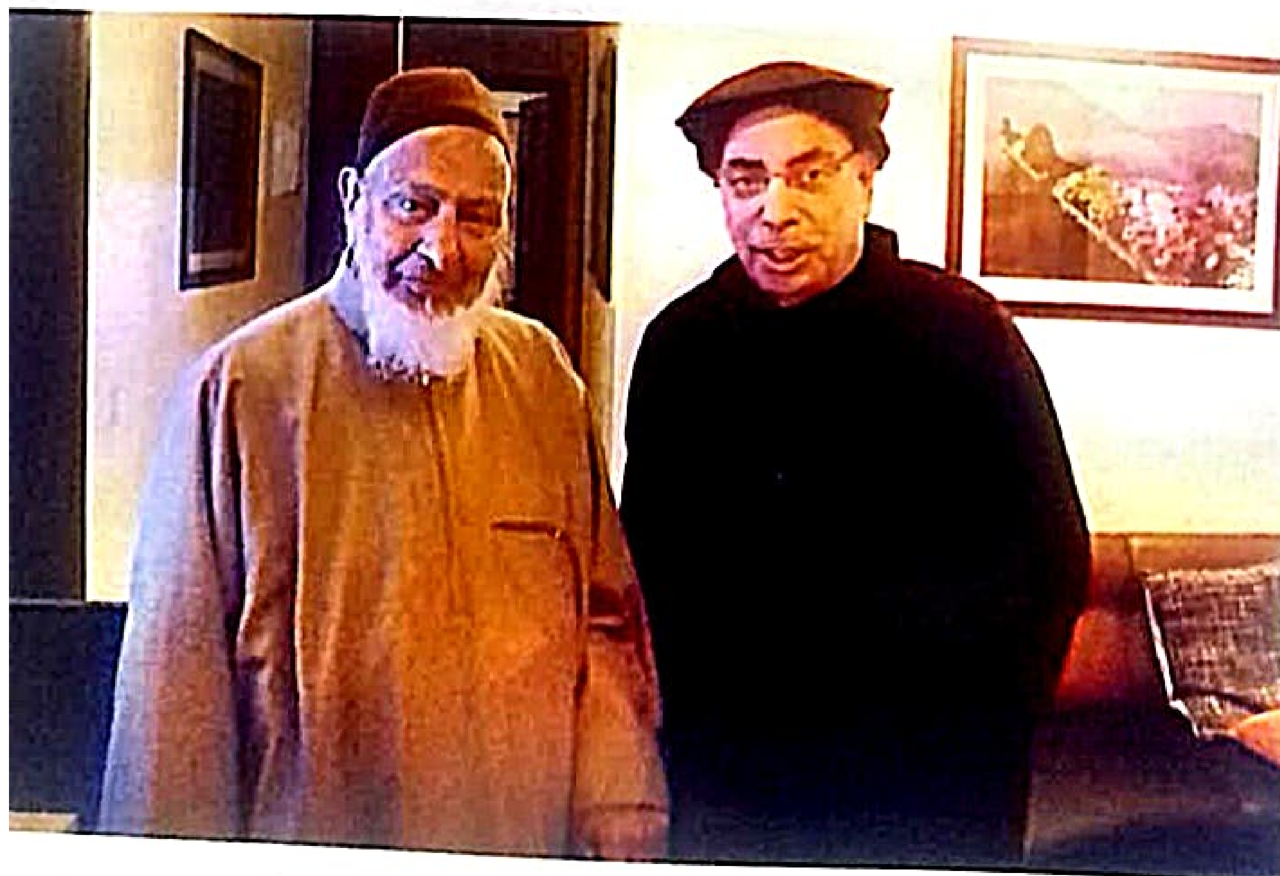
یہ سن کر حضرت نے بڑے تحمل اور استقلال کے ساتھ شیخ صاحب کا حوصلہ بندھایا پھر اطمینان اور بھروسہ

دلاتے ہوئے کہا کہ" گاندربل سے میں آپ کو بھاری اکثریت سے کامیاب کرادوں گا۔" میں اس کا ذمہ لیتا ہوں پھر شیخ صاحب نے بابا صاحب سے کہا کہ "سلسلہ اور قبائل کے لحاظ سے آپ کا پوری ریاست میں اثر ورسوخ ہے۔ اس مشکل وقت میں مجھے اس کی سخت ضرورت ہے۔" جواب میں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ" دربار عالیہ لار شریف سے وابستہ لوگ اور سلسلہ کے مرید اور عقیدت مند ہر حلقے میں نیشنل کانفرنس کو ووٹ دیں گے اور میں ہر علاقے میں جا کر جماعت کے حق میں مہم چلاؤں گا۔ آگے اللہ کارساز ہے۔" ان حالات میں ۱۹۷۷ء میں ریاستی اسمبلی کے انتخابات کا آغاز ہوا میاں صاحب نے ۳۱ جون ۱۹۷۷ء کو حلقہ انتخاب کنگن سے ریڈینگ آفیسر غلام جیلانی نحوی کے دفتر میں ہزاروں لوگوں کے جلوس کے ساتھ نامزدگی کا فارم بھرا۔ اس موقع پر غلام محمد شاہ بھی موجود تھے۔ اسمبلی حلقہ کنگن سے یہ آپ کا تیسرا چناؤ تھا جبکہ ۱۹۶۷ء اور ۱۹۷۲ء میں آپ یہاں سے منتخب ہو چکے تھے۔

فارم بھرنے کے بعد میاں بشیر احمد صاحب نے ریاست بھر کا طوفانی دورہ شروع کر دیا اور نیشنل کانفرنس کے حق میں زبردست مہم چلائی۔ تمام تر مخالفت اور مشکلات کے باوجود آپ ریاست کے عوام کو نیشنل کانفرنس کے حق میں کرنے میں کامیاب رہے اور ۳۰ رجون ۱۹۷۷ء کو جب چناؤ نتائج برآمد ہوئے تو نیشنل کانفرنس کو ۷۶ رمیں سے ۴۷ راسمبلی حلقوں میں کامیابی حاصل ہوئی اور شیخ صاحب دوبارہ اقتدار میں واپس آگئے۔ اس جیت میں حضرت میاں صاحب کی عوامی مقبولیت کی وجہ سے آپ کی شخصیت کا بڑا ہاتھ رہا جس کا شیخ صاحب کو اعتراف تھا۔



راجوری سیرت کانفرنس ۲۰۱۱ء میں علما اور سامعین کا ایک منظر



میاں بشیر احمد صاحب اور مشہور معالج امراضِ قلب ڈاکٹر یو، کول

۱۹۷۷ء میں میاں صاحب کی شیخ وزارت میں شمولیت

۹ جولائی ۱۹۷۷ء کو ریاستی گورنر نے شیخ محمد عبداللہ کی چھ ممبری وزارت کو حلف وفاداری دلایا۔ ۱۳ر جولائی ۱۹۷۷ء کو وزارت میں توسیع کی گئی اور حضرت قبلہ میاں بشیر احمد لاروی صاحب کو وزراء کی کونسل میں وزیر مملکت کی حیثیت سے شامل کیا گیا۔ آپ نے صبح پونے بارہ بجے دیگر پندرہ ساتھیوں کے ساتھ حلف وفاداری اُٹھایا جن میں غلام محمد بھدرواہی، محمد شفیع اُوڑی، سردار ہر بھجن سنگھ وغیرہ شامل تھے۔ ۱۹۷۷ء سے جون ۱۹۸۰ء تک آپ نے اس منصب پر رہ کر بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ عوام کی خدمت انجام دی۔[1]

۱۹۷۷ء سے جون ۱۹۸۰ء تک بطور وزیر کارکردگی

میاں بشیر احمد صاحب کو اینمل ہسبنڈری کی وزارت سونپی گئی تھی۔ وزارت سنبھالنے کے بعد آپ نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ اور لوگوں کی ترقی اور بہبودی میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے مال مویشی پالنے والے طبقوں اور قبائل کی بہتری کے لئے بہت سکیمیں تیار کیں اور اُن کی عمل آوری کو یقینی بنایا۔ داچھی گام، گریس اور تلیل کی رکھوں کو مال مویشیوں اور بھیڑ بکریوں کے چارے کے لئے کھول دیا۔ اُس زمانہ میں مرگوں میں جانے والی بکریوں پر ڈھائی روپے ٹیکس لگتا تھا۔ آپ نے اُس میں نرمی لا کر آٹھ آنے کر دیا۔ خانہ بدوش قبائل کے ریوڑوں کیلئے مزید سہولتیں دلوائیں۔ پہلی بار ڈھوکوں اور مرگوں میں جانے والے قبائل اور طبقوں کے لئے موبائل ڈسپنسریاں کھلوائیں۔ بریڈرس کانفرنسیں کرائیں۔ لوگوں کو عوامی بہبود کی سکیموں کے بارے میں آگاہ کیا اور شیپ[2]

[1] حضرت باباصاحب کی ڈائری۔ [2] لعل حسین مشتاق پونچھ

Jammu and Kashmir 50 years Information dept

وول پروڈکشن بورڈ کی تشکیل عمل میں لائی تا کہ بھیڑ بکریاں پالنے والے خاندانوں کو استحصال سے بچایا جاسکے۔بطور وزیر جو بھی فیصلے کیے اُن پر ڈٹ گئے اور کبھی کوئی فیصلہ واپس نہ لیا اُس زمانہ میں آپ کے سیکریٹری یوپی کے آئی اے ایس آفیسر محمودالرحمان ہوا کرتے تھے۔ وہ آپ کی بہترین اردو سے نہایت متاثر تھے موصوف فائیلوں پر اردو میں نوٹ لکھتے اور اردو میں دستخط کیا کرتے تھے۔سفارش کی چٹھیاں بھی پی اے سے لکھوانے کے بجائے اپنے ہاتھ سے اُردو میں لکھ کر سیکریٹری کے پاس بھیجتے تھے رحمان صاحب کو آپ کے نوٹوں اور چٹھیوں کی زبان اتنی پسند تھی کہ اُنھوں نے اس کی الگ سے ایک فائل بنوائی تھی وہ کہتے تھے کہ حضرت کی تحریر مولانا ابوالکلام آزاد کی تحریروں سے ملتی ہے۔[48]

سلسلہ کی نگہداشت:- وزارت میں رہتے ہوئے آپ نے سلسلہ کی تبلیغ اور پیری مریدی کو جاری رکھا ہوا تھا۔مریدوں اور اپنے لوگوں کو دین کے ساتھ جوڑنے اور درگاہ شریف کے عقیدت مندوں کی خدمت کرنے کے لئے آپ ان تھک کوششیں کررہے تھے۔اُس دور میں آپ کا روحانی قد کشمیر کے پہاڑوں سے اونچا تھا یہی وجہ تھی کہ کشمیر کے دونوں حصوں میں آپ کے مرید اور چاہنے والے آپ کی پہچان رکھتے تھے۔آپ تبلیغ اسلام کے لئے گاؤں، شہروں اور قصبوں میں دینی مجالس منعقد کرتے۔سیرت کانفرنسیں کرواتے لوگوں میں اسلامی تشخص کو اُبھارتے دُور افتادہ علاقوں میں مساجد کے سنگ بنیاد رکھتے۔

پیری مریدی کا سلسلہ[1]:- آپ کے پاس لوگ بیعت کے لئے آتے تو آپ انہیں کہتے کہ پہلے نماز سناؤ اگر نماز سنانے میں ذرا بھی چوک ہوجاتی تو سختی کے ساتھ ڈانٹتے اور کہتے کہ پہلے نماز سیکھ کر آؤ پھر دربار پر حاضری دو نیاز نذر کا وقت آتا تو پہلے مریدوں کو جانچ لیتے۔اگر نیاز میں کسی کھوٹ کا شک پڑے تو نیاز واپس

[1] حضرت میاں صاحب کی ڈائری کا ایک ورق

[48] ٹھاکر رندھیر سنگھ جو اُس زمانہ میں کٹھوعہ سے ایم ایل اے ہوا کرتے تھے اور موصوف کے ساتھ کانگریس کے دور میں وزیر بھی رہ چکے تھے ایک ملاقات میں بتاتے کہ اُس زمانہ میں میاں صاحب کا روحانی اور سیاسی قد بہت اونچا تھا اور وہ کابینہ وزیر ہونے کے مستحق تھے لیکن نیشنل کانفرنس میں ایک لابی ایسی تھی جو موصوف کے قد کو چھوٹا کر کے دکھانے کے درپے تھی اور وہ کسی طرح ان کو پس منظر میں رکھنا چاہتے تھے اس لئے اُن کو کابینہ کا وزیر نہ بننے دیا گیا مگر حضرت موصوف نے شیخ صاحب کے ساتھ اپنے رشتوں کے باعث اس کو قبول کرلیا۔

کردیتے۔وزراء اور وزیراعلیٰ سے تو اختلاف کرتے اور الجھ پڑتے مگر غریبوں اور بے سہارا لوگوں اور قبائل کی مدد کے لئے ہر دم تیار رہتے۔اُن ہی کی زبان بولتے۔اُن کی بات کرتے۔اُن کے بارے میں سوچتے۔اُن کے لئے لڑتے جھوجتے رہتے۔اپنی ہر بات پر پہلے سوچ لیتے لیکن جب بات کرتے تو پھر اُس پر قائم رہتے۔دوسروں سے اپنی بات منواتے۔اپنے سلسلہ اپنے دین اپنے لوگوں اپنے مریدوں اور اپنے معاشرے کے لئے جو کچھ بن پاتا کرگزرتے۔عہدہ وزارت کے دور میں آپ کے دفتر میں ہر طرح کے لوگ آیا کرتے جن میں ذاتی فائدے حاصل کرنے والے بھی ہوتے۔دفتری کام کرانے والے بھی تعویز لکھوانے والے بھی۔دم درود کرانے والے بھی۔خانگی جھگڑوں والے بھی۔ڈھوکوں اور مرگوں کے مسائل والے بھی ہوتے۔آپ دفتر میں بیٹھے بیٹھے سرکاری دینی اور روحانی سب کام کیا کرتے تھے۔[1]

روحانی خانوادے کے وارث میاں بشیر احمدؒ :۔ٹھاکر رندھیر سنگھ بتاتے ہیں کہ اُس دور میں موصوف کی عوام میں پکڑ تھی۔اہمیت تھی اور اثر ورسوخ تھا۔آپ ریاستی وزیر ہوتے ہوئے بھی روحانی خاندان کی وراثت اور قبائلی زندگی کی تمام تر روایتوں کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔وہ سچ کو سچ کہنے سے کبھی نہیں ڈرتے تھے۔آپ نے اپنی روحانی بزرگی جرأت، ہمت حوصلے اور محبت کے ساتھ ریاست بھر کے لاکھوں مریدوں اور عقیدت مندوں کی حمایت، اعتماد اور اعتقاد حاصل کیا ہوا تھا۔آپ کی بات پر لبیک کہنے والے ریاست کے کونے کونے میں موجود تھے۔تصوف اور روحانیت میں آپ کا قد اُس زمانہ میں بھی بہت اونچا تھا۔آپ نے وزیر ہوتے ہوئے ایک مردِ مجاہد کی زندگی گزاری سچے اور کھرے مسلمان کی طرح رہے آپ کی محبت سب کے لئے تھی آپ کے اندر انسانیت کے جذبے کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے آپ کے قریب آکر لوگوں کو تسکین ملتی تھی فیض حاصل ہوتا تھا سکون ملتا تھا۔آپ اپنے والد بزرگوار کے نقش قدم پر چل رہے تھے۔ہر وقت عوام کیلئے کچھ بھی کرنے کو تیار رہتے۔فرقوں اور قبیلوں کے جھگڑے مٹانے میں آپ کا فیصلہ حتمی ہوتا تھا، آپ بغیر لگی لپٹی کے انصاف کرتے تھے۔آپ کا دربار مہا پنچایت کی شکل اختیار کرلیتا تھا جس کے اوپر کوئی پنچایت نہ ہوتی تھی۔[2]

---
[1] ٹھاکر رندھیر سنگھ سابقہ وزیر......[2] چودھری اقبال عظیم

ریاستی اسمبلی میں قد آور شخصیت:- اسمبلی میں آپ کا کردار بڑا تعمیری۔ مثبت اور صاف شفاف تھا۔ صادق صاحب اور قاسم صاحب کے دور میں اسمبلی میں حزبِ اختلاف نہ ہونے کے برابر تھی اس لئے آپ نے کانگریس پارٹی کے اندر ہی ایک ایسا گروپ بنالیا تھا جو حکومت کی کارکردگی پر نظر رکھتا اور جہاں مناسب ہوتا زبردست مخالفت کرتا تھا۔ اگر وزیر کوئی غلط بات کہتا تو اُسے پکڑ لیتے۔ ایک بار ایک وزیر کے بیٹے نے گلمرگ میں کسی سیاح لڑکی سے شرارت کی۔ میاں صاحب نے یہ معاملہ زوردار طریقے سے اسمبلی میں اُٹھایا اور مجرم کو سزا دلوائی۔ سری نگر میں کوئی بھی جلسہ ہو میاں صاحب کے بغیر کامیاب نہ ہوتا تھا۔ جیسے اندرا جی آرہی ہیں تو سب سے طاقت ور جتھا آپ لایا کرتے تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں روایتی پوشاکوں اور لمبی داڑھیوں والے لوگ جب جلسے میں شرکت کرتے تو جلسے کا رنگ ہی کچھ اور ہو جایا کرتا تھا۔ شیخ صاحب کے دور تک کشمیر میں ہونے والے جلسوں میں اکثریت حضرت کے لوگوں کی ہوتی تھی[1]

آپ بڑی پاک صاف اور سنجیدہ سیاست میں یقین رکھتے ہیں سچی بات کہنے میں کبھی نہ جھجکتے ہیں روایتی کلچر اور ورثے کو ساتھ لے کر چلتے رہے۔ اس تہذیبی ورثے کو حضرت نے بدلہ نہیں بلکہ اس کو جاری رکھا اس پر فخر کیا۔ اپنی تہذیب کو دوسروں پر اُجاگر کیا اُسے اپنی زندگی کے حصے کے طور پر ساتھ رکھا۔ روزمرہ کی زندگی کو بھی قبائلی زندگی سے الگ نہیں کیا۔ وہی پوشاک، وہی اُٹھنا بیٹھنا۔ وہی کھانا خوراک وہی اُوڑھنا بچھونا سب کچھ وہی رکھا جو انہیں وراثت میں ملا تھا۔ البتہ اُس میں نفاست پیدا کی۔ بہتری لائی اور منفرد تشخص کی علامت بنایا۔ اپنے لوگوں میں رہنا۔ اپنے لوگوں کی طرح رہنا۔ اپنے لوگوں کی زبان بولنا۔ اپنے لوگوں کی زبان میں واعظ و تبلیغ کرنا۔ اُن کے دُکھ سکھ میں شریک ہونا۔ اُن کی خوشیاں اور غم بانٹنا آپ کی شخصیت کے اہم پہلوؤں میں شامل ہے[2]۔

[1] ٹھاکر رندھیر سنگھ سابقہ وزیر ——— [2] چودھری اقبال عظیم

عرس شریف کے موقع پر مہینوں پہلے مریدوں سے رابطے کرنا مسلمانوں کے علاوہ ہر فرقہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی آمد اور سہولیت کو یقینی بنانا آپ کا معمول رہا ہے۔ یہ آپ کا خلوص اور محبت ہی ہے کہ جس کے باعث زیارت لار پر عرس کا تہوار ہمارے مخلوط کلچر۔ آپسی بھائی چارے اور فرقوں میں محبت اور دوستی کی علامت بن چکا ہے۔

ایک صاحبِ لفظ درویش:۔ جب آپ ریاستی وزارت میں وزیر کے منصب پر فائز تھے۔ اُس وقت بھی آپ کی روحانیت پر اعتقاد رکھنے والوں کا آپ کے دفتر۔ گھر اور دربار لار پر تانتا بندھا رہتا تھا زیادہ تر لوگ بحیثیت وزیر آپ سے کچھ مانگنے کے لئے نہ آتے تھے۔ بلکہ آپ سے روحانی خوشنودی حاصل کرنے آتے تھے۔ وہ آپ کو اپنا پیر سمجھتے۔ پیر خانہ کا ولی مانتے تھے۔ اِن مریدوں میں ایسے لوگ بھی ہوتے تھے۔ جو خوف تناؤ ذہنی دباؤ اور جابروں کے دبدبے۔ اور معاشرے کے ستم کے باعث اندر سے اُجڑے ہوئے اور ویران ہوتے تھے جس کی وجہ سے وہ نفسیاتی بیماریوں کا شکار ہوجاتے۔ اِن بیماریوں کی تکلیف جسمانی بیماریوں سے زیادہ ہوتی ہے ایسی بیماریوں کی تشخیص اور علاج آج کی ادویات اور ڈاکٹروں کے پاس نہیں ہوتا۔ اکثر ایسی بیماریوں کو جنوں بھوتوں کے غلبے اور بدروحوں کے سائے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ایسے لوگ دنیا سے نا اُمید ہوکر حضرت قبلہ میاں صاحب کی چوکھٹ پر روحانی علاج کے لئے آیا کرتے ہیں۔

میاں بشیر احمد صاحب دینی علماء اولیاؤں کے کلام کی وساطت سے ایسے مریضوں سے مخاطب ہوتے اُن سے بڑی محبت اور شفقت سے پیش آتے اُن کے روحانی مسائل کو سمجھنے کی کوشش کرتے۔ محبت اور خلوص کے جذبوں سے اُن کے دلوں تک رسائی حاصل کرتے اُن کی ذات میں اُترتے اور پھر اُن کے نفس میں پھیلی ہوئی بیماریوں کو اس طرح نچوڑ کر صاف کر دیتے۔ جیسے بھیگے ہوئے کپڑے کو نچوڑ کر صاف کیا جاتا ہے۔ پھر وہ تعویز دیتے۔ اور دم کرتے آپ کی محبت اور شفقت اور روحانی عمل کے باعث ایسے مریضوں کے اندر کی ویران اور بے چراغ بستی میں دیا جلنے لگتا۔ کلام کی روشنی انہیں نور نور کر دیتی اور اُن کے اندر پھر سے زندگی کی مہک آنے لگتی ہے۔

اس طرح جو مریض چارپائیوں پر آپ کے پاس آتے وہ چل کر واپس جایا کرتے ہیں ان موقعوں پر آپ اکثر ارشاد فرماتے کہ ''یہ اعتقاد اور اعتماد کی باتیں ہیں۔ جو مانتا ہے اُسے راحت ملتی ہے۔ ورنہ میں تو فقط اللہ کا فقیر ہوں۔ سلسلے کا مرید ہوں اور پاک ولیوں کی درگاہ کا خادم ہوں۔ اس خدمت کے طفیل اگر میری بات میں تاثیر ہے تو یہ مرے اللہ میرے آقا کا کرم ہے۔ اس لئے اُسی کی ٹیک میں رہو۔ اُسی کا آسرا رکھو۔ اُسی کی طرف دیکھو۔ اُسی کے آگے جھکو۔ اُسی سے مانگو کیوں کہ سب برکتیں اُسی کے کرم سے ہیں۔''

۱۹۷۸ء میں میاں بشیر احمد صاحب کی کوششوں سے ریاستی کلچرل[1] اکیڈیمی میں گوجری اور پہاڑی زبانوں کے فروغ کے لئے شعبوں کا قیام

میاں بشیر احمد صاحب کی ذات گرامی ایک سیاست دان سے زیادہ صوفی بزرگ اور روحانی پیشوا کی ہے اور سلسلہ کے لحاظ سے دینی مبلغ کی ہے اس لئے آپ کی سوچ اور شخصیت کسی فرقے تک محدود نہیں۔ آپ ولی اللہ ہیں اور آپ کی روحانی مقبولیت فرقوں نسلوں اور ذاتوں کی حدود اور سرحدوں سے باہر ہے۔ آپ سب کے پیر ہیں۔ کل عالم کی بھلائی چاہتے ہیں آپ کے مریدوں میں گجروں کے علاوہ پہاڑی لوگوں کی بھاری تعداد شامل ہے۔ اس لئے آپ گجر اور پہاڑی تناؤ سے بڑے دکھی ہوتے ہیں۔ آپ کا ارشاد ہے کہ ''ایک تھالی میں کھانے والے، ایک کمرے میں سونے والے اور ایک چشمے سے پانی پینے والے لوگ الگ کیسے ہوسکتے ہیں کیسے بانٹے جاسکتے ہیں۔'' اس لئے آپ نے ہمیشہ دونوں فرقوں کو جوڑنے کی بات کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مرکز سے گجر بکروال طبقے کی ترقی کے لئے ۱۲ کروڑ روپے منظور ہوئے اور اس رقم سے حضرت کی تجویز پر گوجری زبان کے فروغ کے لئے کلچرل اکیڈیمی میں گوجری شعبہ قائم کرنے کی بات ہونے لگی تو آپ نے فرمایا کہ ''اس شعبے میں پہاڑی زبان کے فروغ

[1] اقبال عظیم چودھری، چودھری نسیم پونچھی، حق نواز گوری

پر بھی کام ہونا چاہیے۔" چنانچہ دسمبر ۱۹۷۷ء میں حضرت ایک وفد لے کر وزیر اعلیٰ شیخ صاحب سے ملے اور انہیں بتایا کہ پہاڑی علاقوں میں آباد لوگوں کے تاریخی ثقافتی اور لسانی ورثے کے فروغ کے لئے کلچرل اکیڈیمی میں شعبہ قائم کیا جائے۔ وزیر اعلیٰ نے آپ کی عرضداشت کو سیکریٹری کلچرل اکیڈیمی کے پاس رپورٹ کے لئے بھیج دیا چنانچہ اکیڈیمی کے سیکریٹری محمد یوسف ٹینگ کی رپورٹ پر شیخ محمد عبداللہ صاحب نے ۱۹۷۸ء میں کلچرل اکیڈیمی میں گوجری شعبہ کھولنے کی اجازت دے دی جس میں پہاڑی زبان کے فروغ کے لئے بھی گنجائش رکھی گئی کیونکہ پہاڑی کے لئے الگ سے کوئی گرانٹ نہ تھی چنانچہ اگست ۱۹۷۸ء میں کلچرل اکیڈیمی میں گوجری کا شعبہ وجود میں آ گیا اور ریاست کے نام ور گوجری ادیب نسیم پونچھی اس شعبے کے انچارج مقرر ہوئے۔ اور اسی شعبے میں پہاڑی زبان کے فروغ کے لئے بھی شاخ قائم ہو گئی جس کے انچارج کرناہ سے تعلق رکھنے والے پہاڑی ادیب کریم اللہ قریشی مقرر ہوئے۔ اُس زمانہ میں پہاڑی سیکشن کو گوجری گرانٹ سے ہی رقومات حاصل ہوتی تھیں۔ یہ حضرت میاں صاحب کی فراخ دلی اور قوموں و فرقوں کے تئیں خلوص اور خیر سگالی کی ایک اہم کوشش تھی جس کے تحت آپ نے ریاست کی دو اکائیوں کو جوڑنے کی سعی کی تھی۔ اُس کے بعد ریاست میں گوجری اور پہاڑی زبانوں کے فروغ اور لوک ورثے کی ترقی کا سلسلہ شروع ہوا۔

۱۹۷۸ء میں راقم الحروف کی میاں صاحب سے پہلی ملاقات اور جناب کی شفقت

۱۹۷۸ء کے آس پاس راقم الحروف کے ادبی دنیا میں پہلے قدم تھے اور اس میدان میں قدم جمانے کے لئے بہت سی زبانوں کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔ اسی دوران ۱۹۷۷ء میں پہلی بار ریڈیو کشمیر جموں سے راقم کو گوجری زبان میں مقالہ پڑھنے کی دعوت ملی۔ اگر چہ گوجری زبان میں کبھی نہ لکھا تھا اس کے باوجود محنت کر کے

مقالہ پڑھا جس کی پذیرائی ہوئی تو راقم کا رجحان اردو، پہاڑی اور پنجابی کے ساتھ گوجری کی طرف بھی ہوگیا ۱۹۷۷ء میں ہی راقم نے پونچھ میں انجمن ترقی گوجری ادب پونچھ کی بنیاد رکھی اور سیکریٹری منتخب ہوا۔اسی سال وزیر اعلیٰ شیخ محمد عبداللہ وزراء کے ساتھ پونچھ آئے اور گوجر ہوسٹل کا افتتاح کیا۔اس موقع پر راقم نے گوجری ثقافت پر مبنی زبردست پروگرام پیش کیا جس کی بہت تعریف ہوئی۔اس کے علاوہ انجمن کے تحت ضلع پونچھ میں گوجری مشاعرے اور محفل افسانہ بھی منعقد کراتا رہا۔

۱۹۷۸ء میں حضرت بابا صاحب کے اسرار پر ریاستی کلچرل اکیڈیمی نے ۳ راور ۴ رمارچ ۱۹۷۸ء جموں میں ریاستی سطح کی گوجری کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ ہوا اور دعوت نامے جاری کیے لیکن راقم کو اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت نہ دی گئی۔

اسی دوران فروری ۱۹۷۸ء میں بابا صاحب جو اُس وقت وزیر مملکت برائے انیمل ہسبنڈری تھے پونچھ کے دورہ پر تشریف لائے۔راقم کو اُن کی آمد کا علم ھوا تو انجمن کے صدر سکندر حیات طارق کے ساتھ ملاقات کے لئے ڈاک بنگلہ پونچھ میں گیا۔اُس وقت آپ کچھ آفیسران کے ساتھ سرکاری معاملات پر گفتگو کر رہے تھے راقم نے اپنا نام اور انجمن کا نام لِکھ کر ملاقات کے لیے بھیجا حضرت نے اندر بُلا لیا۔میرا نام پوچھ کر انجمن کا نام پوچھا۔کچھ سوچا پھر ہمارے آنے کی وجہ دریافت کی۔راقم نے عرض کی کہ جموں گوجری کانفرنس ہو رہی ہے اس میں مدعو نہیں کیا گیا۔اس لیے مدد کریں۔

آپ نے پوچھا تم گجر ہو؟۔راقم نے کہا میں گجر بھی نہیں۔مسلمان بھی نہیں۔بلکہ ہندو ہوں لیکن گوجری زبان میں لکھتا ھوں اور انجمن ترقی گوجری اَدب ضلع پونچھ کا جنرل سیکریٹری ہوں۔بابا صاحب نے راقم کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا اور فرمایا ''بُر ہوں تیرو انٹرویو لیوں گو تم باہر بیسو'' راقم اور سکندر طارق باہر آگئے۔کچھ دیر کے بعد آپ بھی باہر آئے۔اور راقم کے ساتھ گوجری زبان میں بات کرنے لگے اُس دور میں راقم کو بھی گوجری زبان پر عبور حاصل نہ تھا اس کے باوجود ٹوٹی پھوٹی گوجری میں جواب دیتا رہا۔پھر آپ نے ارشاد فرمایا'' میں کل جموں جا رہا ہوں وہیں آپ کی درخواست پر غور ہوگا۔'' راقم نے سمجھ لیا کہ انٹرویو میں ناکام ہوگیا ہو ٹھیک تین دنوں کے بعد ڈپٹی کمشنر پونچھ ایس ڈی سنگھ نے راقم کو بُلایا اور کلچرل اکیڈمی کی طرف سے ٹیلی

میاں بشیر احمد اور ڈاکٹر ایس، ایس، بلوریہ جموں کی جانی مانی شخصیت



شری کے۔ ڈی۔ مینی۔ مولف کتاب ''متاعِ فقر و دانش''



میاں بشیر احمد اور چودھری محمد اسلم ۔ وزیر اعظم ہند محترمہ اندرا گاندھی کے ساتھ

ایک یادگار تصویر

گرام دی جس میں راقم کو گوجری کلچرل کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ راقم کے لیے یہ بہت بڑی بات تھی پہلی بار ریاستی سطح پر منعقد ہونے والی اَدبی کانفرنس میں شرکت کا موقع مل رہا تھا۔ لیکن راقم کو صرف آبزرور کی حیثیت سے بُلایا گیا تھا۔ اس کے باوجود راقم نے ایک مقالہ ُریاست کے گجر بکروال قبائل پر لکھا اور جموں روانہ ہوگیا۔ کانفرنس شروع ہونے سے چند منٹ پہلے راقم کلچرل اکیڈیمی کے انڈر سیکرٹری یاسین بیگ سے ملا اور مقالہ پڑھنے کی اجازت چاہی۔ بیگ صاحب نے فرمایا ایسی محفلوں میں مقالے مہینوں پہلے الاٹ ہوتے ہیں اس لیے یہ مقالہ نہیں پڑھا جاسکتا۔ جب راقم نے بار بار اسرار کیا تو یاسین بیگ نے اپنا پیچھا چھڑانے کے لیے کہا آپ کو ہم نے نہیں قبلہ میاں صاحب نے بُلایا ہے۔ وہ اس کانفرنس کے مہمان خصوصی ہیں اور آنے والے ہیں۔ آپ اُن سے ملواگر وہ کہیں گے تو ہمیں یہ مقالہ پڑھوانے میں کوئی اعتراض نہ ہوگا اسی دوران حضرت بابا صاحب وزیر اعلیٰ شیخ محمد عبداللہ اور مادرِ مہربان بیگم اکبر جہاں، بلراج پوری کے ساتھ گلاب بھون جموں میں گوجری کانفرنس میں شرکت کے لیے تشریف لائے اور سیدھے اسٹیج پر چلے گئے راقم کو اُن سے ملنے کا موقع نہ ملا۔ پھر تقریروں کا سلسلہ شروع ہوگیا اُس وقت اسٹیج پر بلراج پوری، محمد یوسف ٹینگ مادر مہربان، حضرت میاں بشیر احمد صاحب اور شیخ محمد عبداللہ بیٹھے ہوے تھے اور پوری صاحب تقریر کر رہے تھے۔ کہ اسی دوران رقم نے ہمت دکھائی سامین کی نشست سے اُٹھا۔ اور اسٹیج پر بیٹھے ہوے قبلہ بابا صاحب کے پاس چلا گیا۔ بابا صاحب نے پوچھا۔ ''آپ آگئے ہو۔'' راقم نے کہا۔ ''آ تو گیا ہوں مگر میں مقالہ پڑھنا چاہتا ہوں'' اور اکیڈیمی والے نہیں مان رہے۔ بابا صاحب نے میرے ہاتھ سے مقالہ لے لیا اور فرمایا جاؤ'' سامین میں بیٹھ جاؤ۔'' راقم واپس آگیا۔ اِناگرل سیشن چلتا رہا حضرت صاحب نے اسی دوران مقالے کو پڑھ لیا پھر آپ نے تقریر کی اور شیخ صاحب نے صدارتی خطبہ پڑھا اور پہلا سیشن ختم ہوا۔ آپ شیخ صاحب اور مادر مہران کو چھوڑنے کے لیے باہر تشریف لائے اور شیخ صاحب کو الوداع کر کے واپس لوٹے تو راقم کو ڈھونڈنے لگے اور راقم کو لے کر سیکرٹری اکیڈمی۔ ٹینگ صاحب سے مخاطب ہوے کہ'' میں نے یہ مقالہ پڑھ لیا ہے مجھے لگتا ہے کہ گجر بکروال طبقے پر لکھا گیا یہ بہترین مقالہ ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ اس نوجوان کو کانفرنس میں مقالہ پڑھنے کی اجازت دیں''.....محمد یوسف ٹینگ نے فرمایا کہ'' آپ کا حکم ہے تو ہمیں کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔'' لہٰذا راقم نے مقالہ پڑھا جس کی بہت تعریف ہوئی۔ دراصل یہ مقالہ پڑھوا کر حضرت

نے راقم کو گوجری زبان گوجری کلچر، گوجری ورثے اور گجر لوگوں کے ساتھ جوڑ دیا۔

اور ایک ایسے رشتے کی بنیاد ڈال دی جو ایک صوفی بزرگ اور ولی ہی ڈال سکتا ہے۔ آج کبھی کبھی راقم سوچتا ہے کہ شائد وہ مقالہ اتنا اچھا نہ تھا۔ شائد میری زبان اتنی بہتر نہ تھی۔ راقم کا گوجری لہجہ بھی شاید ٹھیک نہ تھا۔ یہ تو فقط حضرت کی شفقت تھی۔ اُن کا کرم تھا۔ فرقوں اور مذہبوں کے تئیں اُن کی رواداری تھی۔ دوسروں کو اپنے ساتھ جوڑنے کی سوچ تھی، جس کے باعث اُنھوں نے راقم کی حوصلہ افزائی کی تھی۔ راقم گجر نہ تھا۔ مسلمان بھی نہ تھا۔ اہل زبان بھی نہ تھا اس کے باوجود جو شفقت آپ نے دکھائی وہ شفقت آج بھی راقم کے دل میں ایک نور کی طرح چمک رہی ہے۔ اُس کے بعد راقم نے ہزاروں کانفرنسوں میں شرکت کی۔ سینکڑوں مقالے پڑھے۔ کئی مجلسوں کی صدارت کی لیکن جو خوشی اور سکون مجھے بابا صاحب کی طرف سے وہ مقالہ پڑھوانے پر ملا تھا وہ پھر کہیں نہیں ملا۔ اور اُس کے بعد راقم نے گوجری زبان میں یا گجر قوم کے حوالے سے جو کُچھ لکھا وہ حضرت قبلہ بابا صاحب کی اُس شفقت کا ہی نتیجہ ہے۔

وزیر اعظم محترمہ اندرا گاندھی کا میاں صاحب کے ساتھ احترام سے پیش آنا

۱۹۷۲ء میں لوک سبھا کے انتخاب کے دن تھے۔ اندرا جی نے حضرت بابا صاحب کو حلقہ انتخاب امیٹھی اور رائے بریلی میں کانگریس کے حق میں مُہم چلانے کی دعوت دی۔ انہیں علم تھا کہ آپ اپنی بزرگی اور روحانی شخصیت کے باعث (ووٹران) پر زبردست اثر ڈال سکتے ہیں۔ جب آپ نے محترمہ اندرا جی کی دعوت قبول کی تو وزیر اعظم اندرا جی نے غلام نبی آزاد کو چھٹی لکھی کہ ”میاں صاحب امیٹھی اور رائے بریلی تشریف لا رہے ہیں وہ بہت بڑے ولی، روحانی شخصیت کے مالک ہیں اور اسلام کے اصولوں کے تحت زندگی گزارتے ہیں۔ اس لئے اُن کے مزاج و وطیروں سے آگہی حاصل کریں اور پھر اُسی طرح کا انتظام کیا جائے اور خیال رکھا جائے کہ اُن کی دل آزاری نہ ہو۔“ چنانچہ غلام نبی آزاد صاحب نے آپ کے رائے بریلی پہنچنے سے پہلے ہی جائے نماز اور قرآن شریف سے

لے کر تمام دوسری ضروری چیزوں کا اہتمام اپنی دیکھ ریکھ میں کیا تا کہ وہاں قیام کے دوران آپ کی مذہبی مصروفیات میں خلل نہ پڑے۔

۱۹۷۹ء میں میاں بشیر احمد صاحب کا دورہ پاکستان

جس طرح پانی ہوا اور روشنی کو حدیں اور سرحدیں بانٹ نہیں سکتیں۔ اُسی طرح روحانی جذبوں تہذیبی اقدار اور ثقافتی ورثے کو زمین پر کھینچی گئی مصنوعی لکیریں ٹکڑے نہیں کر سکتیں۔ عوام کے دلوں کے اندر پلنے والی عقیدت کو بھی سیاست کی تلوار سے کاٹا نہیں جا سکتا کیونکہ یہ جذبے زمین کی سطح پر نہیں بلکہ دل کی زمینوں میں اُگتے اور انسان کی ذات کے اندر پھولتے پھلتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دربار عالیہ لار شریف کے عقیدت مندوں اور مریدوں کی بہت بڑی تعداد ریاست کے دوسرے حصے میں آباد ہے اور اُن کا اپنے پیر خانہ کے ساتھ اُسی طرح عقیدت و احترام کا رشتہ ہے جیسے تقسیمِ وطن سے پہلے ہوتا تھا۔ دراصل کشمیر کی درگاہیں۔ آستان اور زیارتیں اور یہاں کے اولیاء اللہ دونوں حصوں کے عوام کی مشترکہ میراث رہی ہے۔ اگر زیارت کھڑی شریف میر پور کے عقیدت منداس طرف آباد ہیں تو زیارت شاہدرہ شریف اور دربار عالیہ لار کے مرید LOC کے اُس پار کے کشمیر کے ہر گھر میں ملیں گے۔ اگر میر پور کے حضرت میاں محمد بخش کا صوفیانہ کلام سیف الملوک کو لوگوں نے اس طرف منہ زبانی حفظ کیا ہوا ہے تو حضرت بابا جی صاحبؒ اور حضرت میاں نظام الدینؒ کا معرفت اور تصوف بھرا کلام اور سی حرفیاں کشمیر کے دوسرے حصے کے عوام ہر روز احترام اور عقیدت کے ساتھ گاتے اور ذہنی سکون و دینی تسکین حاصل کرتے ہیں۔ اور انہیں اپنے پیر خانہ کے ولیوں کے ساتھ اُتنی ہی رغبت ہے جتنی اس طرف کے عقیدت مندوں کو ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ شملہ معاہدہ کے بعد ہندوستان اور پاکستان کے درمیان حالات میں بہتری آئی اور لوگوں کی آر پار آمد رفت شروع ہوئی تو دربار عالیہ لار کے سجادہ نشین میاں صاحب کو اُس پار کے مریدوں کی طرف سے دعوت نامے ملنے شروع ہو گئے۔ اُس زمانہ میں آپ ریاستی حکومت میں وزیر مملکت تھے اور سیاسی لوگوں پر

۶۷ ۲۰۰۸ء میں جموں میں منعقدہ ایک گوجری کانفرنس میں اُس وقت کے وزیر اعلیٰ غلام نبی آزاد کا انکشاف، میاں الطاف احمد

آر پار جانے کی پابندی تھی لیکن قبلہ میاں صاحب کی دینی اور روحانی شخصیت سیاسی حد بندیوں سے بالاتر تھی اسی لئے 1971ء میں حضرت صاحب نے جب کشمیر کے دوسرے حصے کا دورہ کرنے کے لئے ویزا کی درخواست دی تو پاکستان کی حکومت اور پاکستانی زیرانتظام کشمیر کی انتظامیہ نے عقیدت مندوں کی خواہشات کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کے حق میں ویزا جاری کر دیا۔ اور آپ ریاست جموں وکشمیر کے پہلے وزیر تھے جو کشمیر کے دوسرے حصے کے دورے پر جا رہے تھے۔

پاکستان اور پاکستانی زیرانتظام کشمیر کے لئے روانگی

۳۰-اپریل ۱۹۷۹ء کو میاں بشیر احمد صاحب سری نگر سے بذریعہ ہوائی جہاز دہلی روانہ ہوئے۔ دہلی میں دو دن کے قیام کے بعد ۲ رمئی ۱۹۷۹ء کو آپ دہلی سے پی آئی اے کی اُڑان کے ذریعے لاہور پہنچے جہاں سینکڑوں عقیدت مندوں مریدوں اور رشتے داروں نے ہوائی اڈے پر میاں بشیر احمد صاحب کا استقبال کیا۔ رات لاہور میں ڈاکٹر مظفر شاہ کے گھر قیام کیا۔ حضرت صاحب کا لاہور کا یہ پہلا دورہ تھا۔ آپ نے شام کو حضور پر نور عالی جناب داتا گنج بخش کے دربار پر حاضری دی اور دونوں ملکوں کے درمیان دوستی کے لئے دُعا کی۔

۳ رمئی ۱۹۷۱ء کو حضرت صاحب بذریعہ ہوائی جہاز لاہور سے راولپنڈی تشریف لے گئے اور مزار اقدس پر حاضری دی۔ پھر سید عبداللہ شاہ آزاد صاحب کے مزار پر فاتحہ پڑھی اور حاضری دی۔ اپنی ہمشیرہ زہرہ بیگم ؒ سے ملاقات کی یہ بڑے رقت انگیز منظر تھے تقریباً تیس برس کے بعد بھائی اپنی بہن سے ملاقات کر رہا تھا۔

چار مئی کو نور پور سیداں سوہادہ میں رہے اور مریدوں سے ملنے ملانے اور بیعت وتبلیغ کا سلسلہ جاری ہو گیا دور دور سے عقیدت مند آپ کے دیدار سے فیض یاب ہونے کے لئے آنے لگے پانچ مئی کو واپس راولپنڈی چلے گئے اور ہندوستان کے سفیر واجپائی ؒ سے ملاقات کی۔ اسی دوران پاکستان زیرانتظام کشمیر کے صدر بریگیڈیر محمد حیات خان سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے کہا کہ میں دربار کیناں شریف جانا چاہتا ہوں۔ تو بریگیڈیر محمد حیات خان

نے کہا" آپ جہاں جانا چاہتے ہیں خوشی سے جائیں اور ہم خود آپ کو لے چلیں گے۔" پھر آپ واپس سوہاوہ شریف آئے جہاں سابق وزیر اعظم سردار عبدالقیوم خان اپنے خاندان کے ساتھ، آپ سے ملاقات کے لئے لائے اور حضرت سے خاندان کے لئے دعا مانگنے کی استدعا کی۔

دربار کنڈیاں شریف کی جانب روانگی:- دوسرے دن آپ کا قافلہ دربار کنیاں شریف کے لئے روانہ ہوا۔ راولپنڈی سے کوہ مری پہنچے تو سی، آئی، ڈی والوں نے سید شوکت علی شاہ صاحب جو (موصوف کے بھانجے ہیں اور آپ کے ہمراہ تھے) سے کہا کہ " کچھ دیر حضرت صاحب کو کوہ مری روکیں ہمیں حکومت سے اجازت طلب کرنی ہے۔" سخت بارش تھی۔ کئی گھنٹے انتظار کرنا پڑا پھر موصوف خود گاڑی چلا کر مظفر آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ شام کی نماز کے بعد آپ کو ہالہ پہنچے تو پولیس کے ساٹھ جوان کھڑے تھے۔ اُن کے افسر نے حضرت موصوف کی گاڑی کو روکا اور علیک سلیک کے بعد کہا کہ آپ باہر تشریف لائیں ریاستی حکومت کی طرف سے آپ کو سلامی دی جائے گی۔ سلامی کے بعد پولیس کی گاڑیاں بھی آپ کے قافلے کے ساتھ ہوگئیں مظفر آباد میں اوڑی کے سردار خاندان سے تعلق رکھنے والے عبدالعزیز کنسرویٹر فارسٹ کے گھر دعوت تھی۔ حضرت رات کو ہی کینّاں شریف جانا چاہتے تھے لیکن پولیس نے روک لیا اور مظفر آباد کے ڈاک بنگلے میں لے گئے۔ شوکت صاحب بار بار ٹیلی فون کر رہے تھے مگر مظفر آباد میں نہ صدر بریگیڈیر محمد حیات خان تھے۔ نہ وزیر داخلہ اور نہ داخلہ سیکریٹری تھے۔ کسی سے بات نہ ہو سکی۔

---

[1] حضرت میاں نظام الدین کی صاجزادی میاں بشیر احمد صاحب کی بڑی ہمشیرہ زہرہ بیگم کی شادی خانہ آبادی تقسیم وطن کی پہلے حضرت قبلہ سید نوران شاہ صاحبؒ صاجزادے جناب عبداللہ شاہ آزاد ہوئی تھی۔ 1947ء فسادات اور یہ خاندان حد متارکہ اُس پار چلا گیا۔ جہاں بعد میں عبداللہ شاہ آزاد نے سیاست میں قدم رکھا رکن اسمبلی سے اور وزیر تعلیم بھی رہے۔

[2] واجپائی نے آپ کی مصروفیات کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ پروگرام میں دربار کنیاں شریف بھی شامل ہے واجپائی نے نقشے پر دربار کنیاں شریف کا علاقہ دیکھ کر حضرت موصوف سے کہا کہ شاید حکومت پاکستان آپ کو وہاں نہ جانے دے کیوں کہ یہ علاقہ عین سرحد کے قریب واقع ہے۔

آخر چیف سیکریٹری سے بات ہوئی اُس نے کہا کہ ”میں معذرت خواہ ہوں۔ ہمارا قانون اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ حضرت قبلہ کیناں شریف تشریف لے جائیں کیونکہ وہ مقام عین سرحد پر واقع ہے۔“ اُس وقت آپ کو ہندوستانی سفیر کی بات یاد آئی شوکت صاحب کہنے لگے کہ ”یہ تو ہماری کوئی بات نہیں سنتے “۔ یہ سن کر حضرت نے طنزیہ انداز میں ارشاد فرمایا کہ ”پہلے یہ آپ کی کون سی بات سنتے تھے۔“

آبائی وطن نجوڑا شریف کا دورہ:- حضرت میاں صاحب کا دربار کیناں کا دورہ منسوخ ہو چکا تھا لیکن دربار کے سجادہ نشین جناب یاسین صاحب مظفرآباد میں آپ کے پاس ملنے آئے ہوئے تھے۔ چنانچہ کیناں شریف کے بجائے آپ نے اپنے آبائی وطن نجوڑا جانے کا فیصلہ کیا دوسرے دن آپ کا قافلہ نجوڑا کی طرف روانہ ہوا۔ مظفرآباد سے کوہالہ گئے اور پھر گڑھی حبیب اللہ۔ مانسہرہ اور ایبٹ آباد کے راستے نجوڑا کی طرف بڑھے۔

نجوڑا بالاکوٹ ضلع ہزارہ میں واقع ہے۔ بالاکوٹ خوبصورت قصبہ ہے۔ اُس کے پیچھے شوہالاں آتا ہے شوہالاں سے گزر کر نجوڑا کا گاؤں پڑتا ہے۔ نجوڑا تک چھوٹی گاڑی کے لئے ایک کچا سا راستہ تھا۔ لیکن کوئی سڑک نہ تھی۔ اس لئے سفر پیدل طے کرنا تھا۔ شوہالاں کا پل پار کرنے کے بعد آپ اور حضرت میاں یاسین صاحب تھک گئے وہاں سے دو گھوڑوں پر سوار ہو کر نجوڑا پہنچے اور اُس مکان میں دو دن رہے جہاں حضرت قبلہ بابا جی صاحب نے اپنے بچپن کے دن گزارے اور روحانی زندگی کا آغاز کیا تھا۔

نجوڑا کا گاؤں وانگت کی طرح ہی تھا۔ آپ کی آمد کی خبر سن کر نجوڑا میں سینکڑوں لوگ اکٹھے ہو گئے۔ برادری کے قبائل اور رشتے دار ملاقات کے لئے آنے لگے۔ لوگوں نے بیعت کرنے کے لئے استدعا کی تو آپ نے اپنے آبائی گھر کی چھت پر سینکڑوں لوگوں کو بیعت فرمایا قیام کے دوران اپنے خاندان کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کیں اور پھر وہاں سے واپس روانہ ہوئے۔ اس سفر کے دوران آپ کوہ مری۔ کھڑی شریف میرپور جہلم ،کھاریاں گوجرانوالہ، حویلیاں اور راولپنڈی میں مریدوں سے ملاقات کے لئے گئے اور پھر سوہاوہ آ گئے۔ جہاں پاکستان کے زیرِ انتظام کشمیر کے کونے کونے سے عقیدت مند آپ کی زیارت کے لئے آنے لگے۔ ان میں دربار

کنیاں شریف کے الحاج میاں یاسین صاحب، میاں مطیع اللہ صاحب، جناب میاں سرور صاحب، رانا فضل حسین راجوروی، جناب مولانا ذبیح راجوروی، سرور حسین طارق، جناب مہجور صاحب جناب سید پیر جماعت علی شاہ جناب سید برکت شاہ، جناب سید محمد شاہ، جناب پیر یاسین شاہ، جناب سید حیدر شاہ مولوی عبدالعزیز پنچھی اور بے شمار دیگر دوست۔ احباب اور معتقد شامل تھے۔ ایک ماہ اور پانچ دن کے قیام کے بعد پانچ جون ۱۹۷۹ء کو آپ پاکستانی زیر انتظام کشمیر اور پاکستان کے کامیاب دورے کے بعد وطن واپس تشریف لے آئے۔☆

میاں بشیر احمد صاحب کی شیخ وزارت سے علیحدگی

۸۰-۱۹۷۰ء[1] کے عشرے میں کٹھوعہ سے کانگریس کے ایم ایل اے اور حضرت میاں صاحب کی روحانی شخصیت سے متاثر ٹھاکر رندھیر سنگھ نے ایک گفتگو میں بتایا" کہ ۱۹۷۶ء میں جب شیخ صاحب نے نیشنل کانفرنس کو دوبارہ زندہ کیا اس لئے شیخ صاحب نے میاں صاحب کی دینی اور روحانی شخصیت اور عوامی ساکھ و مرتبے کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں کانگریس پارٹی سے کھینچ کر نیشنل کانفرنس کی طرف راغب کیا تھا تا کہ جماعت کو ریاست کے دور دراز پہاڑی علاقوں تک وسعت دی جا سکے اس میں کوئی شک نہیں کہ میاں صاحب نے پارٹی کو مقبول بنانے اور آڑے وقت میں شیخ صاحب کی ہر ممکن مدد کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔"

وزیر اعلیٰ[2] شیخ محمد عبداللہ صاحب بھی آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اور حضرت کی خوشنودی کے لئے ہر بات ماننے کو تیار رہتے تھے لیکن شیخ صاحب کا میاں صاحب کی طرف یہ جھکاؤ اور دوستانہ طرز عمل نیشنل کانفرنس کے اندر کچھ لوگوں کو ہضم نہ ہو رہا تھا۔ اور وہ میاں صاحب کے خلاف سازشوں میں محو ہو گئے۔ ان میں شیخ صاحب کے ایک قریبی رشتے دار بھی تھے جو ریاست کا وزیر اعلیٰ بننے کا خواب دیکھ رہے تھے اور جماعت کے اندر اتھل پتھل

[1] میاں بشیر احمد صاحب کی ڈائری کا ایک ورق ۔ [2] ٹھاکر رندھیر سنگھ سابقہ وزیر

کا سبب بن رہے تھے۔ اُن کی یہ باغیانہ روش حضرت میاں صاحب کو پسند نہ تھی اور انہیں کھری کھری سنانے میں پس وپیش نہ کرتے تھے۔ اسلئے وہ رہنما حضرت میاں صاحب سے کھار کھانے اور ضلع راجوری کے ایک ایم ایل اے کے ساتھ مل کر شیخ محمد عبداللہ صاحب کے آگے آپ کے خلاف زہر اُگلنے میں مصروف ہو گئے۔ پارٹی کے اندر اس سازشی ٹولے کے بارے میں حضرت نے شیخ صاحب کی توجہ مبذول کرائی تو وہ اس بارے میں زیادہ کچھ نہ کر سکے کیونکہ بیمار تھے اور حالات کے ہاتھوں بے بس لگ رہے تھے وہ محسوس کرتے تھے کہ یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں مگر کچھ بھی، نہ کر پا رہے تھے۔ حضرت میاں صاحب کو گجر بکروال طبقہ کو درجہ فہرست طبقوں کے زمرا میں لانے اور کچھ دیگر مطالبات کو لے کر بھی شیخ صاحب سے گلے شکوے تھے کیونکہ 1975ء میں کنگن کانفرنس میں شیخ صاحب نے ان قبائل کے جائز مطالبات کو لے کر جو وعدے کئے تھے وہ ابھی پورے نہ ہوئے تھے اس لئے آپ کے دل میں بھی کھٹاس آ گئی اور آپ نے حالات کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کے بجائے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

میاں بشیر احمد صاحب کی شیخ صاحب سے ملاقات اور شکوہ

سنہ ۱۹۸۰ء شیخ صاحب عمرہ پر جا رہے تھے۔ جموں ہوائی اڈے پر حضرت میاں صاحب نے اُن سے ملاقات کی اور شکوہ کیا کہ مجھے آپ کے ساتھ تین سال ہو چکے ہیں پارٹی میں لاتے وقت آپ نے میرے ساتھ کچھ وعدے کئے تھے جو پورے نہیں ہوئے۔ چونکہ یہ وعدے میرے ذاتی مفاد کے لئے نہ تھے بلکہ میرے لوگوں کی بہبودی کے لئے تھے اور میں اپنے لوگوں کو اُن کا جائز حق دلوانے کی خاطر آپ کے ساتھ آیا تھا۔ ان حالات میں میرا آپ کے ساتھ رہنا ممکن نہ ہوگا۔ شیخ صاحب نے بڑے تحمل اور بردباری کے ساتھ میاں صاحب کو کہا کہ میں عمرہ پر جا رہا ہوں۔ واپس آنے دیجئے ہم آپس میں بیٹھ کر سارے معاملات طے کر لیں گے شیخ صاحب عمرہ سے واپس آئے اور اُنہوں نے میاں صاحب کو منانے کی کوشش بھی کی لیکن سازشی ٹولے نے ماحول کو اتنا پراگندہ کر دیا تھا کہ میاں صاحب کا نیشنل کانفرنس سے اعتبار اُٹھ گیا۔[1]

---

[1] میاں بشیر احمد صاحب کی ڈائری

میاں بشیر احمد صاحب کا شیخ محمد عبداللہ وزارت سے استعفیٰ

۱۹۸۰ء تک آتے آتے میاں صاحب کو سیاسی ماحول سے گھٹن ہونے لگی تھی۔ وہ پارٹی کے حالات سے خوش نہ تھے۔ سرکار میں وزیر ہوتے ہوئے بھی اپنے لوگوں کے لئے زیادہ کچھ نہ کر پا رہے تھے۔ اور اپنے لوگوں کی اقتصادی پسماندگی دور کرنے انہیں درجہ فہرست قرار دینے اور ان قبائل کی ترقی سے وابستہ دیگر مطالبات پورے ہونے کی جو توقعات لے کر وہ نیشنل کانفرنس میں آئے تھے جماعت میں سازشی ٹولے کی حرکتوں کے باعث وہ پوری نہ ہو رہی تھیں اس لئے میاں صاحب نے شیخ صاحب کے ساتھ فیصلہ کن بات کرنے کا من بنا کر اُن سے وقت لیا اور ۱۶/جون ۱۹۸۰ء کو وہ شیخ صاحب سے ملنے اُن کے دفتر گئے۔ کچھ گلے شکوے ہوئے۔ شکایتیں ہوئیں لیکن میاں صاحب کو محسوس ہوا کہ سازشی ٹولے نے کچھ زیادہ ہی زہر اُگلا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنی جیب سے استعفیٰ نکالا اور شیخ صاحب کی میز پر رکھ دیا۔ شیخ صاحب نے کہا ''میاں صاحب یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔'' حضرت نے جواب دیا کہ ''آپ نے ہمارے لوگوں کو درجہ فہرست قرار دلانے اور ان کے دیگر مطالبات ماننے کا وعدہ کیا تھا جو پورا نہ ہوا۔ اگر میرے لوگوں کو حق نہیں ملے گا تو میں یہی کروں گا کیوں کہ میری سیاست اپنی ذات کے لئے نہیں اپنے لوگوں کے لئے وقف ہے۔''

شیخ محمد عبداللہ صاحب نے کہا کہ ''گجر بکروال قبائل کے مطالبات جائز اور برحق ہیں ہم یہ حق ادا کریں گے۔ آپ کے لوگوں کی روزی روٹی کے لئے راستہ نکالیں گے۔ لیکن اس میں وقت لگے گا آپ جلدی کر رہے ہیں۔'' حضرت میاں صاحب کو شیخ صاحب کے اندر بیان میں تلخی کی بو آئی تو خود بھی برافروختہ ہو گئے اور کرسی سے اُٹھتے ہوئے ارشاد فرمایا ''شیخ صاحب روزی دینے والی اللہ پاک کی ذات ہے۔ آپ کب سے میکائیل ہو گئے۔'' اتنا کہہ کر میاں صاحب شیخ صاحب کے کمرے سے باہر آ گئے شیخ صاحب نے آپ کا استعفیٰ منظور کر لیا اور آپ نے پارٹی بھی چھوڑ دی۔ حضرت میاں بشیر احمد کو آنے والے دنوں کا اندازہ تھا جو آگے چل کر صحیح ثابت

ہوا۔ وہ سازشی ٹولہ جو حضرت کی دینی روحانی اور سیاسی شخصیت سے گھبرا کر اُن کے خلاف شیخ صاحب کو ورغلا رہا تھا شیخ صاحب کی آنکھیں بند ہونے کے بعد وہ ریاست جموں وکشمیر کے لئے "میر جعفر" ثابت ہوئے جب اُنہوں نے نیشنل کانفرنس کی پیٹھ میں چھرا گھونپ کر اور فاروق وزارت کو ذبح کر کے اقتدار کے چولہے پر اپنے لئے ضیافت کی دیگ پکائی۔

۱۹۸۰ء میں محترمہ اندرا گاندھی کے میاں صاحب کے ساتھ سیاسی روابط

شیخ وزارت سے استعفیٰ دینے کے بعد میاں صاحب ۱۶، جون ۱۹۸۰ء کو احدوز ہوٹل میں معمول کے مطابق آئے۔ یہاں آپ کی ملاقات میر غلام محمد لسجن سے ہوئی جو کانگریس کے رہنما تھے۔ بابا صاحب نے لسجن کو اپنے استعفیٰ کے بارے میں بتایا تو انہیں یقین نہ آیا اور حیران رہ گیا میر غلام محمد لسجن آپ کو کانگریس صدر مفتی محمد سعید کی کوٹھی پر تکسی باغ لے آیا۔ اُنہوں نے استعفیٰ کے بارے میں سنا تو کہا میاں صاحب آپ نے بڑی غلطی کی ہے۔ ہمیں بتا کر استعفیٰ دیا ہوتا تو ہم وزیر اعظم اندرا گاندھی کو یہاں بلا کر لاکھوں لوگوں کے سامنے آپ کا استقبال کرتے حضرت نے فرمایا کہ "میں نے کسی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ ضمیر کی آواز پر استعفیٰ دیا ہے۔ اس میں کسی نفع یا نقصان کا عنصر نہیں ہے۔" اسی دوران ٹیلی فون کی گھنٹی بجی دوسری طرف دہلی سے محترمہ اندرا گاندھی مفتی صاحب سے مخاطب تھیں وہ مفتی صاحب سے کہہ رہی تھیں آپ نے خبر سنی ہے میاں صاحب نے شیخ وزارت سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ آپ اُن کا خیال رکھیں میں ۲۱ جون کو لداخ آ رہی ہوں آپ میاں صاحب کو میری طرف سے لداخ مدعو کریں اور انہیں لے کر آ جائیں۔[1]

۲۱ - جون ۱۹۸۰ء کو وزیر اعظم ہند محترمہ اندرا گاندھی بذریعہ ہوائی جہاز لیہہ پہنچی میاں صاحب بھی مفتی محمد سعید کے ساتھ لداخ پہنچ چکے تھے۔ آپ کو کانگریس کے کیمپ میں دیکھ کر محترمہ بہت خوش ہوئیں اور ہوائی جہاز

---

[1] میاں جنید نظامی

سے اُتر کر سیدھی میاں صاحب کی طرف بڑھیں اپنی جماعت میں خیر مقدم کرتے ہوئے آپ سے مخاطب ہوئیں ''میرے بھائی لداخ کی ان پوتر پہاڑیوں پر میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ گجر بکروال قبائل کو درجہ فہرست قرار دینے کے جس مطالبے کو لے کر آپ نے وزارت سے استعفیٰ دیا ہے۔ وہ مطالبہ میں پورا کروں گی'' ...... پھر لداخ میں جلسہ ہوا میاں صاحب نے بھی لوگوں کو خطاب کیا۔ وزیر داخلہ گیانی ذیل سنگھ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ جلسے کے بعد محترمہ اندرا گاندھی آپ کو اپنے جہاز میں ہی دہلی لے گئیں۔

دوسرے دِن میاں صاحب کے مطالبات پر وزیر داخلہ گیانی ذیل سنگھ کے ساتھ مذاکرات شروع ہوئے اور رپورٹ تیار ہو کر محترمہ کے پاس گئی۔ اندرا جی نے فائل پڑھ کر آپ سے کہا کہ اگر چہ فائل میں کچھ کمیاں ہیں لیکن میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ ریاست جموں و کشمیر کے پسماندہ اور پچھڑے ہوئے گجر بکروال طبقوں اور خانہ بدوش قبائل کو درجہ فہرست قرار دوں گی کیونکہ یہ اُن کا حق بنتا ہے اور ہندوستان کی حکومت کا اُن پر کوئی احسان نہ ہوگا...... کچھ دنوں کے لئے دہلی میں رُک گئے لیکن اسی دوران سنجے گاندھی کا جہاز حادثے میں انتقال ہو گیا۔ یہ اندرا جی کے لئے زبردست صدمہ تھا۔ حضرت واپس کشمیر آ گئے اور آپ کا مطالبہ اِلتوا میں پڑ گیا۔

میاں بشیر احمد صاحب کی طرف سے زوردار عوامی تحریک

۱۹۸۰ء کے دوران میاں صاحب نے ریاست بھر میں گجر بکروال طبقوں کو درجہ فہرست زمرے میں لانے کے لئے زبردست عوامی تحریک کا آغاز کیا۔ آپ نے ریاست بھر کا دورہ کیا۔ اور گاؤں، قصبوں اور شہروں میں جلسے کر کے اپنے لوگوں کو ایک فیصلہ کن جدوجہد کے لئے تیار کرنے لگے۔ تاکہ انہیں جائز حقوق دلائے جا سکیں۔ سب سے بڑے دو جلسے جموں سیکرٹریٹ کے باہر اور لال چوک سرینگر میں منعقد کئے گئے۔ جن میں ہزاروں کی تعداد میں گجر بکروال قبائل اور میاں صاحب کے عقیدت مندوں نے شرکت کی لال چوک کے جلسے کے دوران پولیس سے تصادم بھی ہوا جس میں حضرت میاں صاحب کو بھی چوٹ آئی۔ آپ کی مخالفین نے ہر طرح سے اس تحریک کو کچلنے کے لئے روڑے اٹکائے لیکن میاں صاحب نے اس جہد وجہد کو جاری رکھا تا کہ پسماندہ طبقہ جات کو

درجہ فہرست قبائل کے زمرے میں لانے کی مہم کو کامیاب کیا جاسکے۔آپ کی مسلسل کوششیں آخرکار کامیاب ہوئیں اور گجر قوم کو درجہ فہرست قبائل کے زمرے میں شامل کیا گیا۔

حضرت باقی باللہؒ کے دربار میں حاضری کے دوران میاں صاحب کا استقبال

۱۹۸۱ء میں محترمہ اندرا گاندھی نے میاں بشیر احمد صاحب کو دہلی تشریف لانے کی دعوت دی محترمہ آپ کی روحانی شخصیت اور عوامی مرتبے سے نہایت متاثر تھیں۔اور عوام کی بہتری اور بہبودی اور کشمیر کے تناظر پر بات کرنے کے لئے حضرت سے تبادلہ خیال کیا کرتیں اور ان کی رائے کو بڑی اہمیت دیتی تھیں۔اس بار میاں صاحب کے دہلی پہنچنے سے پہلے محترمہ نے آپ کے استقبال کے لئے ہریانہ، یوپی اور راجستھان کے ہندو گجروں کو بھی بلالیا تھا جب آپ دہلی پہنچے تو آپ کا اونٹوں پر جلوس نکال کر کشمیر ہاؤس تک لے جایا گیا دہلی میں قیام کے دوران کسی نے میاں صاحب کو بتایا کہ "درگاہ خواجہ حضرت باقی باللہؒ کے بیشتر علاقہ پر ناجائز قبضہ ہو چکا ہے جسے آزاد کرایا جائے۔" پھر آپ کو خواب میں بھی آیا کہ "خواجہ حضرت باقی باللہؒ جو سرہند شریف کے سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مرشد تھے اُن کی زیارت کے علاقہ پر رفیوجی لوگ قابض ہیں اور پامال کر رہے ہے۔" چنانچہ حضرت نے علاقہ پہاڑ گنج دہلی میں واقع درگاہ شریف کا دورہ کیا اور پایا کہ وہاں وسیع علاقہ جو درگاہ کے ساتھ منسلک تھا اور جہاں بزرگوں کی تقریباً چار ہزار قبریں تھیں اُس کے بیشتر حصے پر پناہ گزین اور تاجر قبضہ کئے ہوئے ہیں۔آپ نے یہ مسئلہ وزیر اعظم محترمہ اندرا گاندھی کے نوٹس میں لایا۔محترمہ خود آپ کے ساتھ موقع دیکھنے آئیں اور فوراً زیارت شریف کے علاقے سے ناجائز قبضہ اُٹھوانے اور سارا علاقہ زیارت کے منتظمین کے حوالے کرنے کے احکامات جاری کر دیئے۔

وزیر اعظم محترمہ اندرا گاندھی کے اس فیصلے کے کچھ ہی دنوں کے اندر سرکار نے پاکستان سے آئے ہوئے شرنارتھیوں اور تاجروں کو متبادل جگہ دے کر درگاہ شریف کا سارا علاقہ خالی کر کے زیارت شریف کے سجادہ نشین کے حوالے کیا۔پھر حضرت میاں صاحب کے اسرار پر حکومت ہند نے اُس سارے علاقے کے گرد دس فٹ اونچی دیوار بندی کرائی۔درمیان میں راستے تعمیر کئے اور اس کی خوبصورتی کے اقدام اُٹھائے۔اور پھر ایک بورڈ بھی نسب کیا گیا

جس پر حضرت باقی باللہؒ کے حالات زندگی درج تھے۔ پھر وہاں مسجد بھی تعمیر ہوئی۔ یہ زیارت دہلی کے علاقہ پہاڑ گنج کے کریم محلہ میں موجود ہے اور عہد رفتہ میں اپنی عظمت کا پتہ دیتی ہے۔

سرہندشریف کا دورہ:۔ درگاہ سرہندشریف سلسلہ نقشبندیہ کے لحاظ سے پورے ملک میں اہمیت کی حامل ہے۔ اس پاک خانقاہ کے ساتھ دربار وانگت شریف کی وابستگی حضرت قبلہ باباجی صاحبؒ کے دور سے ہی چلی آرہی تھی۔ جب عالی جناب نے ۱۹۱۷ء میں سرہندشریف پر حاضری دی اور یہاں ریاضت کی تھی۔ پھر سجادہ نشین حضرت میاں نظام الدینؒ بار بار اس درگاہ کی زیارت کو جاتے رہے اور وہاں چلہ کاٹتے رہے۔ میاں نظام الدینؒ کے ساتھ اکثر حضرت میاں بشیر احمد صاحب بھی تشریف لے جایا کرتے تھے سلسلہ کی نسبت سے آپ کو اس زیارت پاک کے ساتھ بڑی عقیدت رہی ہے۔

۱۹۴۸ء میں پنجاب کے بگڑتے حالات کے باعث سرہندشریف کے سجادہ نشین کے خاندان کو دربار عالیہ وانگت شریف میں رکھا اور اُن کی خدمت میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی تھی ۱۹۷۲ء میں حضرت میاں نظام الدینؒ کے وصال کے بعد آپ نے زیارت شریف کے ساتھ رشتے کو اور زیادہ مضبوط بنایا اور تقریباً ہر سال سرہندشریف جایا کرتے اور محترمہ اندرا گاندھی کی جانب سے بھی مالی معاونت کروائی۔

۱۹۸۱ء میں حضرت میاں صاحب دہلی سے براس آئے جہاں ۱۲ اولیاؤں کی قبروں پر حاضری دی پھر سرہند شریف زیارت کے لئے تشریف لائے جو براس سے ۱۲ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ اسی دوران زیارت سرہند شریف کے لنگر کے لئے ریاست جموں وکشمیر کی جانب سے سات ہزار روپے ماہانہ منظور کرایا[1]۔

---

[1] میاں بشیر احمد صاحب، [2] چودھری اقبال عظیم، [3] میاں ارشاد احمد

درہال سے میاں بشیر احمد صاحب کا ریاستی اسمبلی کا انتخاب لڑنا

مقام اور مرتبہ:[1]- ۱۹۸۳ء میں الیکشن کا اعلان ہوا تو اُس وقت میاں صاحب کانگریس پارٹی میں تھے۔لیکن آپ کی عوامی مقبولیت پارٹی اور جماعت سے بالاتر تھی۔ بلکہ سیاسی جماعتوں کی مقبولیت میاں صاحب کی وجہ سے ہوا کرتی تھی۔آپ جہاں بھی ہوتے جس جماعت میں بھی ہوتے لوگ آپ کے روحانی مرتبے اور دینی شخصیت کے باعث اُسی طرف آجایا کرتے تھے۔اُس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ آپ طبقہ اور جماعت سے اُوپر اُٹھ کر عام آدمی کے ساتھ جڑتے۔اُن کی قدر کرتے۔اُن کے لئے جدوجہد کرتے دینی اصلاح کرتے۔سیاسی اور سماجی رہبری کرتے اُن کے ساتھ رہ کر اُن کی طرح ہی زندگی گزارتے رہے۔اگرچہ آپ عالی مقام ہیں لیکن آپ نے اپنے مقام اور مرتبے کی طرف کبھی نہ دیکھا بلکہ صرف عوام کی طرف دیکھا اس لئے عوام نے بھی ہر دور میں رہبری کی خاطر آپ کی طرف ہی دیکھا اور آپ کے طرف دار بنے کیوں کہ میاں صاحب نے ہر دور میں اور ہر حال میں عوام کی خوشیوں کے خواب بُنے ہیں۔

انکساری، حلیمی اور مروّت کے جذبوں سے تربتر گفتگو سے مخاطب ہونے کے انداز کے باعث آپ عوام کے دلوں میں اُتر جاتے ہیں اور اُن کے دِلوں کے بادشاہ بن جاتے ہیں۔آپ ریاست جموں و کشمیر کی دینی، سماجی اور سیاسی زندگی کا وہ باب ہیں جس کے بغیر ریاست کی تاریخ مکمل نہیں ہوتی۔ملی خدمات کے لحاظ سے آپ کا قد اور مرتبہ بہت اونچا ہے اور آپ کی شخصیت آفاقی ہے جس میں کل عالم سمایا ہوا ہے۔

[1] میاں الطاف احمد

روایتی طور پر آپ کنگن سے چناؤ لڑا کرتے تھے۔ جہاں سے آپ کے والد محترم نے ۱۹۵۲ء سے لے کر ۱۹۶۷ء تک عوام کی نمائندگی کی تھی اور پھر خود میاں صاحب نے ۱۹۶۷ء، ۱۹۷۲ء اور ۱۹۷۷ء میں کنگن سے ہی چناؤ جیتا تھا۔ لیکن ۱۹۸۳ء میں جب چناؤ کا بگھل بجا تو علاقہ پونچھ راجوری کے لوگوں نے حضرت سے اصرار کیا کہ اس بار اُن کے علاقے سے چناؤ لڑیں چونکہ راجوری پونچھ خطہ کے ہر گھر میں دربار لار آباد ہے اور یہاں کے عوام کی دربار عالیہ سے وابستگی عقیدت واحترام کی آنچ کو ہر وقت گرم رکھتے رہے ہیں۔ کیوں کہ دربار عالیہ لار سے عقیدت کا رشتہ پچھلی ایک صدی سے قائم ہے۔

راجوری پونچھ کے عوام کی محبت اور عقیدت کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ الیکشن سے ایک ماہ پہلے کانگریس کے صدر جناب مفتی محمد سعید کے ساتھ راجوری تشریف لائے۔ درہال کے دورہ پر نکلے جہاں ہزاروں لوگوں نے آپ کا استقبال کیا اور پہاڑی طبقہ کی عورتیں بھی ہزاروں کی تعداد میں اُمڈ پڑیں اور آپ سے کہا کہ "درہال حلقہ سے چناؤ لڑیں اور یہاں کا بچہ بچہ آپ کا ساتھ دے گا۔" آپ نے ملک برادری کی عورتوں سے اُس کی وجہ پوچھی تو ایک بی بی نے کھڑے ہو کر کہا "ہمارا آپ کے ساتھ عقیدت کا رشتہ ہے۔ ہم آپ کے مریدین میں شامل ہیں ہمارے سارے ووٹ آپ کے ہیں ہمارا مطالبہ اور خواہش ہے کہ آپ ہماری نمائندگی کریں اور درہال اسمبلی حلقہ سے چناؤ لڑ کر ہماری پذیرائی کریں۔"

چنانچہ میاں صاحب نے درہال حلقے سے چناؤ لڑنے کا اعلان کر دیا۔ درہال ملکاں سے ایڈوکیٹ صادق ملک نے حضرت سے استدعا کی کہ "اگر آپ چناؤ میں آتے ہیں تو میں دستبردار ہو جاؤں گا۔"

لیکن جب کاغذات نامزدگی واپس لینے کا وقت آیا تو ملک صاحب میدان میں ڈٹ گئے۔ دوسری جانب نیشنل کانفرنس کی طرف سے چودھری محمد حسین کو منڈیٹ ملا۔ اس لئے کڑا مقابلہ رہا۔ یہ ایک زبردست سیاسی چیلنج تھا لیکن آپ کو اپنے لوگوں کے علاوہ عام آدمی پر بھی اعتماد تھا۔ ہر فرقے اور مسلک کے عقیدت

مندوں نے گھر گھر جا کر مہم چھیڑ دی۔ اُدھر علاقہ بدھل کی تمام ہندو آبادی نے اعلان کر دیا کہ وہ دربار عالیہ لار شریف کے ولیوں کا احترام کرتے ہیں۔ اس لئے اُن کا ووٹ حضرت میاں صاحب کی امانت ہے۔ اسی دوران حضرت میاں صاحب کو خواب میں زیارت شاہدرہ شریف کے ولی نے جلوہ دکھایا اور ارشاد فرمایا کہ "آپ آرام کریں میرے مُرید آپ کے لئے کام کریں گے۔" چناو مہم میں محترمہ اندرا گاندھی نے بھی درہال حلقہ میں آ کر آپ کے حق میں جلسوں کو خطاب کیا[1]۔

چناو مُہم کے دوران میاں صاحب ڈاک بنگلہ راجوری کے کمرہ نمبر چار میں قیام پذیر تھے ہر روز ہزاروں لوگ قبلہ حضرت میاں صاحب کے پاس اپنی حمایت کا اظہار کرنے کے لئے آتے تھے۔ لوگ رات کو ڈاک بنگلہ کی سیڑھیوں پر ہی سو جایا کرتے تھے۔ چناو مہم کی باگ ڈور میاں الطاف احمد تھامے ہوئے تھے۔ آپ نے عوامی رابطے کے سلسلے میں گاؤں گاؤں کا دورہ کیا۔ جبکہ میاں صاحب اس وقت بھی سیاست سے زیادہ روحانیت کی طرف لوگوں کو راغب کرنے میں مصروف رہے۔ چناو کے سلسلے میں ووٹ ڈالنے کا وقت آیا تو دھاندلی کا اندیشہ تھا راجوری کے ڈپٹی کمشنر عبدالخالق بٹ چناو سے ایک دن پہلے تک کسی خاص سیاسی جماعت کے حق میں کام کر رہے تھے مگر عوام نے تمام تر مشکلات کے باوجود اپنا ووٹ میاں صاحب کو دیا جب ووٹ شماری کا وقت آیا تو ڈپٹی کمشنر لیت و لعل کرنے لگا اُس وقت میاں الطاف صاحب کی ڈپٹی کمشنر سے زبردست جھڑپ ہوگئی اور بات ہاتھا پائی تک جا پہنچی ان حالات میں ڈپٹی کمشنر کو چناو نتائج کا اعلان کرنا پڑا اور سخت مقابلے کے بعد میاں بشیر احمد صاحب نے چار ہزار ووٹوں کی اکثریت سے یہ چناو جیت لیا۔ اس جیت میں کسی خاص فرقے کے ووٹ نہ تھے بلکہ گجر، پہاڑی بکروال، کشمیری، ہندو اور سکھوں نے مل کر صاحب موصوف کو ووٹ دیا تھا جبکہ بدھل کی ہندو برادری نے سو فی صد ووٹ حضرت بابا صاحب کے حق میں ڈالے تھے۔

[1] چودھری محمد شفیع گورسی

میاں بشیر احمد صاحب کا انتخاب میں حصہ نہ لینے اور دین کے فروغ کے لئے کام کرنے کا اعلان

۶ رجون ۱۹۸۳ء جب چناؤ نتائج کا اعلان ہوا تو اُس وقت راجوری ڈاک بنگلے کا سبزہ زار لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا درہال حلقہ کے علاوہ راجوری کے ہزاروں لوگ بھی آپ کو مبارک باد دینے کے لئے اُمڈ آئے تھے۔ اُس وقت حضرت میاں صاحب عوام سے یوں مخاطب ہوئے۔ ''مجھے کامیاب کر کے آپ نے دربار عالیہ لار سے اپنی وابستگی کا ایک بار پھر اظہار کیا ہے۔ جو اعتماد اور بھروسہ آپ نے مجھ پر کیا ہے اُس کے لئے میں آپ کا احسان مند ہوں۔ لیکن آئندہ آپ اللہ پر بھروسہ کریں۔ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ مجھے اب سیاست پر بھی بھروسہ نہیں رہا۔ آج کے بعد میں کسی الیکشن میں حصہ نہیں لوں گا۔ اب میں صرف آپ کے دینی معاملوں کا حصہ دار بنوں گا۔ دین اور سلسلہ کی خدمت انجام دوں گا میں سیاست میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا دراصل میں نے یہاں ایک روحانی تماشہ دیکھا جس میں راجوری کے اولیاء حضرت غلام شاہ بادشاہؒ حضرت بابا جی صاحبؒ اور دیگر ولی ہوائی گراونڈ راجوری کے قریب باطنی طور پر ظاہر ہو کر مجھے سلسلہ اور دین کی طرف بلا رہے تھے۔ اس لئے آئندہ میں الیکشن نہ لڑوں گا۔ اب مجھے جلسے کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں زیارت شاہدرہ چلا ہوں۔

۲ رجولائی ۱۹۸۴ء کو فاروق عبداللہ سرکار کی موقوفی پر میاں صاحب کی برہمی

غلام محمد شاہ نے جو بغاوت ۱۹۸۴ء میں کر کے ڈاکٹر فاروق عبداللہ وزارت کا تختہ پلٹا اور نیشنل کانفرنس میں دراڑ ڈالی اُس کی تیاری وہ شیخ محمد عبداللہ کے عہد سے ہی کر رہے تھے اور نیشنل کانفرنس میں موجود کچھ کالی

بھیڑوں کو اپنا ہمنوا بنانے میں محو تھے ۔ میاں صاحب کو غلام محمد شاہ کے ان عزائم کا بخوبی اندازہ تھا اور اُنہوں نے شیخ صاحب کو باخبر بھی رکھا ہوا تھا۔ لیکن سازشی ٹولے نے میاں صاحب اور شیخ صاحب کے درمیان اختلاف پیدا کیے اور آپ نے جب دیکھا کہ اپنے لوگوں کے لئے کارگر طریقے سے کام نہیں کر سکتے تو ۱۹۸۰ء میں وزارت ترک کردی اور نیشنل کانفرنس چھوڑ دی ۔ اسی دوران ۱۹۸۲ء میں جب شیخ محمد عبداللہ سخت علیل ہوئے تو عیادت کے لئے شیخ صاحب سے ملنے گئے دونوں کے درمیان ایک گھنٹے تک دین سلسلہ اور کشمیر کے تناظر پر بات ہوئی لیکن شیخ صاحب اتنے بیمار تھے کہ حضرت اشکبار آنکھوں سے اُن کے گھر سے باہر آئے اور کچھ ہی دنوں کے بعد 8 ستمبر کو شیخ صاحب رحلت فرما گئے ۔ اُس وقت بھی غلام محمد شاہ اقتدار پر ہاتھ صاف کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے مگر مرکزی حکومت نے نیشنل کانفرنس اور عوام کی امنگوں کے مطابق ڈاکٹر فاروق عبداللہ کو وزیر اعلیٰ کا حلف دلا دیا تھا۔

پھر ۶ رجون ۱۹۸۳ء کے ریاستی اسمبلی انتخاب کے بعد جب فاروق عبداللہ دوبارہ برسر اقتدار آ گئے تو نیشنل کانفرنس کے سرکش عناصر نے ریاستی گورنر جگ موہن سے مل کر مرکز اور ڈاکٹر فاروق عبداللہ کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کی کوششیں تیز کر دیں اور پھر ۲ رجولائی ۱۹۸۴ء کو نیشنل کانفرنس کے اٹھارہ ممبران کو توڑ کر گورنر جگ موہن نے غلام محمد شاہ کو وزارت اعلیٰ کا حلف دلا دیا۔ ۔ ۔ تو ریاست کے عوام ہکے بکے رہ گئے ۔

۱۹۸۴ء میں راجیو گاندھی کا ریاست کا دورہ اور میاں صاحب سے ملاقات

ریاست کے اس سیاسی نشیب و فراز سے حضرت میاں صاحب نہایت نالاں تھے ۔ اگر چہ شاہ وزارت کانگریس کی مدد سے برسر اقتدار آئی تھی جس کے وہ رکن تھے لیکن آپ کو ریاستی کانگریس پارٹی کی یہ روش پسند نہ آئی ۔ کیوں کہ عوام کی نمائندہ سرکار کو ہٹانا ریاست اور ملک کے مفاد میں نہ تھا۔ آپ نے اپنی ناراضگی کا اظہار دہلی میں وزیر اعظم محترمہ اندرا گاندھی سے کیا۔ ان حالات میں محترمہ اندرا گاندھی نے ستمبر ۱۹۸۴ء میں راجیو گاندھی کو حضرت بابا صاحب سے ملنے اور سیاسی حالات کی ٹوہ لینے کے لئے سری نگر روانہ کیا۔

راجیو گاندھی ۵ رستمبر ۱۹۸۴ء کو سری نگر پہنچے پھر میاں بشیر احمد صاحب کی دعوت پر سونمرگ چلے گئے

سونمرگ میں رات کی دعوت میں مفتی محمد سعید اور مولانا افتخار حسین انصاری بھی مذاکرات میں شامل ہوئے۔
دوسرے دن حضرت میاں صاحب اور افتخار انصاری نے راجیو کو بتایا کہ ریاست میں گورنر نے نیشنل کانفرنس کی حکومت ختم کر کے ۱۹۵۳ء کی یاد تازہ کرادی ہے۔اور عوام کے زخم پھر ہرے ہوگئے ہیں۔کشمیر کا مسئلہ ایک بار پھر ملک کے لئے دردِ سر بننے جارہا ہے اس لئے اگر کشمیر میں حالات کو درست رکھنا ہے۔تو چیزوں کو پھر سے اپنے مقام پر رکھنا ہوگا اور فاروق صاحب کو اعتماد میں لینا ہوگا۔راجیو گاندھی نے حضرت قبلہ باباصاحب کے خیالات سے اتفاق کیا اور کہا کہ وہ اُن کے جذبات کو اندرا جی تک پہنچادیں گے۔



۱۹۸۴ء کو وزیراعظم ہند محترمہ اندرا گاندھی نے میاں صاحب کو صدر کانگریس مفتی محمد سعید کے ساتھ دہلی آنے کی دعوت دی۔آپ کے ساتھ راجوری سے مرزا عبدالرشید بھی تھے۔دہلی میں اس ملاقات کے دوران جب کشمیر کے تناظر کی بات چلی تو میاں صاحب نے کُھل کر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔اُس وقت محترمہ اندرا گاندھی نے میاں صاحب سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ ''میں جانتی ہوں آپ شاہ منسٹری سے خفا ہیں اور میں بھی نہیں چاہتی تھی کہ اس طرح فاروق حکومت اُلٹ جائے میرے بھائی ہم دوبارہ الیکشن لڑنے جارہے ہیں۔اُس کے بعد کشمیر کی سیاست بدلے گی اور اگلی حکومت آپ کی اور عوام کی امنگوں کے مطابق وجود میں آئے گی چاہئے کانگریس کو قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے''......محترمہ اندرا گاندھی کی یہ بات سن کر باباصاحب نے ارشاد فرمایا کہ ''اس وقت میں ریاست میں کسی کی حکومت بنوانے نہیں آیا بلکہ مجھے آپ کی جان کی فکر ہے۔

میاں بشیر احمد صاحب کی ۱۹۸۵ء میں حج بیت اللہ کے لئے روانگی

حج ہر مسلمان پر فرض کیا گیا ہے میاں صاحب بھی یہ فرض جلد سے جلد ادا کرنا چاہتے تھے۔وزیراعظم محترمہ اندرا گاندھی کے عہد میں آپ کو دوبار حج کمیٹی کا ممبر نامزد کیا گیا لیکن آخری وقت پر آپ یہ فریضہ ادا نہ کرسکے تھے۔
نومبر ۱۹۸۴ء میں راجیو گاندھی وزیراعظم بنے تو وہ بھی آپ کو احترام اور عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔اس لئے

1985ء میں جب حج بیت اللہ پر جانے کا وقت آیا تو ایک دن میاں صاحب بٹہ مالو سری نگر میں ڈاکٹر علوی کے پاس تشریف رکھتے تھے۔ تو پولیس پارٹی آپ کو ڈھونڈتے ہوئے وہاں پہنچی اور بتایا کہ ڈویژنل کمشنر ملاقات کرنا چاہتے ہیں موصوف ڈویژنل کمشنر حمید اللہ کے پاس آئے تو اُس نے آپ کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈالتے ہوئے بتایا کہ حکومت ہند کی طرف سے آپ کو حج وفد کا ممبر بنایا گیا ہے۔ اس لئے آپ کل ہی دہلی پہنچیں۔ اس ڈیلی گیشن میں ڈاکٹر فاروق عبداللہ اُن کی والدہ محترمہ اکبر جہاں، سیف الدین سوز اور کچھ دوسرے ممبر بھی شامل تھے۔

میاں صاحب تار وصول کر کے تلسی باغ میں چودھری محمد اسلم صاحب کے بنگلے پر تشریف لائے اور پھر اہلیہ محترمہ غلام مریم صاحبہ کو وانگت سے سری نگر بلا لیا تا کہ تیاریوں کے بارے میں مشورہ کیا جا سکے۔ جہاں محترمہ غلام مریم نے آپ کو مبارک باد پیش کی اور اصرار بھی کیا کہ اِس فریضہ میں اُن کو بھی ہم سفر بنایا جائے۔ چنانچہ دوسرے دن آپ دہلی روانہ ہوئے۔ وزیر اعظم راجیو گاندھی سے ملاقات کی اور کہا کہ "میری اہلیہ بھی اس ڈیلی گیشن کے ساتھ جانے کی خواہش رکھتی ہیں تا کہ حج کر سکیں۔" راجیو گاندھی نے اُسی وقت منظوری دے دی۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ "ہماری دیکھ بھال کے لئے بھی ایک شخص کی ضرورت ہوگی۔" وزیر اعظم نے اُس کی منظوری بھی دے دی اور شرف دین دیکھ بھال کے لئے منتخب ہوا۔

دوسرے دن میاں صاحب دہلی سے سری نگر آئے اور وانگت تشریف لے گئے۔ اُسی دن وانگت سے شاڑی ڈھوک میں گئے اور اپنے خاندان کی بزرگ پھوپھی جان کی خوشنودی حاصل کی دوسرے دن چھوٹی مسجد میں نماز ادا کی۔ آپ بذریعہ ہوائی جہاز دہلی روانہ ہوئے اور پھر حج ڈیلی گیشن کے ساتھ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ جہاں آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ کے ہمراہ مذہبی احترام اور عقیدت کے ساتھ حج کا فریضہ ادا کیا اور مدینہ منورہ کی زیارت کی حج کے بعد ڈیلی گیشن جدہ میں آیا۔ یہاں سرکار کی طرف سے انتظام تھا اور ڈیلی گیشن کے ممبر ایک ہی ہوٹل میں قیام کر رہے تھے۔ جن میں ڈاکٹر فاروق عبداللہ اور اُن کی والدہ بیگم اکبر جہاں۔ سیف الدین سوز اور بیکل اُتساہی شامل تھے۔

جدہ میں دربار لار شریف کے ایک پرانے مرید سورن کوٹ پونچھ کے قاضی عزیز الدین کے پوتے قاضی فقر دین مقیم تھے۔ یہ خاندان 1947ء میں پاکستان چلا گیا تھا اور وہاں سے جدہ میں آ کر تجارت کر رہے تھے۔ قاضی

بحیثیت سوشل ویلفیر منسٹر حضرت میاں بشیر احمد، کنہیالال پسوال ہوم منسٹر ہریانہ، نامور ڈوگری شاعر

دینو بھائی پنت، میاں جنید نظامی



جناب میاں بشیر احمد اپنی رہائش گاہ پر ڈائریکٹر جنرل آل انڈیا ریڈیو

مسٹر چیٹر جی، کے، کے نیر اور بشیر بٹ کے ساتھ

فقردین نے پاکستان میں اپنی امی سے کہا کہ ”میاں بشیر احمد صاحب یہاں آئے ہوئے ہیں۔“ تو اُنہوں نے اصرار کیا کہ کسی طرح مجھے ان سے ملاقات کا شرف حاصل کروائے۔ پھر وہ راولپنڈی سے مریدوں کا ایک جہاز لے کر جدہ پہنچیں جن میں حضرت پیر عمران شاہ صاحبؒ کے پوتے بھی شامل تھے۔ سب نے اپنے مرشد سے ملاقات کی اور دینی وروحانی فیض حاصل کیا۔ اُس ہوٹل میں ہندوستان، پاکستان کشمیر اور دوسرے کئی ملکوں کے بہت مرید اکھٹے ہوگئے اور حضرت سے استدعا کی کہ انہیں بیعت فرمایا جائے ہوٹل کا سارا لان مریدوں سے بھر گیا تھا۔ آپ مریدوں کو واعظ وتبلیغ کر رہے تھے۔ اسی دوران بیگم شیخ محمد عبداللہ بھی اپنے کمرے سے نکل کر اس دینی مجلس میں شامل ہوگئیں اور قاضی فقردین کی امی جان کے پاس اس طریقے سے احترام کے ساتھ دوزانوں بیٹھ گئیں۔ کہ سب حیران ہوگئے۔ ڈاکٹر فاروق عبداللہ دور سے اس منظر کو بڑے اشتیاق کے ساتھ دیکھ رہے تھے جب آپ نے وعظ شروع کیا تو اللہ ہو کرتے ہوئے سینکڑوں لوگ وجد میں آگئے اور کچھ بے ہوش ہوگئے۔ اس مجلس پر آپ کی تبلیغ کا اثر دیکھ کر بیگم اُتساہی نے فرمایا...... ”ہم تو بے کل ہی رہے ہماری کل بھی درست کر دیجئے......“ دوسرے دن حج ڈیلی گیشن کے ساتھ آپ کی اہلیہ محترمہ غلام مریم اور شرف الدین بخیریت دہلی پہنچ گئے۔

ریاستی کلچرل اکیڈیمی کے ایڈیشنل سیکریٹری معراج الدین حج وفد کے ہمراہ تھے۔ وہ بتاتے ہیں کہ حج کے دوران ہر جگہ میاں صاحب کو اُن کے مریدوں اور دربار عالیہ لار کے عقیدت مندوں نے گھیرے رکھا۔ ان میں ہندوستان پاکستان۔ کشمیر کے دونوں حصوں و دیگر ممالک سے آئے ہوئے مرید شامل تھے۔ یہ شاید روحانی کشش کی بات تھی۔ دینی مرتبے کی بات تھی یا پھر بلند ستارے کی بات تھی کہ لوگ آپ کی بات سننے کو بیتاب تھے اور حج کے دوران اتنے لوگ آپ کے اردگرد رہتے تھے جتنے وہاں کے بادشاہ کے ساتھ بھی نہ رہتے تھے۔[1]

1. چودھری اقبال عظیم

۱۹۸۶ء میں ''اشعارِ نظامی'' کی اشاعت

اشعار نظامی قبلہ میاں نظام الدین'' کی سی حرفیوں کا مجموعہ ہے۔ باباجی صاحب'' نے اگر ریاست جموں وکشمیر میں پنجابی صوفیانہ اور تصوف پر مبنی شاعری کی بنیاد رکھی تو میاں نظام الدین صاحب'' نے ۱۹۲۶ء سے ۱۹۴۷ء تک اس بنیاد پر صوفیانہ شاعری کا ایسا برُج تیار کیا اور اُس پر حق اور معرفت کی وہ شمع روشن کی جس کا نور ریاست جموں وکشمیر تک ہی محدود نہ رہا بلکہ باہر تک بھی پھیلتا چلا گیا۔ میاں نظام الدین صاحب'' نے ریاست میں پنجابی صوفیانہ شاعری کو ایک تحریک کی شکل دی اور سینکڑوں شعرا نے آپ سے استفادہ حاصل کیا آپ نے جم کر شاعری کی۔ ڈوب کر شاعری کی اور سوچ سمجھ کر عوام کی سوچوں قدروں پر مبنی ایسی شاعری کی جو لوگوں کے دلوں میں اُترتی چلی گئی۔ اور عقیدت مندوں نے آپ کی شاعری کو منہ زبانی حفظ کر لیا اور اپنی زندگی کا حصہ بنالیا۔ اس کے باوجود میاں نظام الدین صاحب'' نے اپنے کلام کو کتابی شکل دے کر شائع نہ کرایا اور نہ ہی اس کی شیرازہ بندی کی۔ آپ کاپیوں اور کاغذوں پر شعر لکھ کر سناتے رہتے اور بیدار لوگ انہیں حفظ کر لیا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ میاں نظام الدین صاحب'' کے وصال تک جاری رہا۔ چنانچہ ۸۵-۱۹۸۴ء میں میاں بشیر احمد صاحب نے والد محترم کے کلام کو اکٹھا کیا اُس کی شیرازہ بندی کرائی اور ریاستی حکومت کے محکمہ اطلاعات نے اس کتاب کی اشاعت میں معاونت کر کے اس نایاب اور کم یاب کلام کو منظر عام پر لایا۔ حضرت میاں بشیر احمد اس کتاب کے دیباچہ میں تاخیر سے اشاعت کو دینی رنگ میں اس طرح پیش کرتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ''ایک بادشاہ نے بہت سی نعمتیں اپنی جنگلی اور وحشی رعیت میں تقسیم کرنے کے لئے رکھیں۔ اور کہا کہ جوں جوں ان لوگوں کو عقل آتی جائے گی توں توں عمدہ نعمتیں اُن میں تقسیم ہوتی جائیں گی۔ اور جو نعمت سب سے اچھی اور عمدہ ہوگی وہ سب سے آخر میں بٹے گی۔ بادشاہ نے ان نعمتوں کو تقسیم کرنے کے لئے خادم مقرر کر دیئے جو نعمتیں تقسیم کرتے رہے یہاں تک کہ آخری نعمت رہ گئی۔ اُس وقت وہ لوگ بھی اس نعمت کے لائق ہو چکے تھے جو سب سے اچھی تھی۔ ایسی ہی بات میاں نظام الدین لاروی'' کی شاعری کی کتاب اشعار نظامی پر بھی صادق آتی ہے[1]......''

[1] چودھری اقبال عظیم

۸۷-۱۹۸۶ء کے دوران میاں صاحب کا کانگریس اور نیشنل کانفرنس کو قریب لانے میں کلیدی رول

۸۶،۱۹۸۵ء اور ۸۷،۱۹۸۶ء کے دوران میاں صاحب نے کشمیر میں عوام کے رجحان اور اُن کے غصے کو دیکھ کر آنے والے واقعات کا اندازہ لگا لیا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ عوام کی خواہشات اور اُمنگوں کا احترام کیا جائے اور کشمیر کے تناظر کو مفاہمت اور مصالحت کے جذبوں سے اور نیک نیتی کے ساتھ حل کیا جائے۔ جس کے لئے نیشنل کانفرنس کے گلے شکووں کو دُور کر کے اس جماعت کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں اور ناانصافیوں کا ازالہ ہو سکے۔ حضرت موصوف نے دہلی میں اپنے دوستوں رام چندر وِکل۔ اوتار سنگھ بڈھانہ اور راجیش پائلٹ کے ساتھ اس مسئلے پر گفت شنید جاری رکھی اور راجیو گاندھی کے ساتھ اس معاملے پر بات کر کے کانگریس پارٹی اور فاروق عبداللہ کی نیشنل کانفرنس کے درمیان اختلافات اور غلط فہمیاں دور کرانے اور بات چیت کے لئے سازگار ماحول پیدا کرنے کے لئے درپردہ کوشش جاری رکھیں آپ دہلی کے حکمرانوں کو فاروق صاحب کے حق میں قائل کرنے میں معاون ثابت ہوئے اور بلا آخر ۷/ مارچ ۱۹۸۶ء کو کانگریس نے غلام محمد شاہ وزارت سے اپنی حمایت واپس لے لی گورنر نے شاہ وزارت کو موقوف کر دیا اور ریاستی اسمبلی کو معطل کر کے گورنر رول نافذ کر دیا۔

حکومت اور عوام کے درمیان خلیج اور بڑھنے لگی۔ دہلی میں جگ موہن کے خلاف رپورٹیں جانے لگیں۔ اسی دوران ۷/نومبر ۱۹۸۶ء کو راجیو فاروق سمجھوتہ طے پایا۔ اور نیشنل کانفرنس کے دوبارہ برسر اقتدار میں آنے کے راستے کھل گئے۔ اسی دن ریاستی اسمبلی کو بحال کر دیا گیا اور نیشنل کانفرنس اور کانگریس کی کولیشن سرکار قائم ہو گئی تا کہ ریاست کے عوام کا اعتماد بحال کیا جا سکے ان تمام واقعات کے پس منظر میں حضرت صاحب کی سوچ اور تدبّر کا کہیں نہ کہیں عمل دخل تھا کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ کشمیر میں کشمیری عوام کی اُمنگوں کے بغیر حکومت پائیدار نہیں ہو سکتی۔

ریاستی اسمبلی کے انتخاب میں میاں صاحب کا چناؤ لڑنے سے انکار

فروری ۱۹۸۷ء میں فاروق عبداللہ وزارت نے مڈٹرم پول کرانے اور ریاستی اسمبلی تحلیل کرنے کا اعلان کیا تو اُس وقت میاں بشیر احمد صاحب جموں ہوائی اڈے پر کانگریس صدر مفتی محمد سعید کے ساتھ تھے۔ آپ نے یہ اعلان سنتے ہی مفتی صاحب سے کہا "اب میں انتخاب نہیں لڑوں گا نہ عملی سیاست کا حصے دار بنوں گا۔" مفتی صاحب نے کہا "یہ کیسے ممکن ہے۔ لوگ ٹکٹ حاصل کرنے کے لئے دہلی تک چکر لگاتے ہیں۔ آپ کو گھر آ کر منڈیٹ دیا جارہا ہے۔ آپ کیوں انکار کر رہے ہیں۔" مفتی صاحب نے یہ بھی کہا کہ "اس وقت راجیو فاروق اکارڈ ہے۔ آپ جس بھی جماعت سے چناؤ لڑیں گے ہمیں منظور ہوگا۔" اس کے جواب میں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "میں نے صادق صاحب کی صاف شفاف سیاست دیکھی ہے۔ شیخ صاحب کا تحمل اور تدبر دیکھا ہے۔ وہ سیاست قدروں کی سیاست تھی جو آج کی سیاست سے میل نہیں کھاتی اور پھر میں نے تو ۱۹۸۳ء کے چناؤ جیتنے کے بعد راجوری ڈاک بنگلے کے جلسہ عام میں اعلان کیا تھا کہ آئندہ میں کوئی چناؤ نہیں لڑوں گا اور روحانیت وسلسلہ کی تبلیغ ہی میرا منصب ہوگا اور دین ہی میری پارٹی ہوگی جس کے لئے میں اپنی باقی زندگی وقف کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے آپ دہلی میں بتادیں کہ میں اس بار انتخاب میں حصہ نہیں لوں گا۔"

یہ حقیقت تھی کہ اب اقتدار کی سیاست سے حضرت بابا صاحب کو کوئی دلچسپی نہ تھی وہ دینی اور روحانی طور سے عوام میں اتنے مقبول اور محترم ہو چکے تھے کہ اُس مرتبے کے آگے سب وزارتیں اور منصب ہیچ دکھائی دیتے تھے۔ آپ نے روحانی پیشوا کی حیثیت سے محسوس کرلیا تھا کہ عوام کو اب سیاسی رہنمائی سے بڑھ کر مذہبی تبلیغ اور سلسلہ کی پیشوائی کی ضرورت ہے۔ اسی لئے ۱۹۸۳ء کے بعد حضرت موصوف اپنا زیادہ تر وقت عبادت و ریاضت میں گزارتے۔ گاؤں اور قصبوں کے دورے کر کے دینی مجالس میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی طریقت کے بارے میں عقیدت مندوں کو بتاتے۔ بھٹکے ہوئے لوگوں کو اسلام کی صحیح تعلیم سے روشناس کراتے۔ سماج اور قبائل کے اندر

نفرت اور اختلاف دور کرنے کے لئے کوششیں کرتے رہے لوگوں کو اپنے روحانی جذبوں اور خیالات سے دلی تسکین عطا کرتے رہے چھوٹی عمر کی شادیوں ۔نسوار تمباکو کے نشوں اغوا کاری اور توہمات کے خلاف برسرپیکار رہتے ۔شریعت اور طریقت پر کاربند رہنے اور دینِ اسلام کے اصولوں کے مطابق زندگی کو ڈھالنے کی تلقین کیا کرتے ہیں۔روحانی زندگی میں آپ کو اتنا سکون تسکین اور سرور حاصل ہوا کہ اب وہ اُس دنیا سے واپس لوٹ کر سیاست کا کھیل کھیلنے کے لئے تیار نہ تھے اس لئے آپ نے چناؤ لڑنے سے انکار کر دیا اور واپس وانگت آ کر درگاہ شریف کے معاملوں میں مصروف ہو گئے۔

میاں الطاف احمد کو اسمبلی حلقہ کنگن سے چناؤ کے لئے آمادہ کرنا

۱۹۸۷ء کے انتخاب میں حصہ لینے کے لئے پارٹی امیدواروں کے ٹکٹ کا سلسلہ جاری ہوا تو حضرت وانگت میں ہی رہے اور چناؤ کی سیاست سے کوئی دلچسپی نہ دکھائی ۔اسی دوران ایک دن ڈاکٹر فاروق عبداللہ کے سیکورٹی آفیسر غلطی باغ کے داود خان میاں صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور کہا کہ" فاروق صاحب آپ سے سرینگر میں ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

آپ نے جانے سے انکار کیا اور فرمایا کہ" اس بار میں سیاست میں نہ آؤں گا۔" داود خان نے کہا کہ" مجھے حکم ہے کہ کسی بھی طرح آپ کو اپنے ساتھ لاؤں" چنانچہ آپ نے اپنے صاحبزادے میاں الطاف احمد سے کہا کہ" گاڑی نکالیں" اور پھر اُن کے ساتھ سری نگر کے لئے روانہ ہو گئے۔فاروق صاحب کے بنگلے پر پہنچے جہاں وہ آپ کا انتظار کر رہے تھے ۔ فاروق صاحب نے بتایا کہ" ہمارا اور کانگریس پارٹی کا اتحاد ہو چکا ہے۔" اور راجیو گاندھی وزیر اعظم ہند نے کہا ہے کہ" میاں صاحب کو چناؤ لڑنا ہے۔" آپ نے جواب دیا" اب میں کوئی چناؤ نہ لڑوں گا۔ مجھے سیاست سے کوئی لگاؤ نہیں بلکہ لوگوں میں دینی بیداری لانے میں دلچسپی ہے۔"

میاں بشیر احمد صاحب اور فاروق صاحب میں کافی گفتگو ہوئی مگر یہ اپنی بات پر قائم رہے پھر فاروق صاحب کی والدہ محترمہ بیگم اکبر جہاں بھی آگئیں اور اُنہوں نے میاں صاحب سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ "میں آپ کی بہن ہوں اور آپ سے استدعا کرتی ہوں کہ آپ چناؤ لڑیں اور ہمارا ساتھ دیں" آپ نے فرمایا کہ "میں اپنے فیصلے سے پیچھے نہ ہٹوں گا"۔ اسی دوران ڈاکٹر فاروق عبداللہ نے دہلی میں راجیو گاندھی وزیر اعظم ہند سے ٹیلی فون پر رابطہ کیا اور راجیو گاندھی نے کہا کہ "میری بات میاں صاحب سے کراؤ۔ میاں صاحب نے بات کی۔" راجیو گاندھی نے کہا "آپ کشمیر میں ہمارے رہنما ہیں۔ آپ چناؤ نہ لڑیں گے تو ہم نہ صرف کنگن کی سیٹ ہار جائیں گے بلکہ ریاست کے دوسرے اسمبلی حلقوں پر بھی اس کے منفی اثرات رونما ہوں گے۔" اُس وقت آپ نے ارشاد فرمایا کہ "میں تو چناؤ نہ لڑنے کا فیصلہ کر چکا ہوں اس میں تبدیلی ممکن نہیں لیکن اگر آپ کو سیٹ جتنی ہے۔ تو میرے ڈرائیور کو ٹکٹ دے دیں میں چناؤ جتا دوں گا۔" فاروق صاحب نے پوچھا "وہ کون ہے۔"[52]

---

[52] میاں الطاف احمد صاحب ریاست کی صف اوّل کی دینی اور روحانی شخصیت حضرت میاں بشیر احمد کے صاحبزادے میاں نظام الدینؒ کے پوتے اور عوام کے روحانی اور دینی پیشوا حضرت باباجی صاحبؒ کے پڑپوتے ہیں۔ آپ اُن والد بزرگوار کے جگر گوشہ ہیں جن کی دینی روحانی اور اصلاحی کاوشوں سے ریاست جموں وکشمیر کے دونوں حصوں کے عوام بلا امتیاز مذہب وملت اور ذات وفرقہ فیضیاب ہو رہے ہیں۔

میاں الطاف احمد کی ولادت بابانگری وانگت میں 1958ء میں ہوئی۔ جب آپ نے ہوش سنبھالی تو والدین کی محبت وشفقت اور درگاہ شریف کے روحانی ماحول نے آپ کو سچ حق اور انصاف کے راستوں پر ڈال دیا۔ بنیادی تعلیم کے لئے وانگت سکول میں داخل ہوئے۔ مزاج میں اتنی انکساری تھی کہ پڑھنے کے بعد آپ سکول کی تعمیر کے لئے پتھر ڈھوتے۔ پہلے فیلڈ میں کھدائی کرتے اور غریب دوستوں کی مدد کے لئے تیار رہتے تھے۔ اُس زمانے میں حضرت میاں نظام الدینؒ ابھی زندہ تھے۔ الطاف صاحب روزانہ اُن کے لئے وانگت سے اخبار لاتے اور خدمت میں حاضر رہ کر اُن کی پذیرائی اور مہربانی حاصل کیا کرتے تھے والدین کی سرپرستی اور کوشش کی وجہ سے جہاں آپ کی طبیعت پوری طرح تعلیم کی طرف مائل ہوگئی وہیں درگاہ پر آنے والے مریدوں کی دیکھ بھال کرنے اور منعقد ہونے والی روحانی مجالس سے فیض یاب ہونے کا بھی آپ کو موقع ملا۔ والدین کی خواہش تھی کہ آپ اعلیٰ تعلیم سے سرفراز ہوں آپ نے والدین کی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے خود کو وقف کر دیا۔ (جاری)

میاں الطاف احمد دہلی میں کشمیر کانفرنس کے دوران سردار عبدالقیوم و پروفیسر بھیم سنگھ کے ساتھ

میاں الطاف احمد دورہ لندن میں پاکستان سنٹر میں استقبالیہ کے دوران

حضرت نے فرمایا ''میرے فرزند میاں الطاف احمد جو نیچے گاڑی میں بیٹھے ہیں۔'' فاروق صاحب گاڑی میں آئے میاں الطاف صاحب کو دیکھا اُن سے بات چیت کی اور ساتھ لے کر واپس آ گئے اور راجیو گاندھی کو ٹیلی فون کیا کہ ''میاں صاحب تو نہیں مانتے اُن کے صاحبزادے میاں الطاف[ذی] صاحب کو ٹکٹ دیا جا سکتا ہے۔''

ذی۔ سکول کے زمانہ میں آپ کا شمار ذہین قابل اور ہونہار بچوں میں ہوتا تھا اور ہر سال اچھے نمبر لے کر پاس ہوا کرتے تھے۔ بنیادی تعلیم وانگت میں حاصل کرنے کے بعد آپ نے ڈی۔اے۔وی کالج سری نگر میں داخلہ لیا اور بارھویں کے امتحان میں فسٹ ڈویژن حاصل کی کالج کے زمانہ میں آپ پروفیسر آر۔کے۔ گنجو سے متاثر تھے جس نے تعلیم کو بھی جاری رکھا اور دربار لار کے معاملات میں بھی دلچسپی لیتے رہے۔ اور وہاں کے دینی ماحول اور سلسلہ نقشبندیہ کے اصولوں سے نہایت متاثر رہے۔ ایل ایل بی کی سند حاصل کرنے تک آپ کی رغبت سماجی کاموں عوام کی فلاح اور بہبودی روحانیت کی طرف ہو چلی تھی۔ دربار پر آنے والے ایسے لوگوں کی اکثریت تھی جو غربت ناخواندگی، اقتصادی پسماندگی، استحصال اور زور زبردستی کا شکار تھے۔

آپ کا رجحان ان دبے کچلے لوگوں کی بہتری کے لئے کام کرنے کی طرف مائل ہونے لگا۔ دین اور درگاہ سے بھی آپ کا لگاؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ یہی وجہ تھی والد محترم نے آپ کے جذبات کی قدر کرتے ہوئے آپ کو سرکاری ملازمت کے بجائے عوام کی مدد اور دین کی خدمت کرنے کی صلاح دی۔ اور والد صاحب نے اپنی زندگی خود شروع کرنے کا آپ کو مشورہ دیا۔ ان حالات میں آپ نے عملی زندگی کا آغاز ایک صنعت کار کی حیثیت سے کیا۔ بنک سے قرضہ حاصل کیا اور اپنے گاؤں کے قریب ہی کریشر کا یونٹ قائم کیا۔ حالانکہ یہ یونٹ نہایت کامیاب رہا۔ لیکن آپ کے مزاج میں عوام کے مسائل حل کرنے کی باتیں آ رہی تھیں آپ لوگوں کے دکھ درد کم کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ دوسری جانب درگاہ شریف کے معاملات میں والد محترم کی ہدایات پر بھی عمل پیرا تھے۔ جہاں مریدوں اور عقیدت مندوں کے ساتھ خلوص کے ساتھ پیش آتے وہیں درگاہ پر اُن کے رہنے اور کھانے کے معاملات کی دیکھ ریکھ میں بھی مشغول رہتے تھے اور درگاہ پر دعائیہ مجالس سے فیض یاب ہوتے تھے۔ اس ماحول کے خمیر سے تیار ہونے والی شخصیت میاں الطاف احمد کو کنگن اسمبلی حلقہ سے انتخاب لڑنے کا منڈیٹ ملا۔

میاں الطاف احمد کے حق میں کانگریس پارٹی کا منڈیٹ

کچھ دنوں کے بعد کانگریس پارٹی نے جناب میاں الطاف احمد کے حق میں کنگن اسمبلی حلقہ سے ٹکٹ جاری کر دیا۔ جناب جنید نظامی ٹکٹ لے کر سرینگر سے واپس آئے۔ ۲۳ فروری ۱۹۸۷ء کو میاں الطاف احمد صاحب نے ریاستی اسمبلی کے لئے حلقہ انتخاب کنگن سے ریٹرنگ آفیسر جاوید کشمیری کے دفتر میں جا کر فارم داخل کر دیا۔ اُس وقت ہزاروں کی تعداد میں حمایتی میاں الطاف احمد کے ساتھ تھے ان لوگوں میں گجر بکروال، پہاڑی، کشمیری پٹھان اور دوسرے تمام قبائل کے افراد شامل تھے اسی حلقہ سے حضرت میاں نظام الدینؒ نے ۱۹۵۲ء سے ۱۹۶۵ء تک مسلسل عوام کی رہبری کی تھی اور پھر حضرت میاں بشیر احمد نے ۱۹۶۷ء ۱۹۷۲ء اور ۱۹۷۷ء میں اسی حلقہ سے جیت حاصل کی تھی۔ فارم بھرنے کے عمل کے بعد کنگن اور ریاست بھر میں چناؤ مہم شروع ہوئی جس میں میاں صاحب نے ہر جگہ عوامی جلسوں کو خطاب کر کے لوگوں کو نیشنل کانفرنس، کانگریس اتحاد کے حق میں رائے دینے کے لئے کہا تھا۔ اسی دوران کنگن چناؤ حلقے میں میاں الطاف احمد کے حق میں مہم چلانے کے لئے وزیر اعظم بندرا جیو گاندھی آئے۔ جلسے میں انہوں نے عوام کا جوش اور ولولہ دیکھا تو میاں صاحب سے کہنے لگے "کنگن سیٹ تو ہم جیتے ہوئے ہیں اس لئے آپ دوسرے اسمبلی حلقوں میں مہم چلائیں۔ جہاں جہاں آپ جانا چاہیں انتظام کر دیا جائے گا۔"

میاں الطاف احمد کی وزارت میں شمولیت

اگر چہ میاں الطاف احمد کا یہ پہلا چناؤ تھا آپ کی عمر چھوٹی تھی۔ سیاست میں نو وارد تھے اور مقابلہ M.U.F (مسلم یونائیٹڈ فرنٹ) کے امیدوار کے ساتھ تھا اس کے باوجود آپ نے چار ہزار ووٹوں کی اکثریت کے ساتھ جیت حاصل کی اور ۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء کے اس انتخاب میں این سی کانگریس اتحاد کو زبردست کامیابی ملی

جبکہ این سی کو ۳۹ر اور کانگریس کو ۲۴ر سیٹیں حاصل ہوئیں میاں الطاف احمد نے ایم ایل اے بننے کے بعد اسمبلی کے اندر اور اسمبلی کے باہر عوام کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ آپ نے اپنی سیاست کی بنیاد دینداری سچائی اور انصاف کے اصولوں پر رکھی اور غریب در غریب اقتصادی طور پسماندہ، ناخواندہ اور لوٹ کھسوٹ کے شکار لوگوں کے دُکھ درد کم کرنے اُن کی حالت بدلنے۔ اُن کی زندگی میں بہتری لانے کے لئے جہاد شروع کر دیا جو آج بھی جاری ہے۔ ڈاکٹر فاروق عبداللہ بھی میاں الطاف صاحب کی بڑی حوصلہ افزائی اور پذیرائی کرتے رہے۔ آپ کو آگے لانے اور سیاست کے رموز سکھانے اور عام آدمی کو سمجھنے میں اُن کی نصیحت اور شفقت میاں الطاف صاحب کے لئے بڑی اہم ثابت ہوئی ادھر حضرت میاں صاحب کی سرپرستی اور وقت وقت پر کوتائیوں کے بارے میں نشاندہی اور رہبری سیاست کے سفر میں بڑی مددگار ثابت ہوئی۔

مئی ۱۹۸۹ء میں ڈاکٹر فاروق عبداللہ نے میاں الطاف احمد صاحب کو وزارت میں شامل کیا اور آپ کو بحیثیت وزیر مملکت شیپ وانیمل ہسبنڈری کا محکمہ دیا گیا۔ لیکن کچھ دنوں کے اندر کشمیر کے نئے تناظر کے باعث فاروق وزارت کو استعفیٰ دینا پڑا اور وہ حکومت ختم ہوگئی۔[1]

---

[1] میاں بشیر احمد صاحب کی ڈائری کا ایک ورق میاں الطاف احمد

تبلیغِ دین

اور سجادہ نشین حضرت میاں بشیر احمد



میاں بشیر احمد ۱۹۸۶ء میں سفر محمود سے واپسی پر چودھری محمد شفیع
میاں جنید نظامی اور چودھری محمد اسلم کے ساتھ

میاں بشیر احمد اپنے عزیز دوست مرزا عبدالرشید کے ساتھ



میاں بشیر احمد، حاجی غلام جیلانی، میاں غلام حسن، پیر نثار (سوکڑ)
غلام قادر راز اور حاجی بشیر احمد بوکڑا وغیرہ



حضرت میاں بشیر احمد کی سعی سے کنگن میں کُل ہند سیرتِ نبی ؐ کانفرنس کا انعقاد

۱۹۸۷ء میں انتخاب کی سیاست سے علیحدگی اختیار کرنے کے بعد حضرت میاں بشیر احمد صاحب پوری یکسوئی کے ساتھ عبادت اور ریاضت میں محو ہو گئے ۔ درگاہ پر مریدوں سے ملنا اُن کا دُکھ درد سُننا دین اور سلسلہ کے اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کی تلقین کرنا مریدوں کے لئے دُعا کرنا روحانی علاج کرنا تعویذ دینا دم کرنا لنگر کے انتظام کی نگرانی رکھنا اور درگاہ پر آنے والے مہمانوں کی خدمت کے لئے سہولتیں مہیا کرنا آپ کا روز کا معمول بن گیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ ریاست بھر میں پھیلے ہوئے مریدوں اور عقیدت مندوں کی دعوت پر اُن کے گاوں میں جاتے ، اُن کے گھروں میں رہتے دربار لگاتے دین کی تبلیغ کرتے دور افتادہ علاقوں میں دین کے فروغ کے لئے نئی نئی مساجد کا سنگ بنیاد رکھتے اور پھر اُن کی تکمیل میں مالی معاونت کرتے ہیں مقامی طور پر سیرت کانفرنس منعقد کراتے اور اُن کی کامیابی کے لئے ہر ممکن کوشش کیا کرتے ہیں۔ آپ اپنے عقیدت مندوں کو درست کرنے کے لئے علما کرام دینی مبلغین سے رابطے جاری رکھتے ہیں۔ دُور دُور سے علما کو دربار عالیہ لار مدعو کرتے اور پھر دین اور سلسلہ کے بارے میں مذاکرات ہوتے اللہ اور رسول ﷺ کی حمد ثنا ہوتی ہے۔ وادی کشمیر میں اگر چہ پہلے بھی سیرت کانفرنسیں مقامی طور پر منعقد ہوا کرتی تھیں۔ لیکن ملکی سطح کی کوئی کانفرنس نہ ہوئی تھی چنانچہ میاں صاحب نے عوام کو دین اور شریعت کی صحیح تعلیمات سے بہرہ مند کرنے کے لئے کنگن میں کُل ہند سیرت کانفرنس کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کی کامیابی کے لئے زوردار مہم شروع کی۔

۱۸-۱۹-۲۰-اگست ۱۹۸۹ء کو سہ روزہ کل ہند سیرت کانفرنس

گاندربل کے صوفی عبدالرحمان بتاتے ہیں کہ ۱۹۸۹ء میں ماہِ جولائی میں ایک دن وانی ہامہ میں سڑک کے کنارہ کھڑے تھے کہ میاں بشیر احمد صاحب نے انھیں دیکھ کر گاڑی میں بیٹھا لیا اور ارشاد فرمایا کہ" آج سے ڈیڑھ ماہ کے لئے تم گرفتار ہو چکے ہو۔ گھر میں پیغام بھیج دو کہ تم کو سیرت کانفرس کے سلسلے میں ڈیڑھ ماہ کے لئے میرے ساتھ رہنا ہے۔" پھر آپ نے وادی کشمیر میں گاؤں گاؤں دورے کئے راجوری پونچھ تشریف لے گئے اور سرینگر شہر میں مریدوں وعلما سے ملکر انھیں سیرت کانفرنس میں شرکت کی دعوت دیتے رہے۔ سرینگر میں بہت سی میٹنگیں کیں اور مفتی اعظم سے لے کر دوسرے علما و اکابرین تک سب کو کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے مدعو کرتے رہے۔ کشمیر میں اہل سُنت کی طرف سے یہ پہلی بڑی سیرت کانفرنس تھی جس کی میزبانی میاں صاحب کر رہے تھے ۔

۱۸-اگست کی مجلس:- ۱۸ راگست ۱۹۸۹ء کو قصبہ کنگن کے قریب مرگنڈ میدان میں دن کے ایک بجے سیرت کانفرنس کا آغاز ہوا جس میں ریاست جموں وکشمیر کے کونے کونے سے آئے ہوئے ۵۰ ہزار عاشقان رسول ﷺ فرزند توحید شامیانوں تلے جمع ہوئے جہاں مبلغین نے دین اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا ذکر شروع کیا۔ آپ لوگوں کے رہنے کھانے اور دیگر سہولتوں کا سارا انتظام اپنی نگرانی اور سرپرستی میں کرا رہے تھے۔ انتظام سے ہر آدمی مطمین تھا۔[1]

۱۹ راگست ۱۹۸۹ء کی نشست میں وزیر اعلیٰ ڈاکٹر فاروق عبداللہ بریلی شریف سے آئے ہوئے اختر رضا صاحب دہلی سے قادر الکلام شاعر بیکل اُتساہی، جناب مولانا عبیداللہ اعظمی الحاج محمد حسین صاحب جناب تبسم عزیزی و دیگر علما کرام نے شرکت کی اور سامعین کو خطاب کیا۔ اس دن باہر سے تشریف لانے والے

---

[1] حضرت میاں صاحب کی ڈائری کا ایک ورق

تقریباً ایک ہزار مہمان دربار عالیہ لار شریف وانگت بھی آئے اور حضرت باباجی صاحبؒ اور میاں نظام الدین صاحبؒ کے روضہ شریف پر حاضری دی یہ تمام اتنے بلند پائے کے مبلغ اور عالم دین تھے کہ سننے والوں نے جوش میں آکر اپنے گریبان چاک کرنے شروع کر دیئے اور حضرت میاں صاحب کو بمشکل قابو کرنا پڑا۔ ڈاکٹر فاروق عبداللہ کابینہ کے وزراء اور ریاست کی دیگر نامور شخصیتیں کانفرنس کے دوران اسٹیج پر جلوہ افروز رہیں۔

۲۰ راگست کی مجلس:۔ سیرت کانفرنس ۲۰، اگست ۱۹۸۹ء کو بھی جاری رہی لوگ بڑے جوش خروش اور اسلامی جذبوں سے سرشار ہو کر اس کانفرنس سے استفادہ کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کا ذکر بڑی عقیدت اور احترم کے ساتھ سُن رہے تھے ہندوستان سے تشریف لانے والے جناب اختر صاحب اطہری خصوصی طور پر اس کانفرنس میں چھائے ہوئے تھے۔ تین دنوں تک متواتر دین کے معاملات اور رسول پاک کی سیرت پر روشنی ڈالی جاتی رہی ان تینوں دنوں میں میاں بشیر احمد صاحب مہمانوں کی دیکھ بھال اور کانفرنس کی کامیابی کے لئے سرگرم رہے۔

ایک عجیب واقع:۔ صوفی عبدالرحمان[1] گاندربلی جو سیرت کانفرنس کے دوران اسٹیج سیکریٹری کے فرائض انجام دے رہے تھے بتاتے ہیں کہ آخری دن جب کانفرنس چل رہی تھی ایک آدمی اسٹیج کے قریب آیا اور صوفی عبدالرحمان سے بولا کہ نالا سندھ کے کنارے ایک بزرگ تشریف رکھتے ہیں وہ آپ کو یاد کر رہے ہیں۔ صوفی صاحب مرگنڈ میدان کے قریب ہی واقع نالہ سندھ کے قریب گئے اور دیکھا کہ وہاں سفید کپڑوں میں ملبوس ایک عجیب قسم کے بزرگ کُرسی پر بیٹھے ہیں۔ اور کچھ لوگ اُن کے ارد گرد جمع ہیں۔ صوفی عبدالرحمان کو دیکھ کر وہ بزرگ فرمانے لگے کہ آپ میاں صاحب کو میری طرف سے پیغام دو کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ جہاں سیرت کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ اب اس کو متبرک جگہ تصور کر و سارے علاقے کی تار بندی کر دی جائے تا کہ مویشی اندر نہ آسکیں پھر یہاں مسجد تعمیر کی جائے یا کوئی علمی درس گاہ قائم کی جائے صوفی عبدالرحمان نے بزرگ شخصیت سے کہا کہ آپ چلکر کانفرنس میں حصہ لیں وہ فرمانے لگے۔ ''وہاں جانے کی میری جرت نہیں ہے۔ کیوں کہ وہاں قطب ہند تشریف فرما ہیں اور یہ مقام پاک ہو چکا ہے میں اُس مقام تک پہنچنے کے قابل نہیں البتہ علاقے کی تار بندی اور

[1] صوفی عبدالرحمان گاندربل

مسجد کی تعمیر کے لیے میں ایک لاکھ روپیہ دیتا ہوں اور دو لاکھ بعد میں ارسال کروں گا مگر یہ کام مکمل ہو جانا چاہیے۔''
کنگن کی سیرت کانفرنس سے وادی کشمیر میں دین کے فروغ کو بڑی مدد ملی پھر موصوف کے اصرار پر اسی طرح کی کانفرنس راجوری اور پونچھ میں بھی منعقد کہ گئیں جن کی آپ نے سرپرستی کی۔

سیرت کانفرنس سے متعلق کیسٹ کا اجرا:۔ کنگن سیرت کانفرنس کے دوران سارے پروگرام کی صدابندی کر لی گئی تھی اس لئے الحاج حضرت میاں صاحب نے اس کی کیسٹیں بنا کر مریدوں اور عقیدتمندوں تک پہنچانے کا فیصلہ کیا ان کیسٹوں کا اجرا سابق چیف سیکریٹری شیخ غلام رسول کی صدارت میں ہوا۔ اُردو زبان میں ''گلدستہ عقیدت'' نام کی یہ پہلی کیسٹ تھی جو وادی کشمیر میں جاری ہوئی یہ کیسٹ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کے عقیدمندوں کے لئے اُردو میں تیار کروائی گئی تھی تاکہ غیر کشمیری بھی مستفید ہوسکیں۔

۱۹۸۹ء کے بعد نامساعد حالات کے دوران آپ کا طرزِ عمل

۱۹۸۹ء کے بعد نامساعد حالات کے باعث ریاست جموں وکشمیر کے باشندوں کا جہاں زبردست جانی اور مالی نقصان ہوا وہیں ڈر، خوف، دہشت اور وسوسوں نے اُن کو اندر سے کھوکھلا اور روحانی بیماریوں میں مبتلا کر دیا تھا اس لئے میاں بشیر احمد صاحب کو کشمیر کے طول وعرض سے رِستے ہوئے خون کا سخت ملال تھا وہ عوام کا دکھ نہیں دیکھ سکتے تھے آپ کے عقیدتمندوں کی بڑی تعداد پیر پنجال خطے میں مقیم ہے جہاں ہر روز تصادم ہوتے اور ہر روز کا سورج لہو چاٹتے ہوئے غروب ہوتا جس کے باعث موصوف پریشان رہے لیکن اس دباؤ اور تناؤ بھرے ماحول میں بھی حضرت نے امید کا دامن نہیں چھوڑا اور عوام کو اپنے دامن سے منسلک رکھا اس مشکل ترین دور میں بھی اُنھوں نے جہاں دین اور سلسلہ کے کام کو جاری رکھا وہیں عام آدمی اور انسانی قدروں کی بقا کے لئے بھی آواز اُٹھاتے رہے اور بنی نوع انسان کے دُکھ درد بانٹتے رہے۔ دینی شخصیت کے ساتھ ہی آپ نے جُرت اور استقلال کو بھی بنائے رکھا حالات سے ڈرے نہیں نہ جنگ جُو سے پریشان ہوئے نہ حفاظتی دستوں سے مرغوب ہوئے۔ کیوں کہ آپ ایک ولی ہیں۔ آپ کے اندر سچ تھا اللہ کا نام اور رسول اللہ ﷺ کی محبت تھی لوگوں کے لیے مروت اور رواداری تھی اور آپ کل عالم کے لئے دُعاگو تھے۔

عوام کو روحانیت سے لبریز تلقین:- ۹۲-۱۹۹۱ء کے خون آشوب دور میں میاں صاحب دربار لاروانگت میں ہی مُقیم رہے اُس دور میں حالات سے گھبرائے ہوئے سینکڑوں مرید اور عقیدت مند دینی اور روحانی تسکین و دنیاوی معاملوں میں مدد کے لئے دربار پر آیا کرتے تھے اور حضرت میاں صاحب کو اپنے اپنے علاقوں کی دُکھ درد بھری داستانیں سناتے تھے۔ آپ ہمیشہ اُن کا حوصلہ بڑھاتے انھیں انسانیت کے اعلیٰ اصولوں پر کار بند رہنے کی تلقین کرتے اور حق کا ساتھ دینے کی ہدایت کرتے رہے۔ آپ اکثر اپنے لوگوں اور مریدوں سے فرماتے ''صدِق پر قائم رہو، سچائی کے طرف دار رہو، اپنے دین پر رہو، اپنے گھروں میں رہو، اپنے بچوں میں رہو اپنے قبیلوں میں رہو، جو کر رہے ہو اللہ کو حاضر ناظر رکھ کر کرو۔ حق کے لئے لڑو حق سے پیچھے مت ہٹو اللہ پر بھروسہ رکھو۔ اُس کے رسول ﷺ کی تابعداری کرو اولیا اللہ کے اقوال پر عمل کرو اس خون آشوب دور میں زبان اور کان بند رکھو اور آنکھیں کھلی رکھو سارے معاملات اللہ پر چھوڑ دو اور کوئی فیصلہ ہونے تک تاریخ کے فیصلے کا انتظار کرو۔''

۱۹۹۳ء میں حضرت موصوف کا سرینگر میں واقع عالی شان مکان نذر آتش کر دیا گیا تو حضرت نے فرمایا ریاست میں ہزاروں گھر جل چکے ہیں۔ چلو میں بھی اُن کے ساتھ شامل ہو گیا شاید اللہ کی مرضی یہی تھی۔

انسانی قدروں کا فروغ:- ۱۹۹۳ء میں وانگت شریف میں مقیم تھے۔ قریب کے گاوں خانن میں ایک نابینا شخص رہتا تھا جن کا نام ہدایت اللہ تھا۔ کسی نے اُس کے جوان بیٹے دلپذیر کو مار دیا ہر طرف دہشت طاری ہو گئی کسی میں ہمت نہ تھی۔ کہ نابینہ شخص کے بیٹے کو دفنانے کے لئے آگے آئے لوگ گھروں میں دبک گئے میاں صاحب کو اطلاع ملی کہ لاش کی بے حرمتی ہو رہی ہے۔ تو آپ کے اندر کا ولی جاگ اُٹھا آپؒ نے پہلے تھانے میں رپورٹ لکھوائی اور ڈاکٹر محی الدین کو موقع پر لا کر لاش کا پوسٹ مارٹم کرا دیا۔ حالات سے بے خبر ہو کر آپ خانن پہنچے سارے گاوں کو اکٹھا کیا اور ارشاد فرمایا ''اختلاف زندوں سے ہوتا ہے مردوں سے نہیں اس کو بے گور کفن رہنے دو گے تو اللہ کو کیا جواب دو گے۔'' چنانچہ میاں صاحب کے فرمان پر سارا گاوں اکٹھا ہو گیا اور نابینہ کے جگر گوشے کی آخری رسومات اسلامی شرع کے مطابق ادا کیں گیں۔ نامساعد حالات کے دوران حضرت

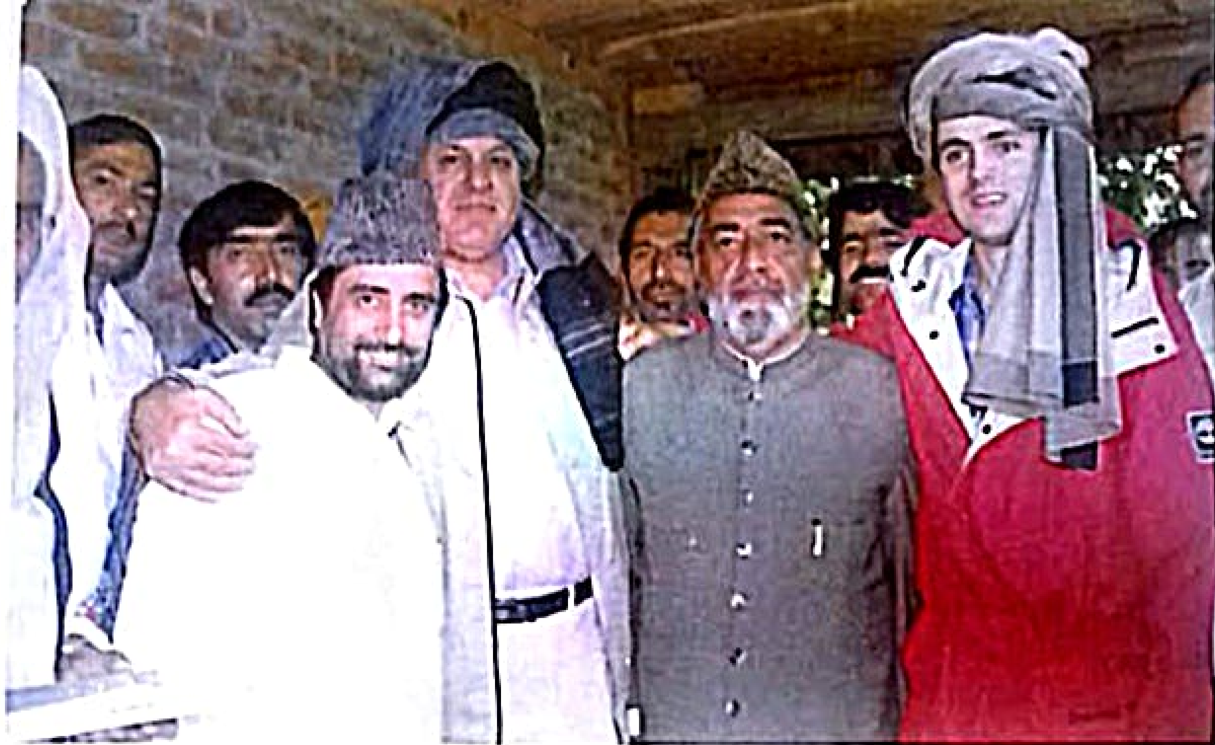
میاں صاحب نے کئی بار حفاظتی دستوں کو اُن کی زیادتیوں کے لئے لتاڑا اکثر گاؤں سے لوگ فوج کے خلاف شکایت لے کر آتے تو آپ" متعلقہ آفیسران سے اُس کا ازالہ کرایا کرتے تھے۔ وہ اکثر فوجی آفیسران سے کہتے کہ کسی کو بلاوجہ نہ ستائیں اگر مدد نہیں کر سکتے تو تنگ بھی نہ کریں ۹۴-۱۹۹۳ء کی بات ہے جنرل ذکی گورنر کے وی کرشنا راو کے ایڈوائزر اور داخلہ امور دیکھ رہے تھے۔ کچھ آدمی درگاہ پر آئے اور باباصاحب کو بتایا کہ فوج گاوں میں انھیں نہایت تنگ کر رہی ہے تشدد کرتے ہیں شک کرتے ہیں سامان اُٹھواتے ہیں عورتوں کی بے حرمتی کرتے ہیں اور جب چاہیں پکڑ کر لے جاتے ہیں۔ اس تناظر سے حضرت کو بے حد رنج ہوا آپ نے اُسی وقت جنرل ذکی کو اُردو زبان میں فوج کی زیادتیوں کے بارے میں لکھا اور عوام پر ظلم کے خلاف زبردست احتجاج کیا اور جنرل کو بحیثیت انچارج امور داخلہ اس ظلم کا ذمے دار قرار دیا ذکی صاحب نے اُسی وقت فوجی یونٹ کو واقعی سزادی اور میاں صاحب سے مل کر معذرت چاہی اور کہا کہ "اتنی خوبصورت اُردو میں اتنی سخت اور بامقصد شکایت آج تک کسی نے نہیں کی۔"

عوام کا آپ کی دینی اور روحانی شخصیت پر اعتماد اور اعتقاد

نامساعد حالات کے دوران نہ صرف خود وانگت میں رہ کر لوگوں کے دُکھ درد بانٹتے رہے بلکہ پورے قبیلے کو وہیں رکھا آپ کے وہاں رہنے کے باعث سارے علاقے میں عوام کو تحفظ کا احساس رہا اور آپ کی مقبولیت میں اضافہ ہوا۔ آپ کنگن آتے تو لوگ آپ کو گھیر لیتے گاندربل پہنچتے تو سینکڑوں لوگ آپ کی راہ دیکھ رہے ہوتے سرینگر میں ہر باشعور آدمی آپ کا احترام کرتا ہے۔ ہر طبقہ فکر کا شخص سوچتا تھا کہ یہ صاف ستھرے لوگ ہیں۔ ان کے ساتھ عوام ہیں دین دار اور سلسلہ کے لئے کام کر رہے ہیں۔ اس لئے لوگوں کو آپ کی شخصیت پر اعتبار اور اعتماد رہتا تھا۔ یہ آپ کے روحانی مرتبے کا ہی کرشمہ تھا کہ آپ اُس دور میں بھی عوام کے بیچ رہے غریب کے ساتھ رہے اور دین کی تبلیغ کرتے رہے کسی نے آپ کو میلی آنکھ سے نہ دیکھا۔



راجوری میں سیرت کانفرنس کا ایک منظر



جناب میاں الطاف احمد، جناب ڈاکٹر فاروق عبداللہ۔ جناب مولوی افتخار حسین انصاری
جناب عمر عبداللہ جناب اشوک کھٹانہ بابا نگری میں

میاں بشیر احمد، میاں مہر علی کی برات کی روانگی کے موقعہ پر میاں جنید نظامی

میاں بشیر احمد صاحب کا ہندوستانی ڈیلی گیشن کے ساتھ نیویارک جانا

۹۵-۱۹۹۴ء میں کشمیر میں حالات بہت خراب تھے اور پاکستان کی جانب سے اس مسئلے کو بار بار اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم پر اُٹھایا جا رہا تھا اس کے جواب میں ہندوستان کی طرف سے سیاست سے بالاتر ہو کر ایک وفد کے بھیجنے کا فیصلہ لیا گیا جو صحیح بات کہہ سکے اور جن کی بات میں وزن ہو اس وفد میں دوسروں کے علاوہ اٹل بہاری واجپائی اور میاں صاحب بھی شامل تھے۔

اکتوبر ۱۹۹۴ء کے دوسرے ہفتے میں حضرت میاں بشیر احمد ہندوستانی وفد کے ساتھ نیویارک پہنچے تو وہاں آپ اور پاکستانی وفود کے قابل قبول شخصیت کے طور پر اُبھرے ایک پاکستانی کالم نویس نے آپ کی جنرل اسمبلی میں آمد کو اس طرح لکھا۔ ''بھارت نے کشمیر کے ایک مسلمان رہنما حضرت میاں بشیر احمد کو اسمبلی میں نمائندگی کے لئے منتخب کیا جو چہرے مہرے قطع وضع شخصیت اور مرتبے کے لحاظ سے معتبر ہیں۔''

جنرل اسمبلی میں تقریر:- جنرل اسمبلی میں اپنی تقریر میں آپ نے نہایت میانہ روی اختیار کرتے ہوئے عوام کے جذبات کی عکاسی یوں کی۔ اگر کشمیر میں عوام کو ووٹ دینے سے روکا نہ جائے تو وہ اپنی مرضی کی حکومت بنائیں گے مسئلہ یہ ہے کہ ہر شخص بندوق سے ڈرا ہوا ہے بندوق دونوں طرف سے تنی ہوئی ہے کشمیر کا مسئلہ بندوق سے نہیں بات چیت سے حل ہونا چاہیے انتخاب کشمیر کے مسئلے کا حل نہیں لیکن عوامی مسئلوں کے حل میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ ہندوستان اور پاکستان کو کشمیر کا مسئلہ مذاکرات سے حل کر لینا چاہیے طاقت سے یہ مسئلہ حل نہ ہوگا طاقت سے ہم چیزوں کو توڑ سکتے ہیں جوڑ نہیں سکتے حدود اور سرحدوں کے باوجود کشمیر کے دونوں حصوں کے عوام آپس میں جُڑے ہوئے ہیں۔ اُن کا تاریخی ثقافتی اور سماجی پس منظر ایک جیسا ہے باہمی رشتے داریاں ہیں زبان اور طرز زندگی میں مماثلت ہے اس لئے کشمیر کے دونوں حصوں کے درمیان اگر امن اور اعتماد کا ماحول پیدا ہو سکے تو کشمیر کا مسئلہ خود بخود سُلجھ جائے گا جنرل اسمبلی میں آپ کی تقریر کی دونوں جانب سے پذیرائی ہوئی اور ان خیالات کا دونوں وفود کی سوچ پر گہرا اثر ہوا۔

نیو یارک میں روحانی نوازشیں:- نیو یارک میں قیام کے دوران حضرت کو پاکستان سے آئے ہوئے وفود کے لوگ بھی اشتیاق سے ملے آپ فرماتے ہیں'' کہ عقیدت اور سلسلے کے لحاظ سے آپ کا دورہ امریکہ بہت اچھا رہا جو لوگ دربار عالیہ لار شریف سے وابستہ تھے۔ اور امریکہ اور برطانیہ میں مقیم تھے۔ حضرت کی نوازشیں حاصل کرنے کی غرض سے جوق در جوق آپ کے پاس آنے شروع ہو گئے اور سارا دن آپ کے کمرے میں دربار لگا رہتا تھا کشمیر کے دوسرے حصے سے نیو یارک میں تجارت کرنے آئے ہوئے آپ کے بھانجے سید شوکت علی شاہ صاحب بھی آپ کے پاس آ گئے۔ حضرت اسمبلی میں بھی جاتے رہے اور درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا اور تبلیغ کا کام بھی ہوتا رہا اس طرح ہندوستانی وفد میں آپ کا شامل ہونا امریکہ میں رہ رہے دونوں ملکوں کے عوام کے درمیان دوستی اور مفاہمت کی علامت ثابت ہوا۔''

۱۹۹۶ء میں میاں الطاف احمد کی نیشنل کانفرنس میں شمولیت

۱۹۹۶ء تک میاں الطاف احمد کانگریس پارٹی کے رُکن تھے لیکن ریاست میں کانگریس کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا مرکز میں عوامی ساکھ والا کوئی رہنما نہ تھا اور ریاست میں زبردست دھڑے بندی تھی۔ دوسری جانب ڈاکٹر فاروق عبداللہ کو سیاسی طور سے صاف ستُھرے لوگوں کی سخت ضرورت تھی ڈاکٹر فاروق عبداللہ صاحب نے میاں صاحب سے استدعا کی کہ میاں الطاف صاحب کو انھیں دیا جائے۔ آپ نے کہا کہ'' سوچ کر جواب دیا جائے گا۔'' فاروق صاحب نے یہ بھی کہا کہ'' اگر میاں الطاف صاحب کانگریس پارٹی کے ٹکٹ پر چناؤ لڑنا چاہیں گے تو اُن کی پارٹی مقابلے پر کوئی امیدوار کھڑا نہ کرے گی۔'' اس موقع پر حضرت اپنے جگر گوشے میاں الطاف احمد کے ساتھ مولوی افتخار حسین انصاری کے پاس آئے اور کہا کہ'' یا تو ہمیں نیشنل کانفرنس میں شمولیت کر لینی چاہیے یا پھر نیشنل کانفرنس کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہئے بیچ کا راستہ ٹھیک نہ رہے گا'' لیکن مولوی افتخار انصاری نہ مانے وہ کانگریس میں رہتے ہوئے نیشنل کانفرنس کی جماعت سے انتخاب لڑنے کے حق میں تھے ان حالات میں میاں صاحب نے میاں الطاف

احمد کو صلاح دی کہ اگر کانگریس میں رہ کر فاروق صاحب کی حمایت سے چناؤ لڑنا ہے تو اس سے بہتر ہے کہ نیشنل کانفرنس میں شامل ہو جایا جائے میاں الطاف احمد بھی یہی چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ اپنے بیٹے کو لے کر ڈاکٹر فاروق عبداللہ کے پاس آئے ڈاکٹر صاحب باباصاحب کی بات سُن کر حیران بھی ہوئے اور خوش بھی ہوئے پھر میاں الطاف احمد کا نیشنل کانفرنس میں شمولیت کا اعلان کیا گیا اور پارٹی کے جنرل سیکریٹری شیخ نذیر احمد سے کہا کہ ''میاں الطاف احمد صاحب ریاست کے جس بھی اسمبلی حلقہ سے چناؤ لڑنا چاہیں انھیں ٹکٹ دے دو'' اگست ۱۹۹۶ء میں نیشنل کانفرنس کا منڈیٹ حاصل کر کے میاں الطاف احمد ہزاروں لوگوں کے جلوس کے ساتھ کنگن پہنچے اور اس حلقہ سے کاغذات نامزدگی داخل کیے پھر مقابلے کے لیے میدان میں آگئے۔ دوسری جانب حضرت بابا صاحب نے ساری ریاست میں نیشنل کانفرنس کے حق میں مہم چلائی یہ آپ کی روحانی اور دینی شخصیت کا ہی کرشمہ تھا کہ آپ کی بات سُننے کے لئے حالات سے سہمے ہوئے لوگ باہر نکلے اور چناؤ میں حرارت پیدا ہوئی۔

میاں الطاف احمد کا کنگن اسمبلی حلقہ سے کامیاب ہونا

۲۱-ستمبر ۱۹۹۶ء کو کنگن اسمبلی حلقہ میں ووٹ ڈالے گئے اور بھاری تعداد میں رائے دہندگاں نے انتخاب میں حصّہ لے کر میاں الطاف احمد کے حق میں اپنی رائے کا اظہار کیا۔ پوری وادی کشمیر میں تناسب کے حساب سے کنگن میں سب سے زیادہ لوگوں نے ووٹ ڈالے۔ یکم اکتوبر ۱۹۹۶ء کو جب ووٹ شماری ہوئی تو میاں الطاف احمد ۲۴ ہزار ووٹوں کی بھاری اکثریت سے کامیاب قرار دیئے گئے جب کہ مدمقابل کے امیدوار کو صرف ۶۰۰ ووٹ پڑے ریاست میں نیشنل کانفرنس اسمبلی میں ۵۷ سیٹیں حاصل کر کے اکثریت میں آگئی پھر ۹/ اکتوبر ۱۹۹۶ء میں ۲۷-ممبری فاروق وزارت کو سنتور ہوٹل میں حلف وفاداری دلایا گیا میاں الطاف احمد وزیر مملکت بنائے گئے اور آپ کو سماج سدھار کا محکمہ سونپا گیا۔

بطور وزیر میاں الطاف احمد صاحب کی کارکردگی

۱۹۹۶ء سے ۱۹۹۹ء تک میاں الطاف احمد سماج سدھار کے وزیر رہے جبکہ ۱۹۹۹ء سے ۲۰۰۲ء تک آپ وزیر صحت اور طبی تعلیم کے منصب پر فائز رہے آپ نے دونوں وزارتوں میں اپنی محنت دیانتداری لگن اور عوام

دوستی کا اثر چھوڑا بطور وزیر برائے سماج سدھار آپ کے دور میں ۴۵ آنگن واڑی پروجیکٹ منظور ہوئے ناساعد حالات کے شکار لوگوں کی بحالی اور بہبودی کی سکیمیں لاگو ہوئیں ایک کونسل کی تشکیل دی گئی تا کہ عوام کے زخموں کا مداوا کیا جا سکے پھر آپ کو وزارت صحت اور طبی تعلیم کا محکمہ سونپا گیا حالات کافی خراب تھے لوگوں کے مصائب اور مسائل نہایت سنگین تھے۔ لیکن میاں الطاف احمد نے خلوص اور خیر سگالی کے جذبوں سے مسئلوں کو حل کیا آپ نے جم کر عوام کے کام کئے اور ۲۰۰۲ء تک بڑی محنت لگن اور صاف شفاف انداز سے آپ نے اپنی وزارت کو چلایا اللہ نے آپ کو عزت دی کام کرنے کا موقع دیا اور غریبوں کی خدمت کرنے کی توفیق دی تو آپ نے اپنے عہد میں ایم، آر، آئی سی، ٹی، سکین جموں اور سرینگر کے ہسپتالوں میں مریضوں کے لئے مہیا کرائے ضلع ہسپتالوں میں پیرامیڈیکل ادارے قائم کئے۔ ضلع ہسپتال راجوری کے لئے نئی عمارت کے لئے زمین حاصل کی اور نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا کیونکہ راجوری کے پرانے ہسپتال میں جگہ کی تنگی کے باعث مریضوں کو نہایت دشواریوں کا سامنا تھا۔ آپ کے بے داغ کردار صاف ستھری شخصیت اور خدمت خلق کے جذبے کے باعث عوام کا دربار پر اعتماد اور پختہ ہوا۔ صاف گوئی اور راست بازی انھیں اپنے والد صاحب سے ورثے میں ملی ہے۔

بطور وزیر عوام سے دوستانہ سلوک:- دراصل ۱۹۹۶ء میں عہدہ وزارت سمبھالنے کے بعد ہی میاں الطاف احمد عوامی فلاح و بہبود کے کاموں اور سلسلہ کے فروغ میں جٹ گئے تھے ایک طرف آپ نے دُور دراز کے علاقوں اور گاؤں کے دوروں پر جا کر درگاہ شریف سے وابستہ مریدوں، عقیدتمندوں اور عام لوگوں کے دُکھ درد کو سُنا اور اُن کا مداوا کرنا شروع کیا دوسری جانب سکریٹریٹ میں آپ نے دُور دراز کے علاقوں سے آنے والے غریب اور بے سہارا لوگوں اور قبائل کے لئے اپنے دفتر کے دروازے کھول دیئے دفتر میں آپ چھوٹے سے چھوٹے آدمی سے بھی ہاتھ ملاتے انھیں عزت سے بٹھاتے اُن کے مسئلوں کو غور سے سننے اور اُن مسئلوں کو حل کرانے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں اس لئے عوام نہ صرف میاں الطاف صاحب کی طرف مائل ہوتے گئے بلکہ آپ کے اِس طرز عمل اور نیک نامی کا فائدہ ریاستی سرکار کو بھی ہوا اُس دور میں عوام کو زبردست پریشانیوں کا سامنا تھا لیکن آپ نے عوام سے روابطہ بڑھا کر اُن کے مسائل کو حل کرانے میں اہم رول ادا کیا اور حقیقی معنوں میں عوام اور حکومت کے درمیان ایک پُل ثابت ہوئے۔

عہدہ وزارت کے سلسلے میں میاں الطاف صاحب سے والدِ محترم کی توقعات

۱۹۹۶ء میں حضرت میاں الطاف احمد دوسری بار عہدہ وزرات پر فائز ہوئے تھے اپنی شفاف سیرت کے باعث حکومت اور عوام میں آپ کی عزت اور احترام تھا لیکن خود میاں الطاف صاحب والدمحترم سے بہت ڈرتے تھے۔ انھیں میاں صاحب سے زبردست محبت اور عقیدت ہے۔ دراصل آپ والدمحترم کی شخصیت سے متاثر بھی ہیں۔ اور اُن کی تقلید بھی کرتے ہیں۔ اگر آپ کے بارے میں کوئی شکایت آجائے تو والدمحترم اُس کا سخت نوٹس لیتے ہیں۔ اگر لوگ درگاہ پر آئیں تو آپ چاہتے ہیں کہ میاں الطاف صاحب اُن سے کھل کر ملیں اگر دس منٹ لیٹ ہو جاتے ہیں۔ تو میاں صاحب پوچھتے ہیں کہ آپ کیوں نہیں ملتے آپ توقع رکھتے ہیں کہ میاں الطاف صاحب زیادہ سے زیادہ لوگوں سے تعلق رکھیں اور اُن کو سنیں، اُن کے کام آئیں، اُن سے رابطے رکھیں، اُن کے گھروں میں جائیں، اُن کی خوشیوں اور غموں میں شریک ہوں، اور اِس سلسلہ کو آگے بڑھائیں وہ اکثر اپنے بیٹے سے کہتے ہیں کہ "اُن کے کام آؤ جن کا کوئی نہیں۔ جن کی کہیں شنوائی نہیں جو صدیوں سے دبے کچلے ہیں۔ جن کی زندگی میں سیاہ راتیں ہیں۔ اُن کے لئے صبح بن کر آئیں جو سب سے چھوٹے ہیں سب سے غریب ہیں اُن کو سب سے پہلے ملیں اچھی طرح ملیں تاکہ وہ یاد رکھیں اُن کے مسائل کو غور سے سنیں اور اُن کا ازالہ کریں۔"

آپ کا اصرار رہتا ہے کہ محترم میاں الطاف صاحب لوگوں سے ہر وقت ملیں ہر مقام پر ملیں اور جتنا ممکن ہو سکے دوسروں کے دُکھ کو کم کریں بیٹے پر نظر رکھتے ہیں کہ دربار سے وابستہ مریدوں کے لئے اپنے علاقے کے لئے اپنے لوگوں کے لئے اپنے معاشرے کے لئے کیا کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں جن لوگوں کی پاک ولیوں کی درگاہ وانگت شریف سے وابستگی رہی ہے۔ جو اِس کاروان میں رواں دواں ہیں اُن کی پذیرائی ہو اُن کو تقویت دی جائے

چنانچہ والد محترم حضرت بابا صاحب کی ان توقعات پر پورا اُترنے کے لئے حضرت میاں الطاف احمد صدقِ دل کے ساتھ محبت پاکدامنی اور مروت کے ساتھ لوگوں کے کام آنے لگے جس کے باعث آپ عوام میں ہر دل عزیز ہوتے گئے۔ موصوف کی یہ بھی خواہش رہتی ہے کہ میاں الطاف صاحب راجوری پونچھ کی طرف زیادہ توجہ دیا کریں شادی ہو، پریشانی ہو، مذہبی مجلس ہو وہاں کے لوگوں کے درمیان رہیں۔

میاں بشیر احمد صاحب ایک روحانی شخصیت

میاں الطاف احمد بتاتے ہیں کہ والد محترم سجادہ نشین بابا صاحب کی کشش اور یہاں کے پاک ولیوں کا روحانی ماحول عوام کو کھینچ کر یہاں لاتا ہے پوری ریاست سے لوگ زیارت کے لئے آتے ہیں۔ برف ہو، بارش ہو، دھوپ ہو، حالات خراب ہوں لوگ آتے ہیں یہاں غریب بھی آتا ہے اور بادشاہ بھی آتا ہے چھوٹے بھی آتے ہیں اور بڑے بھی آتے ہیں اہلکار بھی اور بزرگ بھی آتے ہیں۔ سب قوموں فرقوں اور مذہبوں کے لوگ یہاں آتے ہیں اس عوامی آمد کا اثر جو اللہ کی دین ہے حضرت میاں الطاف احمد کی زندگی پر بھی نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ ۸۰ فی صدی سے زیادہ لوگ زیارت شریف پر حاضری دینے کے ساتھ ساتھ میاں صاحب کا دیدار کرنے اور اُن کی نوازشیں حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں۔ جنھیں دربار کی عقیدت اور میاں صاحب کی محبت کھینچ لاتی ہے۔ لوگ اشتیاق اور محبت سے اُن کی بات سُنتے ہیں۔ اُن کی مجلس میں بیٹھ کر تسکین حاصل کرتے ہیں۔ اُن کی بات میں تاثر بھی ہے محبت کی شرینی بھی مذہب رُوحانیت بھی اور مطالعہ کی گہرائی کا جوہر بھی نمایاں ہوتا ہے۔ اس طرح آپ کی مجموعی شخصیت ہر پہلو سے عوام پر اثر انداز ہوتی ہے اور آپ چھا جاتے ہیں کوئی مولوی ہو پیر ہو سیاست دان ہو اُن پر سایہ پڑھ جاتا ہے۔ موصوف علما کی بڑی عزت کرتے ہیں چاہے۔ کسی مسلک کے ہوں اُن کے ساتھ بڑے ادب سے پیش آتے ہیں اُن کے معاملوں پر بحث بھی کرتے ہیں اُن کو اپنے دلائل سے قائل کرنے کی سعی بھی کرتے ہیں۔ اس طرح آپ کی ہمہ جہت شخصیت عوام کیلئے پرکشش اور معتبر بن گئی ہے۔ آپ اکثر میاں الطاف صاحب سے کہتے ہیں یہ چھوٹی موٹی وزارت پر گزارہ کرنے کی بات نہیں ہے عوام کی بات ہے ریاست کی بہبودی کی بات ہے اور سلسلہ کی تقویت کی بات ہے۔

میاں الطاف احمد کی فطرت اور طرزِ عمل دھیرے دھیرے والد محترم کی طرف سے واضح کیے گئے سانچوں میں ڈھل رہا ہے۔ اس لئے آپ کی ہردم کوشش رہتی ہے۔ کہ دربار عالیہ لار اور سلسلہ کی عزت و ناموس کو برقرار رکھنا چاہے۔ آپ کو زیارت شریف سے زبردست عقیدت اور اعتقاد ہے۔ آپ کو زیارت ماگم شریف سے بھی بڑا لگاؤ ہے۔ کیونکہ سلسلہ کے حساب سے وہ قابل احترام زیارت ہے۔ آپ کو سرہند شریف اور شاہدرہ شریف کے لئے بڑی کشش رہتی ہے۔ آپ کو اس بات کا بھی شدت سے احساس ہے۔ کہ مریدوں اور قبائل کی اسّی فی صدی آبادی ابھی ترقی سے محروم ہے۔ اُن میں ناخواندگی ہے افلاس ہے۔ اُن کی بستیوں میں بجلی نہیں سڑکیں نہیں اُن کے ساتھ امتیاز ہوتا ہے۔ وہ لوگ اپنے حال پر مطمئین ہیں اپنے حق کے لئے لڑنا بھی نہیں جانتے اپنا حق مانگتے بھی نہیں اور پھر اُن میں سے جو لڑنے کے لئے نکلتا ہے وہی اُن کا استحصال کرتا ہے۔ خود تو عوام کے نام پر سب کچھ حاصل کر لیتا ہے اور پھر عوام کو اور زیادہ اپنے پنجے میں جکڑنے کی کوشش کرتا ہے۔[1]

ڈاکٹر فاروق عبداللہ کی دربار پر آمد اور میاں صاحب کی طرف سے شکایت

ڈاکٹر فاروق عبداللہ ریاست کے وزیر اعلیٰ بننے کے بعد ۱۹۹۷ء میں حضرت خواجہ نظام الدین کیانی" کے عرس مبارک پر ۸ر جون کو وانگت تشریف لائے اور دربار لار حاضری دینے کے بعد میاں صاحب سے ملاقات کرنے گئے اُس دور میں وانگت اور کشمیر کے دوسرے علاقوں میں اخوانی جنگجو دہشت مچائے ہوئے تھے۔ اور عوام کو بہت تنگ کر رہے تھے میاں صاحب کے پاس یہ اطلاعات آتی رہتی تھیں چنانچہ میاں صاحب نے ان شکایات کا تفصیلی ذکر ڈاکٹر فاروق عبداللہ سے کیا اور کہا کہ یہاں کنگن میں جب بخشی غلام محمد کے پالے ہوئے ستم کیا کرتے تھے تو میں چھڑی لے کر سب کو بھگا دیتا تھا۔ اور آج آپ کے دور میں یہ غنڈے پنپ رہے ہیں۔ اگر آپ انھیں نکیل نہیں ڈالیں گے تو میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گا وہ بڑی مضبوتی کے ساتھ عوام کا موقف ڈاکٹر فاروق عبداللہ کے سامنے رکھ رہے تھے۔ اور انھیں اس کی پرواہ بھی نہ تھی کہ اُن کے صاحبزادے بھی وزیر ہیں۔[2]

---

[1] میاں الطاف احمد......[2] اقبال عظیم

زیارتِ بیت اللہ شریف

میاں بشیر احمد صاحب نے ۱۹۸۵ء میں ہندوستان کے سرکاری وفد کے رُکن کے طور پر پہلی بار حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی تھی پھر مارچ ۱۹۹۳ء میں موصوف نے عمرہ بھی کیا تھا اس کے باوجود موصوف کے دل میں یہ تڑپ تھی کہ ایک بار سرکاری مہمان کے طور پر نہیں بلکہ اپنے خرچے پر حرمین شریف کے خادم کی حیثیت سے حج کے فرائض انجام دیں اور مسجد نبوی کا دیدار کریں چنانچہ ۲۰۰۰ء میں حضرت نے حج پر جانے کے لئے نہ حکومت سے رجوع کیا اور نہ کوئی مدد حاصل کی بلکہ اپنے طور پر حاجی بدر دین کے ذریعے ویزا لگوایا کاغذات مکمل کرائے اور سعودی ایئر لائینز کی ٹکٹ بک کرا کے حج کی تیاریوں میں لگ گئے۔

یکم مارچ ۲۰۰۰ء کو میاں صاحب دربار عالیہ لار سے حج پر روانہ ہوئے تو ہزاروں مریدوں شیدائیوں اور خاندان کے افراد نے آپ کو رخصت کیا اور ۸ر مارچ ۲۰۰۰ء کو حضرت دہلی سے حاجی بدر دین، حاجی وزیر محمد اور ماسٹر عبدالغنی کے ساتھ دہلی سے بذریعہ ہوائی جہاز سعودی عربیہ روانہ ہوئے ساڑھے چار گھنٹے کی مسافت طے کر کے حضرت موصوف جدہ تشریف لائے تو وہاں بہت سے مریدوں نے آپکا استقبال کیا ہوائی اڈے پر آپ کی آمد کے بارے میں اشتہار بھی لگے ہوئے تھے۔ آپ کے سفر کے لئے کفیل مدینہ سے گاڑی لے کر پہنچا ہوا تھا۔ اس لئے آپ سیدھے مکہ معظمہ روانہ ہو گئے مکہ معظمہ میں عمرہ کرنے کے بعد آپ عزیزیہ محلہ میں تشریف لے گے جہاں قیام کا انتظام تھا۔

حادثہ پیش آنا اور آپ کا سلامت رہنا

۹ر مارچ کو وہاں قیام کیا دس مارچ جمعہ کے دن بریگیڈیر خدا بخش کے بہنوئی ڈاکٹر عبدالرحمان کی دعوت پر اُن کے گھر تشریف لے گئے۔ جو مکہ میں ہی سکونت پذیر تھے ڈاکٹر صاحب کے گھر مرحوم بریگیڈیر خدا بخش کو حضرت باباجی صاحبؒ سے وابستگی اور حضرت میاں نظام الدینؒ سے عقیدت کے تذکرے ہوتے رہے۔ پھر

حضرت نے اپنی روحانی نوازشوں سے ڈاکٹر صاحب کے خاندان کو فیض یاب کیا اور دعوت کے بعد تقریباً چار بجے شام واپس اپنے ہوٹل کی طرف روانہ ہوئے حضرت صاحب حاجی بدردین کے ساتھ اُس عمارت سے اُترنے کے لئے لفٹ میں داخل ہوئے تو کچھ اور لوگ بھی سوار تھے۔ جب لفٹ آدھے راستے میں پہنچی تو ٹوٹ کر نیچے جا گری حاجی بدرالدین کی ٹانگ ٹوٹ گئی کچھ دوسرے لوگ بھی مجروح ہوئے لیکن میاں صاحب بالکل صحیح سلامت رہے۔ حاجی بدردین کو فیصل ہسپتال میں داخل کیا گیا حضرت ہوٹل عزیزیہ میں تشریف لے آئے اور مکہ معظمہ میں آٹھ دن قیام فرما کر حج نمازیں حرم شریف میں ادا کرنے کے ساتھ دوسرے ارکان بھی پورے کئے۔

مدینہ شریف حاضری

مکہ معظمہ میں حج کے بعد حضرت مدینہ شریف کے لئے روانہ ہوئے تو دوسری گاڑی میں حاجی بدرالدین بھی ساتھ تھے اور نماز مغرب کے بعد مدینہ شریف میں آمد ہوئی مدینہ شریف میں ایک مقامی شخص شیخ بن حسین نے اپنے مکان کی تعمیر کے لئے مڑھا پونچھ کے مزدورں کو لگایا ہوا تھا اور مکان تعمیر ہو چکا تھا ان کامگاروں نے اُسے بتایا کہ کشمیر کے ولی اللہ اور روحانی شخصیت حضرت بابا صاحب یہاں تشریف لائے ہیں تو وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور استدعا کی کہ حضرت اُس کے نئے گھر میں قیام کر کے اپنے روحانی فیوض سے نوازیں چنانچہ شیخ بن حسین اور مریدوں کے اسرار پر اُس مکان میں تشریف لیگئے جس کے لاتعداد کمرے تھے مدینہ منورہ میں آپ نے آٹھ روز قیام کیا اس بار حضرت کو مدینہ میں رہنے والے مریدوں کی مدد سے مدینہ منورہ کے اندر پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے روضہ اقدس کے دیدار کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

واپسی پر جدّہ اور مکہ شریف سے ہوتے ہوئے وطن واپسی

حضرت مدینہ شریف سے واپس جدہ تشریف لائے وہاں سے دوبارہ مکہ معظمہ میں جا کر عمرہ کیا اور لوٹ کر جدہ آگئے جہاں ہفتہ بھر مریدوں اور عقیدت مندوں سے ملاقاتوں اور اُن پر روحانی و دینی معاملات کے حوالے سے حضرت کی نوازشیں جاری رہیں۔ پھر ۱۴/اپریل کو جدہ سے دہلی کے لئے روانہ ہوئے ۱۵/اپریل کی صبح پانچ

بجے پالم ہوائی اڈے پر تشریف لے آئے جہاں خاندان کے بہت سے افراد استقبال کے لئے حاضر تھے دہلی کے چانکیہ پوری مہمان خانے میں دو دن قیام کے بعد ۱۷ اپریل ۲۰۰۰ء کو بذریعہ ہوائی جہاز جموں پہنچے جہاں ہوائی اڈے پر ہزاروں کی تعداد میں مرید اور عقیدتمند سینکڑوں کاروں اور گاڑیوں کے ساتھ آپ کے استقبال کے لئے موجود تھے ہوائی اڈے سے جلوس کی صورت میں قیام گاہ تک لے جایا گیا۔ جہاں ہزاروں مریدوں عقیدت مندوں اور عام لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے سفر محمود کا حال سُنایا دین کی باتیں کیں اور آنے والوں کو اپنی روحانی نوازشوں سے فیضیاب کیا اس مجلس میں چودھری محمد اسلم صاحب، ریاستی وزیر صحت میاں الطاف صاحب، میاں سرفراز احمد صاحب، چودھری محمد حسین ایم، ایل، سی، مرزا عبدالرشید، لاروی خاندان اور قبیلہ کے دیگر افراد اور راجوری پونچھ کے مریدین خاص طور سے شامل تھے۔

قاضی محمد خان چوہان کھنیتر والے جو حج بیت اللہ کے دوران مکّہ معظمہ اور مدینہ شریف میں ہی تھے بتاتے ہیں کہ مدینہ شریف میں ایک مقامی عورت سخت بیمار ہوگئی اُسے حضرت کے روبرو پیش کیا گیا آپ نے اُس پر دم کیا اور تعویز دیئے وہ روبا صحت ہوگئی اس کرامت کو دیکھ کر وہاں کے مقامی بدوی قبیلہ کے لوگ اکٹھے ہو کر آپ کے پاس آئے اور عرض کی کہ اُن کو بھی بیعت کیا جائے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں لیکن حرمین شریف کے نزدیک میں کسی کو بھی بیعت نہیں کروں گا۔ اس سال حج کے دوران کوئی نقصان نہیں ہوا۔ آپ گاڑی پر مدینہ منورہ سے جب جدہ کے لئے روانہ ہوئے ڈرائیور کو گاڑی چلاتے دشواری پیش آرہی تھی گاڑی بھاری لگ رہی تھی۔ لیکن جب جدہ سے باہر نکلے تو گاڑی ہلکی ہو چکی تھی ڈرائیور حیران تھا اُس نے جب میاں صاحب سے ذکر کیا تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "باطنی طور پر یہاں کے اولیا سے میری ملاقاتیں جاری تھیں جس کے باعث گاڑی پر وزن تھا جب یہ ملاقاتیں ختم ہوئیں تو گاڑی ہلکی ہوگئی۔"

۲۰۰۱ء میں سید علی شاہ گیلانی کی دربار عالیہ پر حاضری

دربارِ عالیہ بابانگری (وانگت) ایسی درگاہ ہے۔ جہاں مختلف مذاہب، مسلک، فرقے، رنگ ونسل عقیدے اور ہر مکتب خیال کے لوگ روح کی تسکین حاصل کرنے اور دین کی روشنی پانے کے لئے عقیدت احترام کے ساتھ آتے ہیں یہاں کسی سے یہ نہیں پوچھا جاتا کہ تمہارا مسلک کون سا ہے مسلک کیا ہے۔؟ اور سیاسی نظریہ کیا ہے یہاں تو فقط دین کا فیض بٹتا ہے روحانیت کے چشمے رواں ہیں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے اصولوں کے جام پلائے جاتے ہیں جس سے صدق ومحبت سے آنے والوں کی روح کو سکون حاصل ہوتی ہے یہی وجہ تھی کہ ۲۰۰۱ء میں سید علی شاہ گیلانی زیارت شریف پر حاضری دینے روحانی فیض حاصل کرنے اور حضرت میاں صاحب سے تبادلہ خیال کرنے کے لئے وانگت آئے تھے آپ کے ساتھ علاقہ گاندربل کے جماعت اسلامی کے رہنما عبدالخالق صوفی بھی تھے۔ سید علی شاہ گیلانی نے زیارت شریف پر حاضری دی چھوٹی مسجد میں نماز ادا کی حضرت میاں صاحب کے ساتھ کھانا کھایا اور پورا دن حضرت کے ساتھ کھل کر دین اور دُنیا کے معاملات پر تبادلہ خیال کیا بظاہر وہ میاں صاحب سے ملاقات کی غرض سے آئے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے حضرت کے سامنے اپنا سیاسی موقف رکھا اور کہا کہ ''میں اپنے موقف پر قائم رہوں گا۔'' پھر گیلانی صاحب نے کہا کہ ''سیاسی طور پر ہمارے موقف اور نشانوں میں فرق ہوسکتا ہے لیکن ہم دونوں کی سوچ عوام کی بھلائی ہے۔ ہماری وجہ سے کسی کو ٹھیس نہیں پہنچنی چاہیے۔ ہم آپ کی عزت کرتے ہیں جانتے ہیں کہ آپ صاف ستھرے لوگ ہیں اور دین کے فروغ میں محو ہیں۔'' سید علی گیلانی اور میاں صاحب کے درمیان دین اور روحانیت کے بارے میں گفت وشنید ہوتی رہی گیلانی صاحب کے پیر مرشد درویش غلام محمد مٹا صاحب تھے۔ درویش صاحب دربار عالیہ لار شریف سے وابستہ تھے۔ وہ بانڈی پور کے رہنے والے تھے اور اکثر دربار پر آیا کرتے تھے درویش غلام محمد کے بارے میں سید علی شاہ گیلانی نے اپنی کتاب ''روداد قفس'' میں بھی ذکر کیا ہے۔ درویش غلام محمد مٹا صاحب حضرت سید نوران شاہؒ کے ہاتھ پر بیعت تھے۔ جبکہ

سید نوران شاہ صاحبؒ حضرت باباجی صاحبؒ کے خلیفہ اول تھے چنانچہ اس بارے میں تفصیل کے ساتھ باتیں ہوتی رہیں۔ سید علی شاہ گیلانی اور میاں صاحب ۱۹۸۷ء تک اسمبلی چناؤ لڑتے اور جیتتے رہے تھے اس حوالے سے بھی یادیں تازہ ہوئیں۔ تحریک حریت کے سرکردہ زعما کی نہایت عقیدت اور شائستگی کے ساتھ دربار باباجی صاحبؒ پر حاضری دیتے رہے ہیں۔ وہ اپنے مقاصد میں کامرانی اور سرزمین کشمیر کے عوام کے حقوق کے لئے دعا کرتے ہیں۔ انہیں اس بڑی حقیقت کا اعتراف ہے۔ کہ دیگر اولیائے کرام کی طرح باباجی صاحبؒ روحانی طور پر مظلوم لوگوں کی روحانی رہنمائی کرتے ہیں۔ سید علی شاہ گیلانی کے علاوہ میر واعظ عمر فاروق بھی دربار شریف پر آتے رہے ہیں۔ اور آپنے بزرگوں کی طرح دینی معاملات میں باباجی صاحبؒ کے خانوادے کے ہم خیال ہیں۔ شبیر شاہ صاحب بھی یہاں کے عقیدت مند ہیں۔ ان کے حضرت میاں بشیر احمد کے ساتھ گہرے مراسم ہیں۔ وہ خاص موقعوں پر یہاں عوام سے مخاطب ہوتے رہتے ہیں۔ حُریت لیڈر سید سلیم گیلانی کی اس دربار سے آباواجداد کے دور سے روحانی وابستگی ہے۔ وہ عرس شریف کے موقعے پہ اکثر وعظ فرماتے ہیں۔ اور اس خاندان کے افراد کے ساتھ گھل مل جاتے ہیں۔ اس طرح ہر مکتبہ فکر کے دانشوروں اور صوفیاء کے لئے یہ دربار خاص توجہ کا مرکز ہے۔[۴۵۱]

۴۵۱ ۲۰۰۱ء اور ۲۰۰۲ء کے دوران شبیر شاہ صاحب بھی میاں بشیر احمد صاحب سے فیض حاصل کرنے دربار عالیہ لار شریف آئے تھے۔ میر واعظ کشمیر خاندان کے بھی لاروی خاندان کے ساتھ دوستانہ اور دینی تعلقات رہے ہیں۔ میر واعظ شہید مولانا محمد فاروق صاحب میاں بشیر احمد صاحب کے پاس اکثر آیا کرتے تھے۔ اور پورے خاندان کے ساتھ آتے تھے۔ اُس دور میں میاں صاحب میر قاسم وزارت میں ۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۵ء تک وزیر تھے اور گاندھی نگر جموں میں سرکاری کوٹھی پر رہائش پذیر تھے۔ تو میر واعظ صاحب دو تین بار وہاں آئے۔ موجودہ میر واعظ کشمیر مولوی عمر فاروق بھی حضرت سے ملنے کے لئے جموں کوٹھی پر آئے تھے۔ اگرچہ یوسف تاریگامی روحانی شخصیت کے طور پر حضرت کا نہایت احترام کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ یاسین ملک صاحب اور سلیم گیلانی بھی اس خاندان کی نہایت عزت کرتے رہے ہیں اور دربار لار پر آتے رہے ہیں۔

پچھلے سال عرس کے موقع پر بی۔ جے۔ پی۔ ایم۔ ایل۔ اے اشوک کھجوریہ بھی باباصاحب کی مہربانیاں حاصل کرنے وانگت آئے۔ میاں بشیر احمد صاحب ریاست کے علیحدگی پسند اور قومی دھارے سے تعلق رکھنے والے بھی رہنماؤں کے لئے قابل قبول روحانی شخصیت مانے جاتے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ حضرت کا کردار ملنساری، پاک دامنی، سلجھی ہوئی سوچ تحمل اور بُردباری و روحانی مقام ہے۔ جس کے باعث لوگ آپ کے قریب آ کر سکون حاصل کرتے ہیں۔



صدرِ افغانستان جناب صبغت اللہ مجددی، خلیفہ حضرت محمد یحیٰ صاحب
حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے دربار پر

حضرت میاں بشیر احمد میر واعظ کشمیر مولوی عمر فاروق کے ساتھ

میاں صاحب کی تعمیرات کے سلسلے میں پیشن گوئی

میاں بشیر احمد صاحب کی زندگی کا مشن اگر دینی اور روحانی فروغ رہا ہے تو اُن کا ذہن تعمیری ہے ایک طرف آپ لوگوں کی زندگی کو دینی اور دنیاوی طور پر آسودہ کرنے کے لئے برسرِ پیکار رہے ہیں تو دوسری جانب دربار عالیہ لار بابا نگری وانگت کو خوب سے خوب تر بنانے کے لئے آپ نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا درگاہ عالیہ سے وابستہ تقریباً ہر عمارت کو زمانے کے ساتھ کی ضرورت کے مطابق بدلا بہتر کیا وسعت دی یا پھر از سرِ نو تعمیر کیا آپ نے گذشتہ زندگی میں ہمیشہ مجدّد کا کام کیا ہے۔ (کسی چیز کی تجدید کرنے والا) آپ کائنات کی اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ ہر شے فنا ہوتی ہے تغیر پذیر ہے وقت کے ساتھ بدلتی ہے ٹوٹتی ہے کوئی بھی چیز اصل مقام پر یا اصل صورت میں قائم نہیں رہتی اُسے ٹھیک کرنے اُس میں بہتری لاتے یا اصلی حالت میں لانے کے لئے مجدّد کی ضرورت پڑتی ہے جب ہم میاں صاحب کی زندگی پر نظر دوڑاتے ہیں۔ تو اُن میں وہ تمام صفات دکھائی دیتی ہیں۔ زیارت کمپلکس پر تعمیرات کا سلسلہ اگر چہ حضرت بابا جی صاحبؒ کے دور سے ہی جاری تھا لیکن موجودہ دور کا نتیجہ ہے جہاں اس وقت موصوف قیام کرتے ہیں وہاں پہلے بھی بڑا خوبصورت بنگلہ ہوا کرتا تھا۔ لیکن آپ نے ۲۰۰۱ء اور ۲۰۰۲ء کے درمیان اس بنگلے کو کھول کر اس کو وسعت دی اور جدید طرز پر تعمیر کیا اس کے علاوہ آپ کا لنگر خانہ مویشی خانہ، زنان خانہ اسٹور وغیرہ کی عمارتوں کو بھی نئے سرے سے تعمیر کرایا۔

دربار عالیہ لار کی پہلی عمارت چھوٹی تھی اُس میں زیادہ گنجائش نہیں تھی اور روایتی انداز میں لکڑی کی بنی ہوئی تھی۔ آپ نے اس زیارت کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے عمارت میں اس طرح توسیع کی کہ اس کی اصلی حالت بھی برقرار رہی درگاہ کی جدید کاری اور درگاہ شریف کے اندر لکڑی کا ایسا کام کرایا جو کشمیر کے فن تعمیر کا بہترین نمونہ ہے۔ روضہ شریف کو دلکش مضبوط بنانے کی ہر ممکن کوشش کی آج بابا نگری میں دیودار کے درختوں کے دامن میں واقع قدرتی پھولوں اور ثمر دار پودوں کے بیچ دل آویز زیارت شریف مہمان خانے، مساجد مقام اعتکاف اور چلّہ

کی تعمیر حضرت قبلہ باباصاحب کی فہم وفراست ہی کا نتیجہ ہیں۔

باباجی صاحبؒ کے دور کی چھوٹی مسجد موجود ہے اس مسجد شریف کو حضرت باباجی صاحبؒ نے اپنے دور میں مٹی گارے اور پتھروں سے تعمیر کرایا تھا۔ میاں صاحب نے اگرچہ اس مسجد کی اصلی حالت میں تبدیلی نہ کی لیکن اس کے چھت وغیرہ کو تبدیل کر کے بہتری لائی عقیدت مندوں کی ضروریات کو دیکھتے ہوئے تین منزلہ بڑی جامع مسجد بھی تعمیر کرائی جس کا نقشہ حضرت کی سرپرستی میں گوہر احمد نقشبندی نے تیار کیا اور تعمیر کے کام میں محمد عبداللہ راجوری والے منیر حسین راجوری والے اور غلام محی الدین کسانہ جیسے انجنیر وں نے معاونت کی آپ نے دربار عالیہ کمپلکس کو جدید طرز پر ہی نہیں ڈھالا بلکہ بابانگری میں واقع اپنے قبیلہ کی مالی اور اخلاقی معاونت کر کے انھیں بھی آگے بڑھایا۔ آپ نے عقیدت مند لوگوں کی فلاح و بہبود اور اُن کی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے وہ سب کچھ کیا جس کی ضرورت تھی۔ جبکہ روحانی کمالات اپنے مریدوں کی جھولیاں مرادوں سے بھرتے رہے ہیں۔ اور عقیدت مند لوگوں کے گھروں میں خوشیوں اور محبتوں کو آباد کرتے رہے ہیں۔

۲۰۰۲-۲۰۰۱ء کے درمیان حضرت نے سجادہ نشین کے مکان کو کھول کر از سر نو تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا مکان تعمیر ہونے لگا تو آپ نے فرزندِ ارجمند میاں الطاف احمد اور میاں سرفراز احمد صاحب سے ارشاد فرمایا کہ "اس مکان میں وسعت پیدا کی جائے اور دورِ جدید کی طرز پر مہمان خانوں اور کمروں کی تعمیر ہونی چاہئے جن کے ساتھ باتھ روم بھی ہوں کیونکہ L.O.C پر آمدرفت جاری ہوگی اور مرید کشمیر کے دوسرے حصّے سے بھی زیارت کے لئے یہاں آنا شروع کریں گے تو اُن کی رہائش کا پہلے سے اہتمام ہو جانا چاہیے۔ اُس وقت ان مہمان خانوں کی سخت ضرورت ہوگی۔" یہ بات سُن کر میاں الطاف احمد اور میاں سرفراز احمد صاحب نے کہا کہ L.O.C پر تو فائرنگ جاری ہے گولے برس رہے ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ اُس پار سے لوگ زیارت کے لئے آئیں گے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۲۰۰۴ء میں مشرف واجپائی مذاکرات کے بعد اعتماد سازی کا عمل شروع ہوا سرحدوں پر فائرنگ بند ہوئی اور پھر ۱۷، اپریل ۲۰۰۵ء کو اوڑی مظفرآباد اور ۲۰، جون ۲۰۰۶ء کو پونچھ راولاکوٹ کراس ایل، او، سی سڑکیں کھلیں اور عوام کا آر پار آنا جانا شروع ہوگیا۔ کشمیر کے دوسرے حصّے میں نوے فی صدی

بڑے پچھڑے لوگ دربار عالیہ لار سے وابستہ ہیں اس لئے جو بھی خاندان کشمیر کے دوسرے حصے سے ریاست جموں وکشمیر میں آتے ہیں وہ دربار عالیہ لار کی زیارت پر بھی آتے ہیں اور جو مسافر بس سے مظفر آباد سے اُوڑی یا راولاکوٹ سے پونچھ پہنچتے ہیں اُن میں اکثریت دربار لار سے وابستہ عقیدت مندوں کی ہوتی ہے۔اس طرح جہاں میاں بشیر احمد صاحب کی پیشن گوئی سچ ثابت ہوئی ہے وہیں اب دربار عالیہ لار وانگت کشمیر کے دونوں حصوں کے عوام کے درمیان محبت، دوستی، اور دینی وروحانی قدروں کی علامت کے طور پر سامنے آرہی ہے آنے والے دنوں میں یہ زیارت پاک کشمیر کے دونوں حصوں کے درمیان مذہبی سیاحت کے فروغ میں بھی معاون ثابت ہوگی۔

میاں بشیر احمد صاحب کی پیشن گوئی

نور احمد گورسی نائب تحصیلدار ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد سیاست کے اُس میدان کی طرف گامزن ہونے لگے۔جس کی راہ بڑی ناہموار ہوتی ہے۔یہاں کئی نشیب وفراز دیکھے جاتے ہیں۔اِس راہِ پُر خار کا تذکرہ وہ یوں کرتے ہیں کہ ۱۹۷۲ء میں جب ریاستی اسمبلی کے لئے انتخابات کی مہم شروع ہوئی۔تو میں دربار عالیہ پہ میاں بشیر احمد صاحب کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا گفت وشنید کے بعد موصوف نے مجھ سے دریافت کیا۔"کہیے نور احمد صاحب اب کی بار اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔"میں نے عرض کیا۔"حضرت جب میں ملازمت سے سبکدوش ہوا تو نہ جانے کیا سوجھی کہ میں پی۔ڈی۔پی میں شامل ہوگیا۔

ضلع اننت ناگ نور آباد میرے حلقہ انتخاب سے اِس پارٹی نے مجھے نظر انداز کر کے عبدالعزیز زرگر کو ٹکٹ دے دیا۔میں دِل برداشتہ ہوگیا اِس جماعت سے علیٰحدگی اختیار کر لی اور فیصلہ کر لیا کہ میں آزاد امیدوار کی حیثیت سے چناؤ لڑوں گا۔موصوف فرمانے لگے۔"نور احمد صاحب میں نے خواب دیکھا ہے۔اننت ناگ اور پلوامہ میں پی،ڈی،پی کا سیلاب آیا ہے۔"

نوراحمد صاحب موصوف سے رُخصت ہوکر میاں الطاف صاحب کے پاس سرینگر چلے آئے۔ میاں الطاف صاحب ریاستی کابینہ میں وزیر برائے صحت وطبی تعلیم تھے۔ نوراحمد صاحب نے وانگت میں حضرت میاں بشیر احمد صاحب کی خدمت حاضری اور اُس خواب کا تذکرہ کیا جو آپ نے دیکھا تھا۔ میاں الطاف صاحب گھر لوٹے تو اُنھوں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ ''آپ نیشنل کانفرنس کی کامرانی کی دُعا فرمایا کریں۔'' آپ مسکرادیے اور فرمایا کہ ''میں نے دوخواب دیکھے ہیں ایک خواب میں میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے نزدیک راشن سٹور کے سامنے فاروق صاحب کی دوسیاہ گاڑیاں آپس میں متصادم ہورہی ہیں اور دوسرے خواب میں شیخ صاحب جن کے ہمراہ عطااللہ سہروردی صاحب بھی ہیں مجھے کہتے ہیں ''میاں صاحب آپ فاروق عبداللہ کو سمجھائیں۔'' لیکن مجھے شیخ صاحب یہ نہیں کہتے کہ میں فاروق صاحب کو کیا سمجھاؤں تو میں بیدار ہوگیا۔ واللہ اعلم کیا نتیجہ ہوگا۔؟

الیکشن کے بعد پی، ڈی، پی کو ضلع اننت ناگ اور ضلع پلوامہ میں بڑی کامیابی ملی اور نیشنل کانفرنس کو اکثریت حاصل نہ ہوئی۔

گاندربل کے صوفی عبدالرحمان کو ۲۰۰۶ء میں حج بیت اللہ پر بھیجنا

حج جہاں ہر اُس مسلمان پر فرض ہے جو اس کی توفیق رکھتا ہے وہیں دوسروں کو حج پر بھیجنا بھی ثواب ہے حضرت میاں صاحب جب عہدہ وزارت پر تھے تو آپ نے سینکڑوں لوگوں کو حج پر جانے کی نہ صرف ترغیب دی بلکہ اُن کی معاونت بھی کی اور ہمیشہ سلسلہ کے ساتھ جڑے ہوئے اہل توفیق مریدوں کو یہ فریضہ سرانجام دینے کی ترغیب دیتے رہے ہیں جب سیاست سے کنارہ کشی اختیار کی اور دینی فروغ عبادت وریاضت وسلسلہ نقشبندیہ

مجددیہ کی تبلیغ کو اپنا نصب العین بنالیا تو تبلیغ اور واعظ کے دوران مریدوں وعقیدت مندوں کو حج بیت اللہ کی برکتوں اور فضیلتوں کے بارے میں اکثر بتاتے رہے ہیں۔گاندربل کی زیارت سید قمرالدین کے صوفی عبدالرحمان ابتدا سے ہی دربار لار سے وابستہ رہے ہیں اور حضرت میاں بشیر احمد کی روحانی شخصیت اور مرتبے سے متاثر رہے ہیں۔ صوفی صاحب اکثر دربار عالیہ پر حاضری دینے آتے ہیں۔حضرت قبلہ باباصاحب کے حضور میں بیٹھتے اور یہاں سے دینی کتابیں مطالعے کے لئے لے جایا کرتے ہیں۔

۲۰۰۶ء کا ذکر ہے ایک دن حضرت دربار میں بیٹھے ہوئے تھے اور صوفی عبدالرحمان بھی موجود تھے حضرت میاں صاحب نے صوفی صاحب سے دریافت کیا کہ آپ حج کا فریضہ ادا کیوں نہیں کرتے صوفی صاحب نے بتایا کہ اُن کی زبردست تمنا ہے کہ وہ سفر محمود پر جائیں لیکن مالی حالات آڑے آرہے ہیں اور وہ اتنے خرچے کی توفیق نہیں رکھتے اس لئے جب مالی حالات سدھریں گے اور اللہ کا حکم ہوگا تو یہ فریضہ ضرور ادا کروں گا۔حضرت نے کہا کہ تم پاس پورٹ بناؤ باقی سب اللہ پر چھوڑ دو اور سفر محمود کی تیاری کرو۔

کچھ عرصہ بعد حکومت کی جانب سے سفر محمود کے پروگرام کا اعلان ہوا۔تو صوفی صاحب مشورے کے لئے باباصاحب کے پاس آئے آپ نے کہا فارم بھرو باقی سب ٹھیک ہو جائے گا۔صوفی عبدالرحمان نے فارم بھر دیا لیکن جب قرعہ اندازی ہوئی تو صوفی صاحب کا نام نہ نکلا جس کے باعث انہیں سخت مایوسی اور پشیمانی کا سامنا کرنا پڑا اسی دوران میاں صاحب نے صوفی صاحب کو ٹیلی فون کر کے دریافت کیا کہ فارم کا کیا ہوا ہے۔صوفی عبدالرحمان نے بتایا کہ قرعہ اندازی میں نام نہیں آیا حضرت نے جواب میں کہا کہ یہ نہیں ہوسکتا کیونکہ روحانی طور سے آپ کا نام حج کے لئے نکلا ہوا ہے اس لئے ناامید ہونے کی ضرورت نہیں آپ حج آفیسر خضر محمد وانی سے ملو باقی میں دیکھ لوں گا۔صوفی عبدالرحمان وانی صاحب سے ملے اور اپنی روداد بیان کی وانی صاحب نے کہا کہ ''تم وقت پر آگئے ہو۔گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں میرے پاس اپنے کوٹہ کی دوسیٹیں ہیں وہ میں آپ کو دیتا ہوں آپ خود بھی حج بیت اللہ پر جاؤ اپنی بیگم کو بھی ساتھ لے جاؤ میں آپ کو تمام حاجیوں سے پہلے بھیج دوں گا آپ کو حج ہاؤس میں ٹھہراؤں گا اور کھانے پینے کا انتظام بھی ہو جائے گا۔''

اُس وقت صوفی عبدالرحمان کو حضرت بابا صاحب کے یہ اقوال یاد آئے کہ روحانی طور آپ کا نام حج کے لئے منظور ہو چکا ہے اس طرح صوفی صاحب کا صاحب کی روحانی شخصیت پر اعتقاد اور بڑھ گیا اور دربار عالیہ لار کے روحانی سلسلہ پر یقین اور پختہ ہو گیا اب صوفی صاحب حج بیت اللہ کی تیاریوں میں محو ہو گئے اسی دوران میاں صاحب نے صوفی صاحب کو وانگت مدعو کیا سردی کے دن تھے وانگت میں برف باری ہو رہی تھی صوفی صاحب میاں صاحب کے حضور میں پیش ہوئے حضرت پہلے صوفی صاحب کو زیر تعمیر مسجد شریف کی عمارت دکھانے کے لئے لے گئے اور تعمیر کے بارے میں صلاح مشورہ کرتے رہے پھر واپس اپنے کمرہ میں تشریف لائے اور خاموشی کے ساتھ نوٹوں کا ایک بڑا بنڈل صوفی صاحب کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے بولے یہ میری طرف سے قبول کرو اور جاؤ اللہ کے حوالے اللہ تمہاری حج کی نیت کو قبول کرے اس طرح حضرت بابا صاحب کی مالی معاونت اور روحانی پذیرائی کے باعث صوفی عبدالراحمان نہ صرف خود حج کا فریضہ انجام دے سکے بلکہ اپنی بیگم صاحبہ کو بھی سفر محمود میں اپنے ساتھ لے گئے اور نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ حج کی تمام رسومات ادا کرنے کے بعد خیر وعافیت سے واپس لوٹے صوفی صاحب مانتے ہیں کہ اُن کا حج پر جانا صرف بابا صاحب کی کرامات کا ہی نتیجہ تھا ورنہ وہ اس کے بارے میں سوچ بھی نہ سکتے تھے۔

دربار سرہند میں میاں بشیر احمد صاحب کی معاونت سے جامع مسجد کی تعمیر

زیارت سرہند شریف کے ساتھ باباجی صاحبؒ کے زمانہ سے ہی دربار عالیہ لار کے ولیوں کی عقیدت اور وابستگی رہی ہے۔ باباجی صاحبؒ پہلی بار ۱۹۱۷ء میں براستہ لاہور سرہند شریف تشریف لے گئے تھے آپ کے وصال کے بعد میاں نظام الدینؒ نے کئی بار اس درگاہ پر حاضری دی اور ۱۹۵۱ء میں یہاں اعتکاف کی کوٹھی میں کئی دنوں تک چلّہ بھی کیا تھا حضرت میاں نظام الدینؒ کی رحلت کے بعد میاں بشیر احمد صاحب نے سرہند شریف کے ساتھ اپنی عقیدت کا سلسلہ جاری رکھا اور اس درگاہ کو مقبول عام کرنے اور دیکھ ریکھ میں معاونت کو برقرار رکھا ہر دور میں اس زیارت کی خدمت کرتے رہے۔ آپ تقریباً ہر سال یہاں تشریف لاتے ہیں اور زیارت کے معاملات کو

سلجھانے میں اپنا حصہ ادا کرتے ہیں۔

۲۰۰۲ء کا ذکر ہے ایک دن میاں بشیر احمد کو خواب میں حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا کہ "سرہند شریف بوسیدہ شاہی مسجد کی تعمیر نو میں خدمت انجام دو۔" اس کے بعد میاں صاحب سرہند شریف تشریف لے گئے اور زیارت شریف کے اندر کچھ دیر کے لئے رُکے تو باطنی اشاروں سے پھر آپ کو حکم ہوا کہ یہاں مسجد شریف کی تعمیر کروائیں کیونکہ اورنگ زیب عالم گیر کے زمانہ کی تعمیر شدہ مسجد کو وقت نے پامال کر دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے فیصلہ کر لیا کہ یہاں جلد سے جلد نئی جامع مسجد تعمیر کروائیں گے۔

سرہند شریف سے واپس آنے کے بعد حضرت نے ریاست بھر کا تبلیغی دورہ شروع کیا اور سرہند شریف کی مسجد کے لئے عطیات اکٹھا کرنے کے لئے زوردار مہم چلائی آپ کی اپیل پر ریاست کے لوگوں نے دل کھول کر چندہ دیا ضلع راجوری کے عقیدت مندوں نے سب سے زیادہ حصہ ادا کیا اور ہر ملازم نے اپنی ایک ماہ کی تنخواہ تعمیر کے لئے نذر کی پونچھ راجوری کٹھوعہ، اُدہم پور اور وادی کشمیر کے عقیدت مند بھی پیچھے نہیں رہے اور سب نے اپنی توفیق کے مطابق چندہ دیا تا کہ سرہند شریف میں میاں صاحب کی اُمنگ اور خواہش کے مطابق مسجد تعمیر ہو سکے۔ بابا صاحب کی کوششوں اور ریاست بھر کے دورے کی وجہ سے چند ہی ہفتوں میں ۲۸-لاکھ روپے جمع ہو گئے، آپ یہ رقم لے کر سرہند شریف روانہ ہو گے اور وہاں کے سجادہ نشین حاجی یحیٰ خان کے سپرد کی پھر جامع مسجد کے نقشے پر غور ہونے لگا تا کہ تعمیر شروع ہو۔ آپ نے اُسی نقشے پر کام شروع کرایا جس کو ۱۰۰ سال قبل نظام حیدر آباد نے مسجد کی تعمیر کے لئے منظور کیا تھا اُس کے بعد مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا۔

بزرگ خاتون کا مسجد کی تعمیر کیلئے سونے کے زیورات نذر کرنا

۲۰۰۲ء[ل] میں سرہند شریف میں تعمیر کا کام جاری تھا کہ ایک دن درہال ملکاں راجوری سے ایک بزرگ خاتون جموں پہنچی اور گجر نگر میں میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور اپنی گٹھری کھول کر سونے کے دو کڑے میاں صاحب کو پیش کرتے ہوئی بولی کہ "اعلان ہوا تھا کہ سرہند شریف میں جامع مسجد کی تعمیر کے لئے چندہ دینا ہے۔ میرے پاس سونے کے یہ دو کڑے ہیں اِن کو اللہ کی راہ میں قبول کر لیں اُس عورت کی عقیدت دیکھ کر میاں صاحب اور دوسرے لوگ دنگ رہ گئے پھر موصوف نے وہ کڑے سرہند شریف بھیج دیئے۔ ۲۰۰۳ء میں یہ جامع مسجد بن کر تیار ہوگئی جس میں نمازیوں کے لئے سہولتوں اور ضرورتوں کا پورا خیال رکھا گیا ہے اب یہ مسجد علاقہ بھر میں اپنی خوبصورتی کے لئے مشہور ہے۔[55]

55 ۲۰۰۹ء میں حضرت صاحب سرہند شریف گئے تو مسجد کے فرش کو دیکھ کر آپ کے ذہن میں خیال آیا کہ یہاں بڑھیا قسم کے قالین ہونے چاہئے صاحب واپس آئے تو ۲۰۱۰ء میں آپ کے مریدوں نے سعودی عربیہ سے جامع مسجد وانگت شریف کے لئے قالین بھیجے لیکن یہاں جامع مسجد کا فرش پہلے سے ہی آراستہ کیا جا چکا تھا۔ سعودی عرب سے آنے والے قالین بھی بڑے عمدہ اور دیدہ زیب تھے چنانچہ میاں صاحب نے وہ قالین سرہند شریف کی جامع مسجد کے لئے بھیج دیئے۔ اُس وقت سرہند شریف میں دہلی کے کسی بڑے عقیدت مند نے پہلے سے ہی فرش بھیج دیا تھا۔ اس کے باوجود میاں صاحب کی طرف سے بھیجے گئے قالین مسجد شریف کی اگلی صفوں میں بچھائے گئے جو اب بھی وہاں موجود ہیں۔

[ل] چودھری اقبال عظیم

اشاعت کا سلسلہ شروع کرنا

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے تحت ریاست جموں وکشمیر میں جو تبلیغ اور روحانی سفر حضرت باباجی صاحبؒ نے شروع کیا تھا اور میاں نظام الدین صاحبؒ نے جسے تقویت دی تھی اُس سفر کو منزل تک پہنچانے میاں بشیر احمد صاحب نے ان تھک محنت اور ریاضت کی ہے۔ جس کی وجہ سے ریاست بھر میں مریدوں عقیدت مندوں اور شیدائیوں کا پھیلاو ہوتا چلا گیا ان میں علما، شعرا، دانشور اور صوفی بھی تھے اور روحانی لوگ بھی تھے۔ جنھیں آپ نے اپنی رہنمائی، پذیرائی اور محبت کے جذبوں سے متحرک کیا سلسلے کو آگے بڑھانے کے لئے قریہ قریہ گاوں گاوں گئے اور عقیدت مندوں کے گھروں میں قیام کر کے اُن کے مزاج کو سمجھ کر اُن کی زبان میں مخاطب ہو کر سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مشن کو آگے بڑھایا وہ اپنے واعظ میں صوفیانہ اشعار کے ذریعے محبت، خلوص اور خیر سگالی کی مٹھاس اس قدر گھول دیتے ہیں کہ عوام آپ پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ آپ سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ محبت زبردستی نہیں ہوتی ڈنڈے اور روپے کے ساتھ انسان کو مطیع کیا جا سکتا ہے۔ اُسکے دل کو جیتا نہیں جا سکتا اس کی بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ آپ مرد کامل سچے اور کھرے انسان اور کھرے مسلمان ہیں۔ لوگوں میں آپ کی قبولیت بہت زیادہ ہے ہر آدمی چاہتا ہے کہ وہ آپ کے قریب رہے لوگ آپ کے پاس خود جاتے ہیں۔ کیونکہ جہاں پر لوگوں کو تسکین قلب حاصل ہوتی ہے وہیں جاتے ہیں اس مقبولیت کی بڑی وجہ آپ کی سلجھی ہوئی سوچ و فکر زبردست دینی مطالعہ اور روحانی پختگی اور باتوں کی شیرینی ہے جو صوفیانہ اشعار کے استعمال سے پیدا ہوتی ہے جو بڑی فراوانی کے ساتھ تبلیغ کے دوران آپ استعمال میں لاتے ہیں۔

دربار عالیہ لار کی ایک خصوصیت یہ بھی رہی ہے کہ یہاں کے اولیاوں نے نہ صرف خود صوفیانہ تصوف اور معرفت سے لبریز شاعری کی ہے بلکہ اپنے اردگرد صوفی حضرات کا حلقہ بھی پیدا کیا ہے۔ اگر چہ میاں بشیر احمد صاحب نے خود شاعری نہ ہونے کے برابر کی ہے لیکن انھیں اس بات کا فخر ہے کہ اُنھوں نے دربار عالیہ لار کے ولیوں کے کلام کی شیرازہ بندی کی اور دربار سے وابستہ صوفی شعرا کے کلام کو اکٹھا کیا اور پھر ۲۰۰۳ء میں اُس کی اشاعت کر کے عقیدت مندوں کو نور کا ایسا تحفہ پیش کیا ہے جس سے اُن کی زندگی روشن ہو سکتی ہے۔ اور یہ سلسلہ تاوقت جاری ہے۔

کتابوں کی اشاعت:۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب نے خود بہت کم شاعری کی ہے مگر جو شاعری کی اُس میں معرفت، حق، توحید اور وحدت کے جذبوں کی جھلک نمایاں ہے آپ کے شعروں کو پونچھ کے مفتی قاری صدیق بڑے خوبصورت انداز میں گایا کرتے تھے (جو نامساعد حالات کے دوران L.O.C کی دوسری طرف چلے گئے) اس کے باوجود آپ کو خود شعر لکھنے کی زیادہ فرصت نہ ملی لیکن صوفیانہ شاعری چونکہ وراثت میں ملی تھی اس لئے اس صنف سے آپ کو زبردست رغبت رہی ہے۔ آپ کو حضرت باباجی صاحبؒ، حضرت میاں نظام الدینؒ حضرت حبیب اللہ صاحب بخاریؒ حضرت میاں محمد بخشؒ، سائیں قادر بخش، خُدا بخش زارؔ، ذبیح راجوروی سید برکت شاہ، سید باغ حسین شاہ، مولوی محمد زمانؔ وغیرہ کا عارفانہ کلام زبانی یاد ہے۔ آپ اکثر دینی اور روحانی مجالس میں بزرگ شعرا کا کلام تبلیغ کے دوران سُناتے ہیں اور دوسروں سے سُننے کا ذوق رکھتے ہیں۔ دربار عالیہ لار پر باباجی صاحبؒ کے زمانہ سے صوفیاء اکرام کا کلام آپ نے ریاست جموں وکشمیر کے دوروں کے دوران عوام سے اکٹھا کر کے دربار عالیہ پر لایا۔ پہلے وقتوں میں لوگ اس کلام کو منہ زبانی یاد رکھتے تھے اور پشت در پشت وسینہ بہ سینہ اس کو آگے بڑھاتے تھے کیونکہ لوگ زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے۔ اب ضرورت محسوس کی گئی کہ اس کلام کو مریدوں عقیدت مندوں اور عام لوگوں کے مطالعے کے لئے شائع کیا جائے پھر آپ نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ دربار عالیہ کے ولیوں کا ہی نہیں بلکہ تمام دوسرے صوفیائے کرام کا کلام بھی کتابی صورت میں منظر عام پر لائیں تاکہ پنجابی

زبان میں لکھا گیا معرفت اسلامی اور تصوف سے لبریز یہ کلام ریاست سے باہر پنجاب کے لوگوں تک بھی پہنچ سکے چنانچہ سب سے پہلے میاں صاحب نے والد محترم حضرت میاں نظام الدینؒ کے کلام کی شیرازہ بندی کی اس کلیات کا نام ''اشعار نظامی'' رکھا اور ۱۹۸۵ء میں پہلی بار محکمہ اطلاعات کے تعاون سے شائع کیا۔ اُس کے بعد دربار عالیہ لار (باوا نگری) سے کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

اشاعت کمیٹی کی تشکیل:۔ آپ نے ریاست بھر کے صوفی شعرا کے پنجابی کلام کی کتابی صورت میں اشاعت کے لئے منظم طور سے کام شروع کیا اور ریاست کے نامور دانشور اور ادیب چودھری اقبال عظیم، نسیم پونچھی اور میاں ارشاد قمر کی خدمات حاصل کیں تا کہ یہ کلام اپنی اصلی صورت میں منظر عام پر آ سکے۔ اِن حضرات کو کلچرل اکیڈیمی میں کتابوں کی اشاعت اور اُن کو ترتیب کے ساتھ شائع کرانے کا تجربہ اور مہارت تھی اور یہ دربار عالیہ کے ساتھ وابستہ بھی تھے اس لئے انھوں نے اپنی تمام تر خوبیوں اور کاوشوں کے ساتھ میاں صاحب کی اُمنگ کے مطابق اُن کی زیر نگرانی کتابوں کی اشاعت کے سلسلے میں معاونت کر کے اس کام کو سمجھا سارا ریکاڑ بکھرا ہوا تھا۔ صوفیاء اکرام کی تحریروں کو پڑھنا بھی بہت مشکل کام تھا۔ رسم الخط کی کمزوریاں بھی تھیں اس کے باوجود چودھری اقبال عظیم، نسیم پونچھی میاں ارشاد قمر، محمد منشا خاکی اور کاتب محمد رفیع کھاری نے بڑی محنت اور صدق دلی کے جذبے کے ساتھ سارے کلام کو دیکھا، پرکھا، ترتیب دیا اور ایک ایک شعر کو پڑھ کر اس کلام کو پانچ جلدوں میں بانٹنے پر بحث و مباحثہ ہوتا رہا پھر میاں صاحب کے روبرو پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ''یہ تو پنجابی زبان میں بہت بڑا ادبی خزانہ ہے اور یہ سارا کلام شائع ہونا چاہئے لیکن اس کے لئے لاکھوں روپے درکار تھے۔''

نیر سمندر کی اشاعت:۔ آپ کا عزم تھا کہ دربار عالیہ سے وابستہ شعرا کے کلام کے ساتھ ساتھ اُن کے ہم عصر سخنوروں کی تخلیقات بھی شائع کی جائیں چنانچہ اس کلام کو پانچ جلدوں میں تقسیم کیا گیا اور صوفی شعرا کے مرتبے اور کلام کی افادیت کے مطابق ان جلدوں میں رکھا گیا اُس کے بعد اس کلام کے نام کے بارے میں گفتگو

ہوتی رہی چودھری اقبال عظیم نے کئی نام تجویز کیے جن میں ''نیر سمندر'' نام بھی شامل تھا یہ نام آپ کو بہت پسند آیا اور ارشاد فرمایا کہ پانچوں جلدیں اسی نام سے ہی شائع کی جائیں دربار عالیہ کی طرف سے شائع ہونے والی یہ تمام کتابیں اقبال عظیم صاحب میاں ارشاد کی نگرانی میں محمد رفیع کھاری نے کتابت کی۔ ''نیر سمندر'' کی پہلی جلد ۲۰۰۳ء میں اشاعت کے مرحلوں سے گوری کتابیں عوام میں بہت مقبول ہوئیں اور ریاست جموں وکشمیر کے دونوں حصوں میں عقیدت مندوں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ پھر نیر سمندر کی مانگ بڑھتی چلی گئی اور ۲۰۰۷ء تک اس کتاب کی تین بار اشاعت ہو چکی تھی۔ اس مجموعے کی مانگ پورے برِصغیر میں تھی اس کے سینکڑوں نسخے تحفتاً بھی تقسیم ہو گئے[1]

''نیر سمندر'' کتابی سلسلے کے تحت دربار باباجی صاحبؒ کے ساتھ وابستہ قادرالکلام شعرا کا پنجابی گوجری اور اُردو کلام شامل ہے تقریباً ڈیڑھ صدی پر محیط شعری ادب کی اس صوفیانہ رنگت کا یہ کلام نایاب ہو جاتا اگر حضرت میاں بشیر احمد صاحب اس کی شیرازہ بندی کا بیڑا نہ اٹھاتے یہ کسی بڑے ادارے کے بس کی بات بھی نہیں تھی حضرت باباجی صاحبؒ نے ''اسرار کبیری'' اور ''ملفوظات نظامیہ'' جیسی دینی اور روحانی سوچ پر لکھی گئی کتابوں کے علاوہ سی حرفیوں کا مجموعہ بھی شائع کروایا تھا لیکن اُس زمانہ میں کاغذ بڑھیا نہیں ہوتا تھا اور اُس کا رنگ خراب ہو جاتا تھا اس لئے میاں بشیر احمد صاحب نے اس کلام کی اشاعت بھی دوبارہ کرائی اور اعلیٰ کاغذ و بہترین کتابت کے ساتھ یہ کتب منظر عام پر آئیں۔ آپ کے اصرار پر ریاستی کلچرل اکیڈیمی کی جانب سے اسرار کبیری کی دوبارہ اشاعت ممکن ہوئی اور عقیدت مندوں کے ہاتھ تک پہنچی ان کتابوں کی اشاعت میں چودھری اقبال عظیم کی کوششیں اور معاونت بھی شاملِ حال رہی ہے اس کے علاوہ ''ملفوظات نظامیہ'' زیرِ طباعت ہے اور عنقریب محمد منشا خاکی میاں ارشاد قمر اور محمد رفیع کھاری کی محنت اور میاں صاحب کی سرپرستی میں عام لوگوں کے ہاتھوں میں ہوگی[2]۔

---

[1] حضرت میاں بشیر احمد .... [2] چودھری اقبال عظیم .... [3] چودھری نسیم پونچھی



دائیں سے بائیں محمد ایوب کھٹانہ، میاں زبیر احمد (مرحوم) میاں محمد اسحاق (مرحوم)
حضرت میاں بشیر احمد، مولانا عبدالغنی نثار (مرحوم) مولوی غلام مرتضٰی
مولوی غلام مصطفٰی، غلام نبی بجاڑ، محمد شفیع، غلام محمد بٹ



Hazrat Haji Baba Syed Nooran Shah Noorani Kazmi.

اپریل ۲۰۰۴ء میں میاں بشیر احمد کا خیر سگالی دورہ پاکستان

۴ سے ۶ جنوری ۲۰۰۴ کو اسلام آباد پاکستان میں منعقد ہونے والی سارک کانفرنس کے دوران واجپائی پرویز مشرف اعلانیہ برِ صغیر کی جنگی صورتِ حال میں تبدیلی اور کشمیر کے دونوں حصوں کے درمیان امن دوستی خلوص اور خیر سگالی کی طرف پیش قدمی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے جس کے بعد حدِ متارکہ پر اعتماد سازی اور پُر امن ماحول بنائے رکھنے کا عمل شروع ہوا ہندوستان اور پاکستان کے درمیان خیر سگالی کی ابتدا ریاست جموں و کشمیر کی قابل احترام دینی اور روحانی شخصیت اور دربار عالیہ لار وانگت کے سجادہ نشین میاں بشیر احمد صاحب کے اپریل ۲۰۰۴ء میں پاکستان اور پاکستان کے زیرِ انتظام کشمیر کا دورہ خیر سگالی سے ہوئی جسے کشمیر کے دونوں حصوں کے درمیان نئے رشتوں کی علامت کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

میاں صاحب کے دورے کی خبر سے کنٹرول لاین کے پار کے عوام میں خوشی کی لہر

میاں بشیر احمد صاحب ریاست جموں و کشمیر کے دونوں حصوں کے ایک غیر متنازعہ دینی اور روحانی شخصیت ہیں جن سے نہ صرف ریاست کے دونوں اطراف رہنے والے لیکنوں کی دینی اور روحانی وابستگی ہے بلکہ برِ صغیر کے کروڑوں عوام بلالحاظ مذہب ملت آپ سے بے پناہ محبت اور عقیدت رکھتے ہیں ایل-او-سی کے دوسری طرف جو لوگ مہاجر بن کر گئے یا جو لوگ پہلے سے ہی کشمیر کے دوسرے حصہ میں آباد تھے اُن میں اکثریت کی دربار عالیہ "لار" سے وابستگی رہی ہے۔ایک بار پاکستان کے صدر فاروق لغاری دہلی میں ہندوستان کے دورہ پر آئے تو آپ نے صبح کے ناشتے پر حریت کانفرنس کے رہنماؤں کو مدعو کیا بقولِ شہید عبدالغنی لون صاحب دوران گفتگو اُنھوں نے حُریت کے رہنماؤں سے کہا کہ" آپ کیوں میاں بشیر جیسے بزرگ رہنماؤں کے بارے میں بیان بازی کرتے

رہتے ہیں جس کے باعث ہمیں پاکستان اور آزاد کشمیر میں مشکلات کا سامنا ہوتا ہے"۔ اور اس درگاہ سے اُنھوں نے فیض اُٹھایا ہے۔

دربار عالیہ لار کے کشمیر کے دوسرے حصے کے عوام کے ساتھ دینی اور روحانی رشتے اور روابط حدِ متارکہ کے اُس پار کے لوگوں کے ساتھ حضرت میاں صاحب کے خاندانی رشتے اور روابط چلے آرہے ہیں اپنے زمانہ کے کشمیر کے سب سے بڑے ولی حضرت باباجی صاحب ؒ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ میاں نظام الدین کیانویؒ کا مسکن دراوہ مظفر آباد میں واقع ہے جہاں حضرت باباجی صاحبؒ حضرت میاں نظام الدین ؒ اور میاں بشیر احمد صاحب بار بار دربار کنیاں شریف جاتے رہے ہیں۔ آج بھی اپنے پیر خانہ کے ساتھ عقیدت کا رشتہ قائم ہے۔ اصل میں دربار عالیہ لار شریف اور کنیاں شریف کا آپس میں وہی رشتہ رہا ہے۔ جو روح کا جسم کے ساتھ ہوتا ہے اگر دربار کنیاں شریف کے لاکھوں مرید ریاست جموں و کشمیر اور ہندوستان میں آباد ہیں تو دربار عالیہ لار شریف کے عقیدت مند کشمیر کے دوسرے حصے میں ہر گھر میں موجود ہیں اس کے علاوہ پاکستان اور دُنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ میاں صاحب کا "آزاد کشمیر" کے ساتھ سب سے پیارا رشتہ اپنے پیر خانہ کے باعث ہے۔ سید نوران شاہ صاحبؒ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے تھے۔ اور سوہاوہ نور پور سیداں میں مقیم تھے۔ پیر نوران شاہ صاحب کے بیٹے سید محمد عبداللہ شاہ آزاد حضرت میاں بشیر احمد صاحب کے بہنوئی تھے آپ کی ہمشیرہ زہرہ بیگم ان کے نکاح میں تھی پیر نوران شاہ صاحبؒ کا روضہ شریف بھی سوہاوہ پاکستان میں واقع ہے اسکے علاوہ پاکستان زیرِ انتظام کشمیر کے گاؤں گاؤں میں عوام کے حضرت میاں صاحب کے ساتھ روحانی سلسلہ کے لحاظ سے اتنا گہرا تعلق ہے کہ جسے بھارت پاک کے درمیان تین جنگیں بھی متاثر نہیں کر سکیں دلوں کے رشتے دُوریوں سے نہیں گھٹتے آج بھی ریاست کے دونوں حصوں میں سلسلہ کی آبیاری ہو رہی ہے۔

حضرت میاں صاحب کا واہگہ سے سوہاوہ پہنچنا

۲۵۔ مارچ ۲۰۰۴ء کو حضرت باباصاحب کی پاکستان میں آمد کی خبر کی تصدیق ہوگئی تو سوہاوہ شریف میں آپ کے بھانجے اور "آزاد کشمیر" اسمبلی کے رُکن سید شوکت علی شاہ صاحب کے گھر باباصاحب کے عقیدت مندوں کی

آمد شروع ہوگئی اور پھر گاڑیوں کے ایک بڑے قافلے کے ساتھ ۳۱ مارچ کو سید شوکت علی شاہ واہگہ سرحد پر آپ کے استقبال کے لیے آئے۔

۳۱- مارچ بدھوار صبح پانچ بجے حضرت موصوف جموں سے واہگہ باڈر کی طرف روانہ ہوئے واہگہ بارڈر تک آپ کو الوداع کہنے آپ کے صاحبزادے میاں الطاف احمد صاحب، گلزار صاحب، اکرم صاحب، امجد صاحب صفدر صاحب، شبیر پٹواری اور صادق وغیرہ شامل تھے۔ واہگہ باڈر پر کاغذات کی پڑتال کے بعد سب سے رخصت ہو کر آپ پاکستان کی طرف روانہ ہوئے جوں ہی سرحد کی دوسری جانب قدم رکھا سید شوکت علی شاہ صاحب، سید آغا حسین مغموم، پیرزادہ محمد افسر نقشبندی و سینکڑوں دوسرے افراد آپ کے استقبال کے لئے آگے بڑھے پھر گاڑیوں کے قافلے کے ساتھ براستہ لاہور سوہاوہ کی طرف روانہ ہوئے۔

سوہاوہ شریف میں آمد[1]:- شام تک حضرت سید نوران شاہ صاحبؒ کے دربار اقدس پر پہنچے جہاں سینکڑوں مرید اور عزیز و اقارب آپ کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ شیدائیوں کے ساتھ ملاقات کے بعد آپ پیدل چل کر حضرت سید نوران شاہؒ کے روضہ پر حاضر ہوئے پھر اپنی بچھڑی ہوئی ہمشیرہ زہرا جی اور اُن کے خاندان سے ملاقات کی حضرت موصوف نے اپنے برادر نسبتی سید عبداللہ شاہ آزاد کے مزار پر جا کر فاتحہ پڑھی۔ مسجد شریف میں نماز ادا کی مسجد میں موجود سینکڑوں نمازیوں اور امام صاحب نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ حضرت موصوف کا دورہ پاکستان اور کشمیر کے دوسرے حصے کے لئے باعث برکت، باعث عزت و توقیر ثابت ہو۔

وزیر اعظم سکندر حیات خان کی طرف سے سوہاوہ میں استقبال[2]

حضرت صاحب مسجد شریف سے نماز کے بعد جب گھر پہنچے تو آزاد کشمیر کے صدر سردار سکندر حیات خان آپ کو خوش آمدید کہنے کے لئے سوہاوہ آ گئے وہ نہایت ادب اور احترام کے ساتھ آپ سے بغل گیر ہوئے وزیر اعظم صاحب نے اپنی اور اپنے خاندان کی دربار عالیہ لار شریف کے ساتھ وابستگی اور عقیدت کا کھل کر اظہار کیا

---

[1] میاں بشیر احمد صاحب کی ڈائری۔ [2] کتاب میاں بشیر احمد کا دورہ پاکستان اور آزاد کشمیر۔ تحریر کریم اللہ قریشی

موصوف نے بھی انکشاف کیا انھیں گھوڑ اسواری کا ہُنر جناب سردار سکندر حیات خان صاحب کے والد محترم سردار فتح محمد کریلوی نے سکھایا تھا جب وہ ۳۱-۱۹۲۶ء کے دوران موسم سرما میں اپنے والد اور دیگر اہل خانہ کے ساتھ موہڑا بچھائی سرنکوٹ پونچھ میں قیام کرتے تھے۔ اُن دنوں سردار فتح محمد کریلوی صاحب سرنکوٹ تھانے میں ملازمت کیا کرتے تھے۔ ۳۲-۱۹۳۱ء کے شورش کے بعد سردار فتح محمد کریلوی حلقہ سرنکوٹ مینڈھر سے پرجا سبھا کے ممبر منتخب ہوئے اور ۱۹۴۷ء تک چُنے جاتے رہے) کچھ دیر ملاقات کے بعد سردار سکندر حیات خان نے آپ کو مظفر آباد اور کوٹلی آنے کی دعوت دی اور رخصت ہو گئے۔

یکم اپریل کو اسلام آباد میں سردار عبدالقیوم سے ملاقات

یکم اپریل کو موصوف نے صبح صبح سوہاوہ شریف اور مضافات سے آئے عقیدت مندوں سے ملاقات کی پھر اپنے بھانجے شوکت علی شاہ کے ساتھ راولپنڈی روانہ ہو گئے اور سردار عبدالقیوم سابق وزیر اعظم کے گھر ان کی اہلیہ کی فاتحہ خوانی کیلئے تشریف لے گئے جس کا ایک ماہ قبل انتقال ہو گیا تھا۔ سردار عبدالقیوم خان اور اُن کے بیٹے سردار عتیق خان نے آپ کا والہانہ استقبال کیا سردار عبدالقیوم خان کے ساتھ تنہائی میں گفتگو ہوئی پھر ناشتے پر سارا خاندان اکٹھا ہو گیا۔ سردار عبدالقیوم خان نے گھرانے کے ایک ایک فرد کو موصوف کے روبرُو پیش کیا اور درخواست کی کہ ان کو اپنے روحانی فیض سے نوازیں پھر ناشتے کے دوران دیگر موضوعات کے علاوہ بزرگان دین اور صوفیائے اکرام کے بارے میں بات چیت جاری رہی اسی دوران سردار عتیق خان نے حضرت سے استدعا کی کہ وہ آپ کے اعزاز میں ایک بڑی دعوت کا اہتمام کرنا چاہتے ہیں جسے آپ نے قبول کیا اور وہاں سے رُخصت ہوئے۔ سردار عبدالقیوم خان میاں صاحب کا بہت احترام کرتے ہیں آپ نے اپنے جذبات کا اظہار کتاب ''حضرت میاں بشیر احمد کا دورہ پاکستان اور آزاد کشمیر'' کے تعارف میں یوں کیا ہے۔

''جہاں تک اُن کے ساتھ میری قلبی اور روحانی شناسائی کا تعلق ہے اس کی تاریخ کا تعین ممکن نہیں یہ شناسائی ایک غیر متزلزل جذبے کا نام ہے آپ ریاست جموں وکشمیر کی معروف سیاسی اور روحانی شخصیت ہیں۔ اُنھوں نے

میاں بشیر احمد صاحب کا ۱۹۷۹ء میں دورہ پاکستان کے دوران استقبال کرتے ہوئے
معززین جن میں مولانا محمد اسماعیل ذبیح صاحب بھی دیکھے جاسکتے ہیں

میاں بشیر احمد صاحب ۲۰۰۴ء میں، آزاد کشمیر کے موجودہ فائننس اور پلاننگ منسٹر چودھری لطیف اکبر
[illegible] تصویر میں [illegible] عظم آزاد کشمیر [illegible] بھی دیکھے جاسکتے ہیں

پاکستان اور بھارت کے مابین شروع ہونے والی اعتماد سازی کی فضا کے اوائل میں ایک نازک وقت میں یہاں کا دورہ کیا اور اپنی گراں قدر فہم و فراست اور روحانی بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دونوں ممالک کے مابین خیرسگالی اور امن کے مشن کے ساتھ ساتھ کشمیریوں کی قربانیوں اور پاکستان کے متوقع کردار پر جن جامع خیالات کا اظہار کیا وہ حوصلہ افزا بھی ہے اور سبق آموز بھی میاں بشیر احمد صاحب نے میرے اس یقین کی پورے اطمینان کے ساتھ تصدیق کی کہ چکوٹھی مظفر آباد بس سروس کی ہماری تجویز پر عمل درآمد ہو۔ میاں بشیر احمد کے ساتھ میرا قلبی اور روحانی تعلق وہ نایاب خزانہ ہے۔ جو خواص ہی کا نصیبہ ہے۔''

راولپنڈی میں دوسری مصروفیات:- سردار عبدالقیوم خان کے گھر سے رخصت ہو کر سید یوسف نسیم لار (گاندربل) کے گھر تشریف لے گئے جن کا پورا خاندان دربار عالیہ لار کے ساتھ وابستہ ہے سید یوسف نسیم کے گھر واقع ڈھوک کشمیریاں میں حریت کانفرنس کے دیگر رہنما میر طاہر مسعود، محمد صدیق گنائی وغیرہ بھی آ گئے اور دونوں ملکوں کے درمیان سیاسی تناظر اور اعتماد سازی کے معاملے پر بات چیت ہوتی رہی پھر سب نے آپ سے درخواست کی کہ دُعا کریں کہ اللہ پاک کشمیریوں کے گناہ معاف کرے حضرت موصوف نے روحانی انداز میں فرمایا کہ ''اچھے دنوں کی امید رکھیں'' سید یوسف نسیم کے خاندان سے سلسلہ کی مناسبت سے ملاقات کے بعد آپ نے فیصل مسجد میں نماز ادا کی اور پونچھ کے مہاجرین سے ملنے محلہ قریشیاں میں تشریف لائے جو مسلسل تین پشتوں سے دربار عالیہ لار سے جڑے ہوئے تھے اور مریدوں میں شامل تھے ان میں سابق وائس چانسلر آزاد کشمیر یونیورسٹی خلیل احمد قریشی بھی شامل تھے وہاں جو مجلس منعقد ہوئی اُس میں حضرت باباجی صاحبؒ اور حضرت میاں نظام الدینؒ کی کرامت اور روحانی فیوض کا ذکر ہوتا رہا اور سلسلہ کے بارے میں باتیں ہوتی رہیں وہ ایک روح پرور محفل تھی شام ڈھلنے سے پہلے راجہ بازار راولپنڈی میں گھومنے کے بعد رات کو پھر سوہاوہ پاکستان آ گئے۔

سوہاوہ سے دربارِ کنیاں شریف کی زیارت کے لئے روانگی اور مظفر آباد میں تشریف آوری

۲-اپریل ۲۰۰۴ء کو میاں صاحب سید شوکت علی شاہ کے ساتھ سوہاوہ سے دربار کنیاں شریف کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے یہ سفر براستہ مظفر آباد طے ہونا تھا آپ کے ساتھ سید آغا حسین شاہ بھی تھے۔ جب کوہالہ پل کو پار کیا تو قاضی محمد بشیر رجسٹرار شریعت کورٹ آزاد کشمیر آپ کے استقبال کے لئے سڑک پر کھڑے تھے۔ ایک بجے کے قریب مظفر آباد گیسٹ ہاؤس میں پہنچے جہاں دوپہر کی ضیافت کا اہتمام وہاں کی حکومت کی طرف سے تھا کچھ دیر آرام کیا پھر بہت سے مرید جمع ہو گئے۔ جن میں وزیر، تاجر، سرکاری آفیسر صوفیائے اکرام شامل تھے۔ جو حضرت کی روحانی خوشنودگی حاصل کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ دن بھر دُعا سلام اور دینی باتوں کا سلسلہ جاری رہا۔

مظفر آباد سے دربار کنیاں شریف تک کا سفر

۳-اپریل ۲۰۰۴ء کو میاں صاحب کا روحانی کاروان مظفر آباد سے دراوہ کی طرف روانہ ہوا یہ پہاڑی راستہ وادی نیلم میں نیلم دریا کے ساتھ ساتھ منزل کی طرف جاتا ہے۔ قافلہ کنڈل شاہی، اٹھ مقام دواریاں اور وادی نیلم سے آگے بڑھ رہا تھا اور یہ سفر جیپ کے ذریعے طے ہو رہا تھا ایک گاڑی خصوصی طور پر وزیر اعظم سردار سکندر حیات خان نے آپ کو اس دشوار سفر کے لئے پیش کی تھی۔ کنڈل شاہی میں لوگ استقبال کے لئے اکٹھے ہوئے دُعا سلام کے بعد قافلہ جاگراں نالے کے ساتھ ساتھ دربار کنیاں شریف کی طرف بڑھ گیا شام سات بجے خانقاہ خواجہ نظام الدین کیانویؒ کے دامن میں گھراٹوں (پن چکیوں) کے قریب پہنچ گئے۔ تو حضرت کو اس مقام کے ساتھ اپنی ۶۰/سال پہلے کی یادیں تازہ ہونے لگیں۔ جب آزادی سے پہلے آخری مرتبہ آپ کنیاں شریف تشریف لائے تھے۔ بے حد تھکاوٹ اور پیرانہ سالی کے باوجود اپنے پیر کی محبت اور کشش آپ کو قدم بہ قدم آگے بڑھا رہی تھی ہر قدم پر یادوں کے ریلے آتے آپ کچھ لمحوں کے لئے رُکتے دور پیچھے ماضی کی طرف جھانکتے اور اس درگاہ

کے ساتھ اپنے والد محترم اور دادا صاحب کی وابستگی کا ذکر کرتے پھر آگے بڑھتے اس دوران دربار کنیاں شریف سے چند حضرات لالٹین لے کر استقبال کے لئے آگئے پھر آپ دربار شریف تک آپہنچے۔

دربار کنیاں شریف پر حاضری

میاں صاحب نے سب سے پہلے کنیاں شریف کی قدیم مسجد کا دیدار کیا اور عصا کے سہارے کھڑے ہوکر کنیاں شریف کے صاحبزادگان سے مسجد کے بارے میں دریافت کیا۔ پھر حضرت میاں محمد یاسین عرف میاں طوطا صاحبؒ کی خیریت معلوم کی مسجد کے قریب دُعا فرمائی اور قریب ہی واقع میاں طوطا صاحبؒ کے دولت خانہ پر تشریف لے گئے جہاں نچلی منزل میں ایک وسیع کمرے میں چارپائی پر میاں طوطا صاحب جلوہ افروز تھے موصوف اور میاں طوطا صاحب کی ملاقات کا منظر نہایت رقت آمیز تھا۔ دُعا سلام اور خیر و خیریت کے بعد ۶۰ برسوں کی طویل جُدائی کے دوران دربار کنیاں شریف اور دربار عالیہ لار شریف پر ہونے والی تبدیلیوں پر باتیں ہوتی رہیں۔ باتوں باتوں میں میاں نظام الدین لارویؒ کا ذکر آیا تو میاں طوطا صاحب بڑے جذباتی ہوگئے اور ان الفاظ میں اُن کی شان میں بات کی۔ ''شہزادہ دنیا پر ایک نشان کی طرح تھے۔ میں نے اُس جیسا کوئی نہیں دیکھا اب تو وہ قیامت کے روز ہی ملے گا۔ اُن جیسا محبت کرنے والا انسان میں نے کبھی نہیں دیکھا۔''

اُس کے بعد میاں صاحب نے حضرت میاں طوطا صاحب کو دربار عالیہ لار کی جانب سے کشمیر کا دُھسہ (شال) تحفے کے طور پر پیش کیا اور پھر سلسلہ و دین کے معاملات پر گفتگو ہوئی قبلہ بابا صاحب نے ارشاد فرمایا کہ ''۵۶ رسال قبل جب آپ یہاں تشریف لائے تھے حضرت قبلہ میاں عبدالرشید صاحب سلامت ہوا کرتے تھے جنھوں نے بے حد محبت اور روحانی فیض سے نوازا تھا۔'' ابتدائی بات چیت کے دوران حضرت میاں طوطا صاحب نے باباجی صاحبؒ اور میاں نظام الدین لارویؒ کی درگاہ کنیاں شریف کے ساتھ وابستگی کے واقعات کو سُنا کر پرانے رشتوں کی یاد تازہ کی اُس وقت حضرت میاں طوطا صاحب کی عمر ۱۰۶- برس تھی لیکن یادداشت بالکل برقرار تھی۔

پھر میاں صاحب نے حضرت خواجہ میاں نظام الدین کیانویؒ اور حضرت میاں عبدالرشیدؒ کے مزارات پر

حاضری دی اور فاتحہ پڑھی اُس کے بعد حضرت مسجد شریف میں تشریف لائے عشا کی نماز ادا کی اور میاں طوطا صاحبؒ کی خدمت میں حاضری دی اور سکون قلب حاصل کیا۔ میاں بشیر احمد صاحب نے اشعار نظامی کا نسخہ پیش کیا۔ نیر سمندر کی چار جلدیں اور اسرار کبیری پیش کیں۔ میاں طوطا صاحبؒ نے کتاب میں سے ایک سی حرفی جو حضرت خواجہ نظام الدین کیانویؒ کی ذات مبارک کے بارے میں تھی اُس کو پڑھنے کی کوشش کی تو میاں صاحب نے سی حرفی کو منہ زبانی سُنایا جو یوں ہے۔

ظ:- ظاہر ایک دن آپ بولے اسیں ساریاں رمزاں جاندے ہاں
سائے عرش دے اُپر جائیکے آپ اسیں اکھیں دیکھ کے خبراں آندے ہاں
ظاہر جگہ اساڈڑی وچ کنیاں اصلی رہن والے بسطام دے ہاں
عبدؔ ظاہر ظہور اساڈڑا اج ہویا پیدا اسیں تاں اُس زمان دے ہاں

اس طرح مدت تک دربار کنیاں شریف اور دربار عالیہ لار کے درمیان سلسلہ کے لحاظ سے رشتوں روابط اور دونوں خاندانوں کے درمیان احترام اور خلوص کی باتیں ہوتی رہیں۔ حضرت نے صاحبزادے میاں زاہد حسین صاحب سے دربار کنیاں شریف کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیں ۴ راپریل ۲۰۰۴ء کو آپ نے دربار کنیاں شریف پر ہی قیام کیا اور حضرت میاں طوطا صاحب سے دینی اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی۔ رات کو مرزا عبدالرشید صاحبؒ کے فرزند میاں افسر صاحب کے گھر دعوت پر تشریف لے گئے خاندان کے دوسرے افراد سے ملاقات کی اور اپنی روحانی نوازشوں سے سب کو آسودہ کیا۔

دربار کنیاں شریف سے روانگی:- پانچ اپریل ۲۰۰۴ء کو صبح ناشتے کے بعد آپ میاں افسر خان صاحب کے گھر سے رخصت ہو کر واپس میاں طوطا صاحبؒ کے پاس تشریف لائے اور اُن سے ملاقات کے بعد واپسی کے لئے تیاری شروع ہوئی اُس وقت دربار کنیاں شریف سے وابستہ سارا خاندان اشک بار تھا اور سارے علاقہ منگل دھار کے لوگ اُداس تھے اور رو رو کر آپ کو الوداع کہہ رہے تھے اُس وقت میاں صاحب نے اپنے ۵۶ سال پہلے دورے کو یاد کرتے ہوئے فرمایا۔ ''اُس وقت اس گھر میں ۴۵ دن میرا قیام رہا تھا اور رخصت

کے وقت میاں عبدالرشید صاحبؒ نے مجھے اپنی روحانی نوازشوں سے سرفراز کیا تھا۔ اُس زمانہ میں کیا عنائتیں، کیا لُطف، کیا بہاریں تھیں اور اللہ کا کرم ہی کرم تھا آج بھی اللہ کا بہت کرم ہے کہ زیارت پر دن رات میلہ لگا رہتا ہے۔'' حضرت نے سیف الملوک کا یہ مصرا پڑھا۔

ع ''بُلبُل روندی وچ فراقاں کر کر یاد بہاراں''

دربار کنیاں شریف سے روانگی کے بعد دن کے بارہ بجے کنڈل شاہی پہنچے اُس وقت آپ کے قافلے کے ساتھ ''آزاد کشمیر'' کے وزیر جنگلات مفتی منور صاحب بھی تھے جو پچھلی رات کنیاں شریف میں حضرت سے ملاقات کے لئے آئے تھے شام ڈھلتے ڈھلتے آپ اپنے قافلے کے ساتھ مظفر آباد گیسٹ ہاؤس میں تشریف لے آئے جہاں بہت سے مرید اور عقیدت مند آپ کی راہ دیکھ رہے ہیں۔

وزیر اعظم سردار سکندر حیات خان کی میاں صاحب کو دعوت

دربار کنیاں شریف سے واپس آنے کے بعد اُسی شام وزیر اعظم سردار سکندر حیات خان نے میاں بشیر احمد صاحب کے اعزاز میں رات کی دعوت کا اہتمام کیا یہ دعوت وزیر اعظم ہاؤس میں منعقد ہوئی جس میں ''آزاد کشمیر'' کے وزیر اعلیٰ حکام اور سیاسی شخصیات نے آپ کا استقبال کیا کچھ دیر کے بعد وہاں کے صدر سردار انور خان بھی آگئے تقریباً ایک گھنٹہ سردار سکندر حیات خان سردار انور خان اور آپ کے درمیان روحانی دینی اور بدلتے ہوئے سیاسی تناظر کے بارے میں کُھل کر تبادلہ خیال ہوا۔ اُس کے بعد تقریباً دو سو مہمانوں نے آپ کے ساتھ دعوت میں شرکت کی جو رات ساڑھے دس بجے اختتام پذیر ہوئی۔

۶-اپریل ۲۰۰۴ء کی صبح صاحبِ موصوف ''آزاد کشمیر'' کے سابق وزیر اعظم سردار عبدالقیوم کی دعوت پر اُن کے گھر واقع غازی آباد جانے کے لئے مظفر آباد سے روانہ ہوئے۔ کوہالہ پُل پر سردار عتیق خان صاحب موصوف کے استقبال کے لئے موجود تھے جنھوں نے بڑی عقیدت اور احترام کے ساتھ آپ کا استقبال کیا۔ اور غازی آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ جب غازی آباد پہنچے تو سڑک کے دونوں طرف گاڑیوں کی قطاریں لگیں ہوئی تھیں تقریباً ایک ہزار لوگ آپ کی روحانی شخصیت کے دیدار کے لئے بیتاب تھے۔ سردار عبدالقیوم خان نے آگے بڑھ کر آپ

کا سواگت کیا۔ سردار عبدالقیوم خان م، سردار عتیق خان اور حضرت کے درمیان آدھا گھنٹہ بات چیت ہوئی اور نماز ظہر کے بعد آپ سردار عبدالقیوم کے ساتھ لوگوں سے ملنے کے لئے تشریف لائے جہاں جوشیلے مریدوں اور عقیدت مندوں نے نعرہ تکبیر اللہ ہو اکبر کے ساتھ آپ کا استقبال کیا پھر سردار عبدالقیوم خان نے حضرت باباصاحب سے استدعا کی کہ وہ عوام کو نصیحت فرمائیں اُس وقت حضرت نے سردار عبدالقیوم خان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ ''آپ کے پاس ان (سردار عبدالقیوم) جیسی عظیم ہستی موجود ہے آپ اِن کی نصیحتوں پرعمل کریں میں آپ سب کے لئے اوران کے لئے دُعا گو ہوں آپ کے جذبہ محبت کو دیکھ کر بہت خوش ہوا ہوں اللہ آپ کے اس جذبہ محبت کو سلامت رکھے۔ شام کو آپ واپس مظفرآباد آئے مظفرآباد گیسٹ ہاؤس میں سینکڑوں عقیدت مند آپ کی راہ دیکھ رہے تھے ان میں بڑی تعداد مہاجرین کی تھی جن کے ساتھ آپ روحانی اور سلسلہ نقشبندیہ کے حوالے سے گفتگو اور تبلیغ میں محو رہے۔

''پاکستان زیرانتظام کشمیر'' کے صدر سردار انور خان کی جانب سے حضرت کے اعزاز میں دعوت

۷راپریل کی شب کو حضرت نے سردار انور خان کی طرف سے دی جانے والی دعوت میں شرکت کی اس دعوت میں وہاں کے چیف جسٹس منظور گیلانی بھی آپ کی روحانی نوازشیں حاصل کرنے کے لئے موجود تھے دعوت کے بعد سردار انور خان نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہم بہت خوش قسمت ہیں کہ آپ جیسی روحانی شخصیت کے ساتھ بیٹھنے کا موقع ملا ہے۔ آپ ہمارے حق میں دُعا کریں دعوت کے بعد آپ گیسٹ ہاؤس روانہ ہوئے۔

۸راپریل کو آپ نے مظفرآباد میں ہی قیام کیا اور مریدوں کا حال احوال پوچھنے اور سلسلہ نقشبندیہ مجدّدیہ کی تبلیغ روحانی بحث کا سلسلہ جاری رہا اسی دوران مظفرآباد میں بہت سے عقیدت مندوں کے ہاں دعوتوں کا دور بھی چلتا رہا سابق وزیر چودھری لطیف اکبر اور مولوی برکت اللہ صاحب کے گھر بھی تشریف لے گئے۔ دوپہر کا کھانا چودھری لطیف اکبر کے گھر تناول فرمایا۔



میاں بشیر احمد صاحب دورہ پاکستان کے دوران سردار عبدالقیوم اور سردار عتیق خان کے ساتھ



میاں بشیر احمد دورہ پاکستان کے دوران وزیراعظم سردار سکندر حیات خان اور قومی اسمبلی کے سپیکر

نجوڑہ کے لئے روانگی اور واپسی:- ۸-اپریل دوپہر کے بعد حضرت میاں صاحب اپنے بزرگوں کے وطن نجوڑا شریف تحصیل بالاکوٹ ضلع ہری پور ہزارہ کے لئے روانہ ہوئے کشمیر کی سرحد پر کوہالہ کے مقام پر ریاستی پولیس کا دستہ حاضر تھا جو آپ کے ہمراہ چلا گڑھی حبیب اللہ سے آگے ایک جیپ میں سوار ہو کر نجوڑا پہنچے جہاں آپ نے رات حضرت باباجی صاحبؒ کے بچپن کے زمانہ کے گھر میں گزاری اور اپنے عزیزوں سے ملاقاتیں کیں یہاں حضرت کی تمام تر توجہ اور دھیان پیر و مرشد حضرت خواجہ نظام الدین کیانویؒ کے اُس حکم کی طرف رہا جس کے تحت حضرت باباجی صاحبؒ نے اپنے وطن سے ہجرت کر کے دُور وانگت شریف میں قیام فرمایا تھا۔

۹/اپریل کو نجوڑہ میں عوام اور عقیدت مندوں سے ملنے ملانے انھیں روحانی فیض سے نوازنے کے بعد باباصاحب مانسہرہ کے راستے ایبٹ آباد آئے اور دوپہر کا کھانا داود خان کوٹلی کے ہاں تناول فرمایا۔ پھر شام ۸ بجے آپ اسلام آباد کے ہوٹل ہائی، ڈے، ان میں تشریف لائے جہاں صدر مُسلم کانفرنس کے صدر سردار عتیق احمد خان کابینہ کے ارکان ممبران اسمبلی و کشمیر کونسل استقبال کے لئے کھڑے تھے۔

اسلام آباد میں میاں صاحب کے اعزاز میں ایک تقریب کا اہتمام

میاں بشیر احمد صاحب کے اعزاز میں اسلام آباد میں منعقد ہونے والی یہ بہت بڑی دعوت تھی جس کا اہتمام سردار عتیق خان نے کیا تھا۔ یہ تقریب نہایت پُر تکلف اور پُر اثر تھی جس میں ''آزاد کشمیر'' کے وزیر اعظم سردار سکندر حیات خان، صدر سردار انور خان سیاسی جماعتوں کے قایدین پاکستان حکومت کے وزیر اعظم اعجاز الحق پاکستان قومی اسمبلی کے سپیکر چودھری منیر احمد سابق وزیر خارجہ پاکستان گوہر ایوب خان مُسلم لیگ کے رہنما راجہ ظفر الحق کل جماعتی حُریت کانفرنس کے رہنما دیگر سماجی ثقافتی اور دینی شخصیات کے علاوہ مہاجرین اور صحافی حضرات کی بھی بڑی تعداد موجود تھی اس مجلس کے آغاز میں سردار عتیق خان نے آپ کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا۔

''ہمارے لئے یہ نہایت ہی مسرت اور شادمانی کا مقام ہے کہ ریاست جموں و کشمیر کی ایک معروف سیاسی اور روحانی شخصیت حضرت میاں بشیر احمد ہمارے درمیان موجود ہیں ان کے بزرگوں نے تحریک آزادی کشمیر کے

عمل میں بڑی قربانیاں دی ہیں۔ کسی کے سیاسی عمل سے اختلاف یا اتفاق ہر شخص کا حق ہے لیکن اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ محترم میاں بشیر احمد اپنوں بیگانوں حامی اور مخالف تمام فرقوں کے درمیان انتہائی عزت اور احترام کی حامل شخصیت ہیں۔ گو کہ میاں صاحب خاموشی کے ساتھ تشریف لائے اور اپنے پیر خانے پر انھوں نے حاضری دی لیکن اتفاق سے ایسے وقت آئے کہ یہاں پر بھی پیس پراسس جاری ہے اگر میاں صاحب کوئی خاموش اور موثر کردار ادا کرنا چاہیں تو انھیں حالات یا کوئی دوسرا شخص روک نہیں سکتا۔ لوگ توقع کرتے ہیں کہ آپ کا علم آپ کی دینی روشنی آپ کا تجربہ اور آپ روحانی احترام کے لحاظ سے جس مقام پر ہیں۔ وہ یقیناً آپ اور ہم سب سے اس بات کا تقاضہ کرتا ہے۔ کہ آپ کی اس آمد کا ریاست جموں وکشمیر کے تمام اطراف اور تمام مذاہب کے لوگوں کو اور تمام افکار کے حامل لوگوں کو فائدہ پہنچے اور یہ عمل پروان چڑھے اور آگے بڑھے تاکہ ریاست میں جو آزادی کا سکھ کا امن اور بھائی چارے کا جو دور رہا ہے وہ لوٹ آئے''۔ سردار عتیق احمد خان نے اپنی تقریر کر کے حضرت باباصاحب سے استدعا کی کہ وہ سامعین سے خطاب کریں میاں صاحب مائک پر آئے تو سامعین نے ایک مدت تک تالیوں سے آپ کا استقبال کیا آپ نے انتہائی تحمل بردباری اور اطمینان کے ساتھ اپنا خطاب شروع کیا اس تقریر کے کچھ اقتباسات یہاں درج کیے جاتے ہیں۔ ''واجب القدر سردار عتیق احمد صاحب یہاں بیٹھے ہوئے مہمانوں اور دوستوں کی خدمت میں اسلام علیکم .... جب ہم آپ سے ملتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے بھائی ہیں۔ جب بچھڑتے ہیں تو جُدائی کے غم سے نڈھال ہو جاتے ہیں۔ یہ بات آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی جانتا ہوں کہ اس وقت ہندوستان اور پاکستان کشمیر کے مسلے پر بات چیت کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس کا فیصلہ مالک (اللہ) کے ہاتھ میں ہے اور اُس طرف سے کوئی فیصلہ جب ہوگا تو یہ دونوں مانیں گے فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہوگا اب ہماری آزمائشوں کا وقت نہیں خُدا ہمیں معاف کرے گا اس میں بڑی سوچ بڑے تحمل اور بڑی ذمہ داری کی ضرورت ہے کہ ہماری جانب سے کوئی ایسی بات سامنے نہ آئے۔ جس سے بات چیت کے عمل میں کسی قسم کا رخنہ پڑے۔ میری اور آپ کی اللہ پاک سے یہی التجا ہے۔ کہ کشمیریوں کے درمیان یہ جو سہ سکندری ہے ہم اِسے ناپید کر سکیں ہم امن اتحاد اور اتفاق سے ایسا کر سکتے ہیں۔'''' میں مشکور ہوں کہ آپ نے میری عزت افزائی کی دراصل یہ میری عزت افزائی نہیں۔ یہ اُس ہستی کی عزت افزائی ہے جس کا نام ''جی صاحب'' ہے اور تاریخ کے لحاظ سے پاکستان کا یہ حصہ اور

ریاست جموں وکشمیر سلسلہ نقشبندیہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ وہ اس طرح کہ میرے دادا صاحب دربار کنیاں شریف سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ دربار کنیاں شریف سے ہی مولانا محمد قاسم صاحب کوہ مری (موہڑا شریف) بیعت تھے۔ گلگت میں میر عبدالسبحان صاحب تھے پونچھ میں حضرت حبیب اللہ شاہ صاحبؒ تھے سردار سکندر حیات خان (وزیراعظم) کے دادا صاحب سردار فیروز خان اور والد سردار فتح محمد خان کریلوی اسی سلسلے میں میرے دادا حضرت باباجی صاحبؒ کے ہاتھوں بیعت ہوئے تھے۔ اس لئے میں تو اپنے آپ کو یہاں ایسے بھائیوں کے درمیان سمجھتا ہوں کہ جن کی ملاقات کی تڑپ ہمیشہ رہتی ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ سب کے دل میں بھی میری تڑپ تھی اسی لئے آپ میری عزت افزائی کررہے ہیں۔ میری اللہ رب العزت سے دُعا ہے کہ ہجر وفراق کی سیاہ رات ختم ہو۔ اور امن کا جو عمل شروع ہوا وہ آگے بڑھے اور کسی مخالف قوت کو اس میں رخنہ ڈالنے کی توفیق نہ ہو اب بہت ہو چکا ہم مزید نوحہ خوانی کے متحمل نہیں ہوسکتے۔" حضرت موصوف کی تقریر کی سامعین نے زوردار تالیوں سے تائید کی ہر فرد آپ کی بات سے مطمئن اور متفق تھا پھر دیر رات تک دعوت جاری رہی۔ اس کے بعد کے "آزاد کشمیر" وزیراعظم سردار سکندر حیات خان صدر سردار انور خان اور مسلم کانفرنس کے صدر سردار عتیق احمد خان آپ کو گیٹ تک چھوڑنے کے لئے آئے۔

میاں صاحب کی دیگر مصروفیات:- دس اپریل کو موصوف سید شوکت علی شاہ کے ہمراہ پشاور گئے دن بھر شہر کا دورہ کیا رات کو راولپنڈی میں قاضی فخر الدین صاحب کی بھتیجی ڈاکٹر سلمیٰ کفیل کے ہاں دعوت پر آئے جس میں شہر کے تمام اکابرین کو مدعو کیا گیا تھا۔ کشمیر کونسل کے ممبر مطلوب انقلابی کے گھر مجلس رہی جہاں آپ نے عقیدت مند کے ساتھ روحانیت اور سلسلہ نقشبندیہ کے اصولوں اور اس کے فروغ کے بارے میں باتیں کیں۔ رخصت کے وقت مطلوب انقلابی نے میاں صاحب کو دس ہزار روپے بطور نذر ونیاز پیش کیے تو حضرت نے لینے سے انکار کردیا مطلوب صاحب کے اصرار پر آپ نے سید شوکت شاہ صاحب سے کہا کہ آپ یہ روپے درگاہ سوہاوہ کے لئے لے لیں "آزاد کشمیر" کے اس دورے کے دوران عقیدت مندوں کی طرف سے بہت نذر نیاز دینے کی کوشش کی گئی لیکن آپ نے کسی سے بھی نذر قبول نہ کی۔

سوہاوہ میں عرس مبارک :- ۱۱راپریل کو حضرت سید نوران شاہ صاحبؒ کے عرس مبارک کی تقریب طے تھی آپ ۱۰راپریل کی رات کو دن بھر کی تھکاوٹ کے باوجود دربار پر عبادت اور ریاضت میں مصروف رہے صبح نو بجے عرس شریف کی تقریب کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ اور مسجد شریف کا احاطہ لوگوں سے بھر گیا۔ اس تقریب میں کریم اللہ قریشی نے حضرت صاحب کی سوہاوہ شریف میں آمد اور آپ کی شان میں ایک پُر اثر نظم پڑھی جس کے شعر اس طرح ہیں۔

یاالٰہی لاروی صاحب کا فیض آگے پیچھے دائیں بائیں تا ابد چلتا رہے
لاروی صاحب پہ جتنا فخر ہے کشمیر کو اُتنا ہی کشمیریوں کو وہاں صلہ ملتا رہے
یہاں ہمارے ساتھ ہیں میاں بشیر صاحب چودھویں کا چاند یہ عُرس پر چڑھتا رہے
ہو مبارک میاں صاحب آپ کا آنا یہاں آپ کی آمد سے یوں ہی دِل سے دِل جُڑتا رہے
نفرتیں گھٹتی رہیں اور رنجشیں مٹتی رہیں گہرے سے گہرا زخم ایک نظر سے بھرتا رہے

اس کے بعد حضرت باباصاحب اسٹیج پر تشریف لائے تو پورے سوہاوہ کی فضا ''اللہ ھو اکبر'' کے نعروں سے گونج گئی حضرت نے حمدوثنا اور درود وسلام کے بعد اپنے خطاب کا آغاز کیا۔

''حضرت حاجی باباصاحبؒ (سید نوران شاہ صاحبؒ) ۸رجون کو حضرت خواجہ نظام الدین کیانویؒ کا عرس منانے کے لئے وانگت تشریف لایا کرتے تھے۔ اُس وقت نہ سڑکیں تھیں اور نہ سواری کا انتظام تھا۔ لیکن وادی کشمیر اور پونچھ راجوری کے درویش حضرات صوفی حضرات اور بڑی بڑی گدیوں پر بیٹھے ہوئے پیر اُن کے ساتھ ہوتے تھے وہ سری نگر سے وائیل تک جب گاڑی میں بیٹھتے تھے تو ''لا الـلـه الا الله'' کا ذکر شروع کرتے تھے اور پھر آگے تقریباً ۱۴ میل اسی طرح ذکر کرتے ہوئے پیدل جاتے تھے ایک دو دفعہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے بھی سرینگر سے وانگت تک حضرت سید نوران شاہ صاحبؒ کے ساتھ جانے کا شرف حاصل ہوا۔ تو دیکھا کہ ذکر کرتے کرتے اُن کے گلے کی رگیں پھول کر باہر آجایا کرتی تھیں.......... میں آپ کے اور آپ کے احباب کے ساتھ رہا ہوں اور اس تصور میں رہا ہوں جو میں دیکھ رہا تھا کہ وہ مجلس کیا ہوتی تھی وہ انوار کیا ہوتے تھے۔ وہ دُعائیں کیا ہوتی تھیں وہ اجابت کیا ہوتی تھی وہ قبولیت کیا ہوتی تھی۔

اب میں دو تین باتیں عرض کروں گا انسان جتنا اپنے آپ کو پاک رکھے تو سمجھے کہ میں خدا پاک کو پسند ہوں کیونکہ اللہ پاک کہتا ہے میں پاک ہوں مجھے پاکی پسند ہے ہم سارے مسلمان ہیں خواہ نقشبندی ہوں، قادری ہوں چشتی ہوں، سہروردی ہوں۔ سب کا تعلق رُسول پاک علیہ ﷺ سے ہے اس سے باہر کچھ نہیں آپ سے میری التماس ہے کہ آپ جہاں بھی ہوں نماز کا تذکرہ کریں تمبا کو چھوڑ دیں سگریٹ نہ پیں۔ قرآن پڑھیں کلمہ شریف پڑھیں جہاں بھی کسی مرد عورت کو نماز سے غفلت کرتے دیکھیں وہاں پیار سے زور سے ڈنڈے سے سمجھائیں اور اُنھیں راہ حق کی طرف موڑیں.......... آج میں اللہ پاک سے مانگتا ہوں کہ ہماری ایک دوسرے کے ساتھ ملاقاتیں جاری رہیں میں اللہ پاک سے مانگتا ہوں کہ ہم صراط مستقیم پر رہیں میں اللہ پاک سے مانگتا ہوں کہ ہمیں اللہ پاک دین کے راستے پر دہ استحکام عطا فرمائے جو کسی بھی لالچ کسی بھی بات کسی بھی غم سے ہمیں دور رکھے اور ہمارے دلوں میں تذبذب نہ آئے ہم ثابت قدم رہیں اللہ ہماری جُدائی کو دور کرے مرنا سب جگہوں پر ہے لیکن خبر ملے تو یہاں سے دوڑ کر وانگت جائیں۔ وہاں سے دوڑ کر یہاں آئیں یہاں سے دوڑ کر کنیاں شریف جائیں موہڑا شریف جائیں علی پور جائیں تو اس سے زیادہ اور خوشی کیا ہو سکتی ہے اس سے زیادہ ہم کیا چاہتے ہیں۔ نہ تخت کی ضرورت ہے......"

میاں صاحب کی یہ جذباتی تقریر سُن کر سب نے آمین کہا پھر دُعا کے بعد ذکر بالجہر کی وجد انگیز گونج کے دوران حضرت سید نوران شاہ صاحبؒ اور سید عبداللہ شاہ آزادؔ کے مزارات پر چادریں چڑھائی گئیں جس کے ساتھ ہی عرس مبارک کی تقریب اختتام پذیر ہوئی۔[۵۸]

[۵۸] کریم اللہ قریشی کو کشمیر کے دوسرے حصے کی انتظامیہ کی طرف سے موصوف کے دورے کی تفصیل اکٹھی کرنے کی ڈیوٹی پر تعینات کیا ہوا تھا۔ قریشی صاحب نے اس دورے کے دوران پیش آنے والے تمام واقعات کی صدابندی کی اور پھر ایک کتاب حضرت بشیر احمد کا دورہ آزاد کشمیر لکھی تھی۔ کریم اللہ قریشی پہلے ریاست جموں وکشمیر کے اس حصے میں رہتے تھے آپ کا تعلق کرناہ سے تھا۔ خاندان دربار شریف کے مریدوں میں شامل تھا۔ آپ پہاڑی اور گوجری کے ایک اچھے شاعر تھے ریاستی کلچرل اکیڈیمی میں ۱۹۷۱ء میں جب میاں صاحب کی کوششوں سے گوجری زبان کا شعبہ کھلا تو موصوف نے اسی شعبے میں پہاڑی کی شاخ بھی کھلوائی تھی اور قریشی صاحب ۱۹۸۰ء کے دہائی میں L-O-C کے دوسری طرف چلے گئے تھے آپ پہاڑی شاعری کے پہلے صاحب کتاب تھے۔ کتاب کا نام "ڈنڈکراں بجاں سکیاں کو" تھا۔

دورہ میر پور:- میر پور کے عقیدت مندوں کی دعوت پر حضرت صاحب جناب لطیف اکبر کے ساتھ میر پور شہر میں پہنچے جہاں اہلیان میر پور نے آپ کے اعزاز میں ایک خصوصی تقریب کا اہتمام کیا تھا منگلہ کے قریب درجنوں گاڑیوں میں سوار مریدوں اور شیدائیوں نے آپ کا استقبال کیا اور ایک جلوس کی صورت میں جلسہ گاہ تک لے گئے جہاں میر پور کی تمام معزز ہستیاں اسٹیج پر موجود تھیں اس جلسے میں اسٹیج سیکریٹری کے فرائض مولوی عبدالرزاق چشتی انجام دے رہے تھے جلسے میں موجود ایک نوجوان چودھری نیاز علی کے بارے میں بتایا گیا کہ اس کی ولادت میاں بشیر احمد صاحب کے دورہ ۱۹۷۹ء کے دوران ان کی دُعا سے یا تعویز سے ہوئی ہے۔اس پر موصوف نے مقررین کو سختی سے روک دیا اور کہا کہ عوامی اجتماعات میں ایسے انکشافات زیب نہیں دیتے اللہ جسے چاہتا ہے اولاد سے نوازتا ہے میر پور کے جلسے میں کریم اللہ قریشی نے حضرت کی شان میں ایک نظم پڑھی جس کے کچھ شعر یوں تھے ۔

میر پور میں آپ کے آنے سے پھیلا نور ہے
ذرہ ذرہ یہاں کا حضرت مست ہے مخمور ہے
بادشاہ کشمیر کے ہو شاعروں نے یہ کہا
دید کو ہر ایک حضرت ہوگیا مجبور ہے

اس کے بعد حضرت نے اعلیٰ بصیریت کی عکاس تقریر کی اسٹیج پر اور پنڈال میں موجود اہل علم حضرات بہت محظوظ ہوئے آپ کی تقریر کا لہجہ صوفیانہ تھا اور مقصد دین اور سلسلہ کے ساتھ جُڑے ہوئے واقعات کو بیان کرنا تھا جہاں آپ نے دین کے فروغ کی بات کی میر پور کے عوام کی محبت اور جرت کی داد دی وہیں یہ بھی دُعا کی کہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان مسلہ کشمیر باہمی گفتگو اور امن کے ذریعے حل ہو جائے تا کہ کشمیریوں کو سکون کے دن نصیب ہوں۔تقریب کے اختتام کے بعد مریدوں عقیدت مندوں اور عام لوگوں کے ساتھ ملاقات شروع ہوئی جس میں بابا صاحب کا روحانی انداز غالب رہا اس تقریب میں ریاست جموں وکشمیر کے نامور گوجری شاعر اور ادیب و بابا گوجری کہلانے والے اور حضرت کے پیارے مرید رانا فضل حسین راجوروی بھی موجود تھے حضرت



میاں بشیر احمد صاحب نامور ادیب مورخ پروفیسر صابر آفاقی کو اعزاز سے نوازتے ہوئے میاں الطاف صاحب، محمد منشا خاکی، فاروق انوار مرزا، محمد رفیع کھاری بھی تصویر میں دیکھے جاسکتے ہیں

میاں بشیر احمد صاحب رانا فضل حسین راجوروی کے ساتھ ایک ادبی محفل میں

اپنی گفتگو میں جب بھی رانا فضل حسین راجوروی[57] کا ذکر کرتے تو آپ کی آنکھیں بھر آتیں پھر رات کو چودھری جلال صاحب کے گھر ضیافت کے بعد حضرت موصوف رانا فضل حسین راجوروی (۴۸) کے گھر تشریف لائے اور اُنہیں اپنی روحانی خوشنودگی سے نوازہ۔ ۱۳ اپریل ناشتہ آپ نے ڈپٹی کمیشنر میرپور چودھری منیر صاحب کی کوٹھی پر کیا اور پھر وہاں سے پیراں شاہ غازی قلندرؒ المعروف (دمڑی والی سرکار) اور حضرت میاں محمد بخشؒ کے مزارات پر حاضری دینے کھڑی شریف تشریف لے گئے حضرت نے کچھ وقت وہاں قیام کیا اور معلومات حاصل کیں اُس کے بعد واپس میرپور آگئے پھر میرپور سے بائیس کلومیٹر کوٹلی کی جانب موضع ڈھانگری میں عتیق الرحمان صاحب ممبر قانون ساز کونسل کی دعوت پر وہاں پہنچے کیونکہ عتیق الرحمان صاحب کے دادا مرحوم حضرت خواجہ محمد علی ولدِ حضرت مولانا حافظ پیر محمد فاضل جو ولی کامل ہو گزرے ہیں کہ مزارات پر فاتحہ پڑھی اور پھر وہاں سے منعقدہ ایک دینی مجلس کی صدارت کی عتیق الرحمان نے (سورہ کوثر) کی تلاوت کی اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ پر روشنی ڈالی اور حضرت باباصاحب کے روحانی فیض اور برکات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ "آپ ریاست کے دونوں حصوں میں سایہ فگن ہیں اللہ تعالیٰ کشمیر کے اس روحانیت کے شجر کو ہمیشہ ہرا بھرا رکھے اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے۔" اس موقع پر حضرت موصوف نے اپنی تقریر میں ارشاد فرمایا۔

---

[57] رانا فضل حسین راجوروی ریاست جموں و کشمیر کے ضلع راجوری کے گاؤں پروڑی کے رہنے والے تھے آپ کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کا خاندان دربار عالیہ لار کے ساتھ وابستہ تھا آپ نے سکول کے زمانہ سے ہی شاعری کرنی شروع کردی تھی اور نہایت احساس دل شخصیت ہوا کرتے تھے ۱۹۶۵ء کی جنگ شروع ہوئی اور دراندازاندرونی علاقوں میں بھی آگئے تو رانا فضل حسین کا گاؤں بھی اس لپیٹے میں آ گیا اور دونوں طرف کی کشمکش اور مقابلہ کا شکار ہوگیا حالات اس قدر خراب ہوئے کہ رانا فضل حسین کو اپنے خاندان کے ساتھ حد متارکہ کے اُس پار ہجرت کرنی پڑی اور میرپور میں جا بسے۔ کشمیر کے دوسرے حصے میں آپ کی مسلسل کوششوں کے باعث تراڑ کھل ریڈیو سے ۱۹۶۷ء میں گوجری کا پروگرام شروع ہوا اور آپ اُس میں صدرکار کے طور پر حصہ لینے لگے آپ نے گوجری زبان میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن میں بانسل بانسل پانی آپ کی مشہور کتاب ہے جو ریاست جموں و کشمیر کی کلچرل اکیڈیمی کے شعبہ گوجری کی طرف سے بھی شائع ہو چکی ہے گوجری زبان کی خدمت کے حوالے سے آپ کو "بابا گوجری" کے خطاب سے بھی نوازا گیا ہے ۲۰۰۸ء میں آپ براستہ پونچھ راولاکوٹ روڈ ریاست جموں کشمیر کے دورہ پر آئے تھے۔ اور راجوری پونچھ کے علاوہ وانگت بھی تشریف لے گئے تھے آپ راقم الحرف کے گھر بھی تشریف لائے تھے۔

''جہاں اسلام کی تبلیغ ہوتی ہو اور رشد وہدایت کا سلسلہ جاری ہو۔ وہاں میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ آپ جو یہاں معرفت تصوف اور روحانیت کے موتی بکھیر رہے ہیں اُن پر کچھ تبصرہ کرسکوں۔ حضرت صاحب نے (سورہ کوثر) کی تلاوت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور پاک کو ابتدا سے انتہا تک، اول سے آخر، ظاہر سے باطن تک، اور رات دن کو یہ جو حوض کوثر عطا فرمایا علما اکرام اس کی تشریح فرماتے ہیں۔ کہ محشر کے میدان میں حوض کوثر ہوگا اور رسول پاک ﷺ گرمی کی شدّت اور خوف دہشت سے گھبرائے ہوئے لوگوں کو حوض کوثر سے پانی پلائیں گے۔'' پھر فرمایا کہ ''اس درگاہ میں تبلیغ وتدریس کا جو مشن ہے اللہ پاک سے دُعا کریں کہ کامیاب ہو اور اللہ کی بارگاہ میں قبول ہو اس میں کسی قسم کا کوئی نمود نہ ہو کسی قسم کا کوئی دکھاوا نہ ہو۔''

کچھ عرصہ وہاں گزارنے کے بعد وہاں سے واپس میرپور تشریف لائے اور ڈپٹی کمشنر چودھری منیر صاحب کی کوٹھی پر مریدوں اور دوستوں سے ملاقات کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس روز مظفرآباد مانسہرہ اور راولپنڈی سے کئی عقیدت مند آپ سے ملنے میرپور پہنچے تھے۔ سب سے ملاقات کرنے اور اپنی نوازشوں سے آسودہ کرنے کے بعد واپس سوہادہ نور پور سیداں لوٹ گئے۔ اپنے اس تاریخ دورے کے دوران کشمیر کے دوسرے حصے میں حضرت جہاں بھی گئے جس محفل میں بھی شرکت کی آپ کی کوشش رہی کہ حضرت باباجی صاحبؒ اور حضرت میاں نظام الدینؒ کی دربار کنیاں شریف سے وابستگی اور اس خطے کے عوام کے ساتھ اُن کے رشتوں اور روابط کو یاد کریں اور لوگوں کو دین کی طرف راغب کریں۔

اسی دوران کوٹلی کے ایک مرید چودھری محمد زمان خان صاحب نے باباصاحب کو کوٹلی تشریف لانے کی دعوت دی لیکن حضرت نے دیگر مصروفیات کے باعث کوٹلی جانے سے معذرت کی ان حالات میں چودھری محمد زمان خان نے وزیراعظم سردار سکندر حیات خان سے رابطہ کر کے درخواست کی کہ حضرت کو ضرور کوٹلی لائیں تا کہ یہاں کے لوگ بھی اپنے مُرشد کے دیدار سے مستفید ہوں۔

وزیراعظم سردار سکندر حیات خان کے ہمراہ کوٹلی کا دورہ:- سردار سکندر حیات خان نے حضرت سے رابطہ کیا اور استدعا کی کہ کوٹلی کا دورہ کر کے وہاں کے عوام کو بھی اپنی روحانی برکتوں سے فیضیاب کریں

میاں بشیر احمد دورۂ پاکستان کے دوران ''ہوٹل ہالی ڈے اِن'' میں دیئے گئے عشائیہ کے دوران گوہر ایوب، سردار سکندر حیات خان، اعجاز الحق اور قومی اسمبلی کے سپیکر

ٹاؤن ہال کٹھوعہ میں گوجری کلچرل کانفرنس کے دوران سیکریٹری کلچرل اکیڈیمی ظفر اقبال منہاس حضرت میاں بشیر احمد کو اکیڈیمی کی مطبوعات پیش کرتے ہوئے ساتھ میں چودھری گلزار احمد کھٹانہ



سردار عبدالقیوم خان صاحب، جناب میاں بشیر احمد کا اپنے
گھر میں استقبال کرتے ہوئے ساتھ میں سید شوکت علی شاہ



ستان کے زیر انتظام کشمیر کے دورے کے دوران وہاں کے صدر خواجہ انور خان کے ساتھ

چنانچہ ۱۵/اپریل ۲۰۰۱ء کو حضرت صاحب وزیر اعظم سردار سکندر حیات[59] خان کے ساتھ اُن کے ہیلی کاپٹر پر سوہادہ سے کوٹلی پہنچے اور اُس مقام پر تشریف لائے جہاں ایک بہت بڑے جلسے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ کوٹلی کے اس استقبالیہ میں "آزاد کشمیر" کی تمام برگزیدہ شخصیات اسٹیج پر موجود تھیں۔ اس موقع پر وزیر اعظم سردار سکندر حیات خان نے باباجی صاحبؒ اور حضرت میاں نظام الدینؒ کے ساتھ اپنے خاندان کی روحانی وابستگی کا ذکر کیا وہیں دربار عالیہ لار اور سلسلہ کے ساتھ اپنی عقیدت کا اظہار بھی کیا اس تقریر کے کچھ اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

"معزز سامعین یہ کوئی سیاسی جلسہ نہیں اس وقت ہمارے بزرگ اور بھائی جو یہاں موجود ہیں وہ صرف میاں بشیر احمد صاحب کے دیدار کرنے آئے ہیں۔ عقیدت کے اعتبار سے ہم سب اِن سے ہاتھ ملانا چاہتے ہیں۔ میں ذاتی طور پر ان کا بے حد معتقد ہوں اور والد محترم سردار فتح محمد کریلوی کی زبان سے سُنا تھا کہ کشمیر میں درگاہ لار کے لاروی خاندان کا حضرت باباجی صاحب سے لیکر آج تک سب سے منفرد اور اونچا مقام ہے۔ کشمیر میں میر واعظ خاندان کی بھی بڑی خدمات ہیں لیکن وہ صرف وادی کے ایک حصے تک محدود ہیں۔ جبکہ لاروی خاندان کا اثر وادی کشمیر میں تو ہے ہی لیکن پیر پنچال کی اِس طرف اور خاص طور پر مینڈھر راجوری اور "آزاد کشمیر" کا یہ حصہ حضرت جی صاحبؒ اور اس خاندان کے روحانی فیض سے مستفید رہا ہے۔

---

[59] ۸-۲۰۰۷ء کے دوران سردار سکندر حیات خان کا فرزند فاروق سکندر براستہ چکاں دا باغ ریاست جموں وکشمیر کے دورہ پر آئے تھے۔ تو سب سے پہلے اُنھوں نے دربار عالیہ وانگت شریف پر حاضری دی اور بتایا کہ اُن کے والد محترم سردار سکندر حیات خان نے انھیں تاکید کی تھی کہ کشمیر کا دورہ کرنے سے پہلے دربار عالیہ لار ضرور جانا اور حضرت بابا صاحبؒ کی خوشنودگی حاصل کرنا سردار فاروق سکندر پونچھ میں راقم کے گھر بھی آئے تھے اور بتایا تھا کہ اُن کے لئے کشمیر مسلہ این، او، سی پر راستوں کے کھلنے کا تھا تاکہ بے بچھڑے عوام آپس میں مل سکیں یہ راستے حضرت میاں بشیر احمد کے دورہ آزاد کشمیر کے عین بعد کھلے جس سے کشمیر کے دونوں حصوں کے عوام کو فائدہ ہوا۔ اُن کی سوچ کے مطابق یہ موصوف کے روحانی فیض کا ثمر ہے۔

ذاتی طور پر میں سمجھتا ہوں کہ میرا گھرانہ بالخصوص میرے والد مرحوم جو حضرت جی صاحبؒ کے مرید بھی تھے اس خاندان کے معتقدین میں سے تھے اور اس اعتبار سے ہماری ان کے ساتھ وہی عقیدت چلی آرہی ہے۔ ہماری تمام غفلتوں کے باوجود اس درگاہ شریف کی نظر کرم ہمارے خاندان پر رہی ہے۔ اور ہر آزمائش میں اس خاندان نے ہماری روحانی پشت پناہی کی ہے۔"

سردار سکندر حیات خان نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت شیخ العالم شیخ نورالدین نورانیؒ علمدار کشمیر ہیں۔ اور حضرت سید غلام شاہ بادشاہؒ شاہدرہ راجوری والے علاقہ پہاڑ کے مالک ہیں لیکن ہمارے پیرخانہ دربار عالیہ لار سے وابستہ عقیدت مند دُنیا کے ہر کونے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور نگہبان کشمیر و نگہبان پہاڑ دونوں دلیوں کے درمیان حضرت باباجی صاحبؒ کے روحانی کشف سے فیض حاصل کرنے والے دُنیا کے ہر ملک میں موجود ہیں۔
وزیر اعظم سردار سکندر حیات کی تقریر کے جواب میں تقریر کے لئے قبلہ بابا صاحب مائک پر آئے تو تمام شرکا نے کھڑے ہو کر تالیوں کے ساتھ آپ کا استقبال کیا آپ نے کوٹلی کی تقریر میں تھکیالہ پراوہ کے سردار سکندر حیات خان کے دادا صاحب سردار فیروز خان اور والد محترم سردار فتح محمد کریلوی کے ساتھ اپنے خاندان کے تعلق اور سلسلہ نقشبندیہ کے لحاظ سے وابستگی کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا اور کشمیر کے دوسرے حصے میں مقیم لوگوں کے ساتھ سلسلہ کے لحاظ سے اپنے دربار عالیہ کے رشتوں کو بیان کیا۔ پھر ۱۹۴۷ء کا ذکر کیا جب کشمیر کے دونوں حصوں کے درمیان حدِ متارکہ قائم ہوئی اور بھائی بھائی سے باپ بیٹے سے بچھڑ گئے اور پھر کشمیر کے دوسرے حصے کے ساتھ اپنے خاندان کے تعلق سے کہا یہاں پر باباجی صاحبؒ کے ساتھ رہنے والے سید توران شاہ صاحبؒ کا روضہ اقدس ہے جو باباجی صاحبؒ کے خلیفہ اوّل تھے یہاں میاں شفیع صاحبؒ کا مزار ہے۔ جو باباجی صاحبؒ کے خلیفہ تھے۔ پھر آپ نے تھکیالہ علاقہ کے قریب بناہ گاوں سے منسوب ہے۔ حضرت میاں نظام الدینؒ کا ایک واقع سُنایا کہ وہاں ایک فقیرنی رہتی تھی جس نے حاجی باباؒ کو دیکھا تو کہنے لگی۔ آپ باباجی صاحبؒ کے فرزند ہو اس لئے سید ہو۔ میرے سیدزادے" آ میں تیرے راستوں پر قربان ہو جاوں اپنے سر کے بالوں سے تیرے قدموں کے آگے جھاڑو دوں۔" اُس وقت حضرت میاں نظام الدینؒ کے ساتھ مشہور صوفی شاعر سید برکت شاہ بھی تھے اُنھوں نے اُس مٹی (فقیرنی) کا جذبہ عقیدت دیکھ کر یہ شعر لکھا تھا۔

الف:- اک متی وچ بناکی حالت مست بے ہوش سکار دی سی
بالاں سردیاں نال اوو چ رستے پئی پھرے تے جھاڑو ماردی سی
باباجی صاحبؒ ایتھے آونیاں ای سوہنے نام دا ورد پکار دی سی
برکت ایہو جے کئی ہزار دیکھے منزل بہت اُچی میرے یار دی سی

اس کے بعد آپ نے علاقہ کوٹلی سے دربار عالیہ اور سلسلہ کی نسبت سے ارشاد فرمایا ''کوٹلی میں حضرت باجی الف دین صاحب کا مزار اقدس ہے وہ ایک لحاظ سے میرے نانا صاحب ہیں۔ اُن کی پوتی میرے باباصاحب (والد محترم) کے عقد میں تھیں وہ آج بھی زندہ ہیں ہم آج بھی زندہ ہیں ہم اُن کی خدمت میں بیٹھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ ہم باباصاحب کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں۔ یہ امانت بھی کوٹلی والوں کے پاس ہے۔ یہ تعلق بھی کوٹلی والوں کے ساتھ ہے۔'' ''اللہ پاک سے مانگتا ہوں کہ ستاون برس کی یہ جدائی ختم ہو۔ راستے بند کر کے اللہ کی مخلوق کو جوتڑ پایا گیا ہے ایک دوسرے کو بے چین کیا گیا ہے۔ وہ ختم ہو''۔ پھر سردار سکندر حیات خان کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ ''کہ روحانی اور سلسلہ کے رشتے کی وجہ سے ہم دو قالب اور ایک جان ہیں۔'' آپ تقریر کے بعد وزیر اعظم کے ساتھ ایک بڑی طعام گاہ میں تشریف لے گئے جہاں تین ہزار لوگوں نے کھانا کھایا پھر آپ وزیر اعظم اور چودھری محمد زمان خان کے ساتھ کوٹلی شہر میں آئے اور وہاں سے ہیلی کاپٹر کے ذریعے اسلام آباد چلے گئے۔

سوہاوہ میں رات کا قیام:- پھر وہاں سے رات کو سوہاوہ پہنچے جہاں حضرت نوران شاہ صاحبؒ کے خاندان کے تمام افراد سید شوکت علی شاہ اُن کے چچا سید محمد شاہ، برادران، بھانجے بیٹے بھتیجے بھی موجود تھے رات کو دوسرے لوگ بھی آ گئے جہاں رات گئے تک بات چیت ہوتی رہی رات کو الوداعی دعوت کیپٹن سید اکرم علی شاہ صاحب کے گھر تھی (سید شوکت علی شاہ کے چھوٹے بھائی) خاندان کے لوگ اور مرید آپ کے واپس جانے پر اُداس اور مغموم تھے حضرت موصوف اپنی گفتگو کے دوران حکمت و دانائی اور سلوک و معرفت اور روحانی فیض کے موتی بکھیرتے رہے اور تسلی دیتے رہے کہ یہ جُدائی عارضی ہے اب خطے کے حالات ایسے بن رہے ہیں کہ ہجر و فراق کی سیاہ رات ختم ہو کر رہے گی۔ اور ہم بار بار آر پار آتے جاتے رہیں گے اس تقریب میں کریم اللہ قریشی نے حضرت موصوف کی شان میں ایک نظم پیش کی جس کے کچھ شعر مندرجہ ذیل ہیں۔

شُکر خُدا دا شُکر خُدا دا جس ایہہ ویلہ آندا
کرے دیدار میاں صاحب داہر عاجز درماندا
قائم مان تُسا ں دا ایہو ہر دم دواں پاساں
پہنچے فیض تساندا حضرت ساریاں عاماں خاصاں
لکھاں تسدے عاشق حضرت اس پاسے اُس پاسے
ہر ہکی کو ظاہر باطن دیندے رہیو دلاسے

سوہاوہ سے وطن کے لئے روانگی:- [59]۱۶-اپریل ۲۰۰۴ء کو حضرت باباصاحب کی سوہاوہ سے واپسی کی تیاری ہونے لگی دس بجے صبح جب آپ لوگوں سے ملنے لگے تو بہت سے لوگوں نے بیعت ہونے کی استدعا کی موصوف دوسرے افراد سے ملنے ملانے اور اُن کے حق میں اجتماعی دُعا کرنے کے بعد اُس طرف آئے جہاں لوگ بیعت ہونا چاہتے تھے میاں صاحب نے اُن لوگوں کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی طریقت کے مطابق بیعت کیا بیعت ہونے والوں میں والیواڑ کے مولوی شریف الدین کا پوتا شوکت احمد مغل بھی شامل تھا بیعت کے اس پاکیزہ عمل کے دوران جہلم ویلی کے جناب طارق صاحب بھی آپ سے ملنے آگئے پھر دیر تک روحانیت اور سلسلہ کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی۔ ۱۶- اپریل شام کے چار بجے حضرت سوہاوہ میں اپنی ہمشیرہ زہرہ بیگم سے رخصت ہو کر اور دوسرں کو الوداع کہہ کر سید شوکت علی شاہ کے ساتھ اسلام آباد آگئے جہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز لاہور پہنچے اسلام آباد میں رخصتی کے وقت وزیر اعظم سردار سکندر حیات خان نے ایک قیمتی موبائل تحفہ کے طور پر پیش کیا جو موصوف نے ایک یادگار کے طور پر اپنے پاس رکھ لیا حضرت اپنی ڈائری میں اس تحفے کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ سردار سکندر حیات خان کے والد محترم سردار فتح محمد کریلوی میاں نظام الدینؒ کو اُس زمانہ میں گراما فون باجہ ہر سال تحفہ میں دیا کرتے تھے یا پھر قیمتی پنجابی گھوڑا نذر کیا کرتے تھے۔

[59] سوہاوہ میں روانگی کا وقت بڑا کربناک تھا جب بھائی بہن سے بچھڑ رہا تھا یہ نہایت اذیت ناک لمحہ تھا جیسے جسم کے کسی حصے کو چیر کر الگ کیا جا رہا ہو چھوٹے بڑے سب رو رہے تھے جدائی کے زخم پھر سے سینے پر اُبھر آئے تھے۔

صدر جمہوریہ ہند محترمہ پرتیبا دیوی سنگھ پاٹل سے میاں بشیر احمد صاحب
پدم بھوشن ایوارڈ حاصل کرتے ہوئے



حضرت میاں بشیر احمد صاحب کی دعوت پر وزیر اعلیٰ پنجاب گیانی ذیل سنگھ روضہ مبارک
سرہند شریف کی تعمیر کے سلسلے میں تشریف لائے۔ سید اختر حسین بھی دیکھے جا سکتے ہیں

لاہور کی رات:- لاہور میں حضرت نے داتا گنج بخش کے دربار پر حاضری دی اور پھر مسجد میں نماز ادا کرنے کے بعد سڑک کی دوسری جانب جناب عبدالباقی نسیم مالک رسالہ گجر گونج کی دعوت پر اُن کے گھر تشریف لے گئے باقی صاحب آزادی سے پہلے موضع کلائی کھیتر پونچھ کے رہنے والے تھے اور گوت سے کوہلی گجر تھے اور دربار عالیہ کے ساتھ وابستہ تھے موصوف نے کچھ دیر لاہور کی سیر کی پھر رات کو باقی صاحب کے گھر قیام ہوا۔ عبدالباقی نسیم نے رات کی دعوت میں لاہور کی بہت سی اہم شخصیات کو مدعو کیا تھا۔ جو حضرت موصوف کے دیدار اور اُن کی روحانی نوازشوں کے متمنی تھے سوہادہ سے آپ کے ساتھ سید شوکت علی شاہ، سید آغا حسین مغموم پیرزادہ محمد افسر خان اور کئی دیگر حضرات بھی حضرت کو الوداع کہنے لاہور پہنچ چکے تھے۔

۱۷-اپریل ۲۰۰۸ء کی صبح نو بجے حضرت گاڑیوں کے ایک بڑے قافلے کے ساتھ نسیم صاحب کے گھر سے واہگہ سرحد کی طرف روانہ ہوئے اس طرح پاکستان اور کشمیر کے دوسرے حصے میں ۱۹ دن گزارنے کے بعد اور وہاں کے عوام کو روحانی نوازشوں سے سرفراز کرنے اور کشمیر کے دونوں حصوں کے درمیان دوستی خلوص اور خیر سگالی کا پُل تعمیر کرنے کے بعد میاں بشیر احمد صاحب اپنے وطن واہگہ میں آپ کے استقبال کے لئے ایک بڑی بھیڑ جمع تھی وہاں کچھ دیر قیام کے بعد آپ کشمیر کی طرف روانہ ہوئے اور جموں پہنچ گئے۔

۲۰۰۸ء میں حکومت ہند کی جانب سے میاں بشیر احمد صاحب کو پدم بھوشن اعزاز سے نوازنا

میاں بشیر احمد صاحب نے زندگی بھر اپنے آپ کو اللہ پاک کی راہ میں اور مخلوق کی خدمت کے لئے وقف رکھا ہے آپ اگرچہ عوام کے روحانی پیشوا ہیں لیکن آپ اپنے آپ کو سلسلہ نقشبندیہ کا خادم مانتے ہیں۔ آپ کی دینی خدمات کے باعث ریاست جموں وکشمیر کے پہاڑی علاقوں میں آباد پچھڑے ہوئے اور پسماندہ قبائل اور دیگر قوموں وطبقوں کے عوام کو اسلام اور شریعت کے صحیح اصولوں پر اور کاربند رہنے میں تقویت ملی چونکہ مریدوں کی بڑی تعداد ناخواندہ ہوا کرتی تھی اس لئے عوام کی زبان میں تبلیغی انداز اور روحانی باتیں عوام میں سینہ بسینہ منتقل ہوتی رہی ہیں۔ عوام کی دینی نشو نما اور روحانی پرداخت کا جو کام بابا صاحب نے انجام دیا اُس کی مثال ملنا مشکل

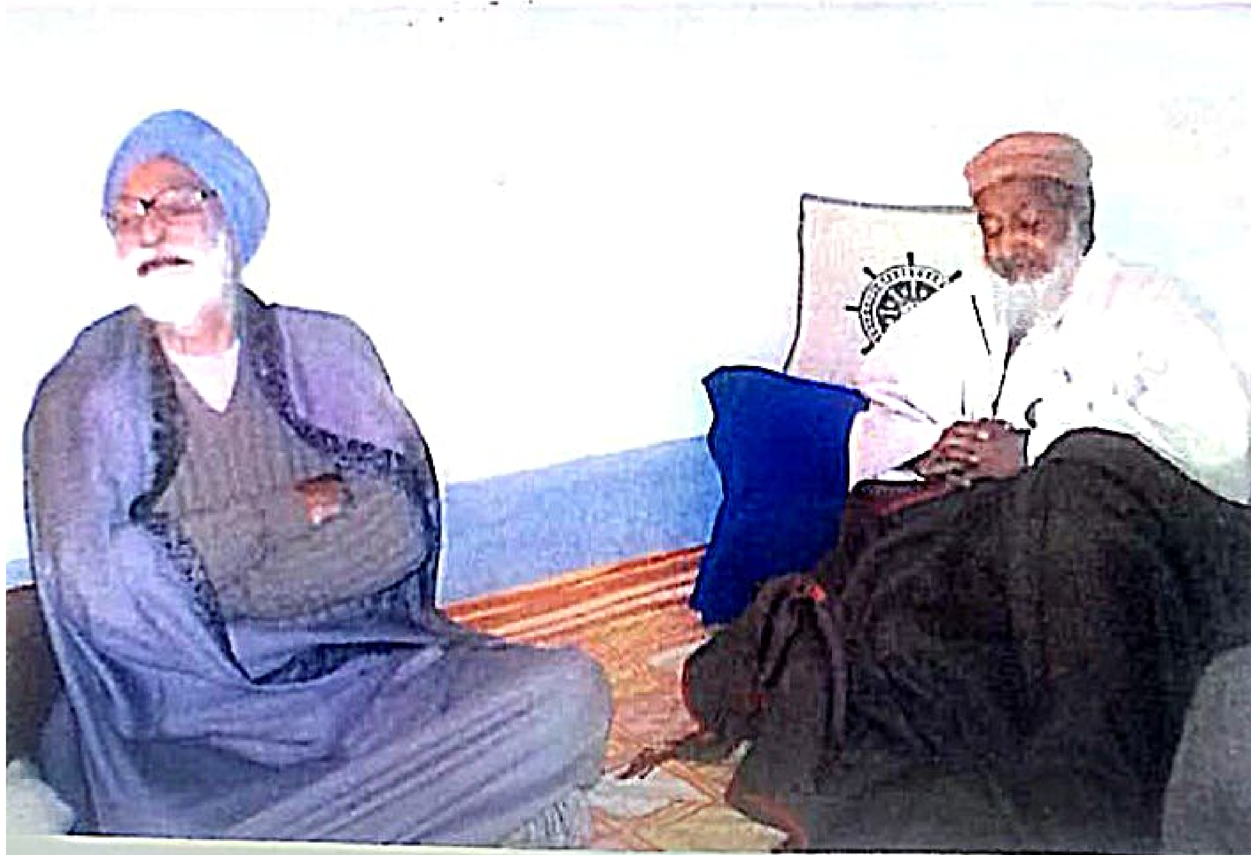
ہے۔ اخلاقی طور پر آپ نے فرقوں قوموں اور نسلوں وقبیلوں میں محبت خلوص اور خیر سگالی کے جذبے کو فروغ دیا ہے اور لوگوں کو جوڑنے کی کوشش کرتے رہے سماجی طور پر معاشرے میں پھیلی ہوئی بدعتوں اور برائیوں کے خلاف آپ نے زندگی بھر جہاد کیا ہے۔ اغوا کاری چھوٹی عمر کی شادیاں نشے اور توہمات کے خلاف برسرپیکار ہے ہیں بھٹکے ہوئے عوام کو راہ راست پر لانے میں محور ہے ہیں۔ اسی طرح سیاسی طور پر آپ نے علاقائی اور طبقاتی نابرابری کو دور کرنے اور دبے کچلے مجبور ومحکوم بے بس اور بے کس لوگوں کی نمائندگی کرتے رہے ہیں۔ اُن کی فلاح وبہود کے لیے جٹے رہے تاکہ یہ قبائل اور طبقے بھی زندگی کی دوڑ میں آگے آسکیں۔

چونکہ آپ کے عقیدت مندوں کی بڑی تعداد پہاڑی اور دور افتادہ علاقوں میں آباد ہے جہاں تعلیم کا کوئی ذریعہ نہیں تھا اس لئے حضرت نے ان لوگوں کے بچوں کے لئے ریزیڈنشل ہوسٹلوں کی سکیم منظور کرائی اور موبائیل اسکول منظور کروائے انھیں تعلیم حاصل کرنے کے لئے وظائف منظور کروائے پھر دبے کچلے اور پچھڑے ہوئے طبقوں کو درجہ فہرست قبائل کے زمرے میں لانے کے لئے جدوجہد کی اور ان طبقوں کی نئی نسل کو نئے سماج کے ساتھ نہ صرف جوڑ دیا بلکہ ان لوگوں کو اپنے حقوق کے بارے میں باشعور بھی کیا جس کے باعث سماج کے پچھڑے ہوئے اور پسماندہ طبقے و پہاڑوں میں آباد دیگر غریب عوام کو ترقی و بہبودی کے موقع میسر آئے آپ کی سوچ اور کاوش کا فائدہ پہاڑی علاقوں کے عوام کو بھی ہوا۔

میاں بشیر احمد صاحب کو ان کی دینی، روحانی، اخلاقی، سماجی اور سیاسی خدمات کے اعتراف کے طور پر حکومت ہند نے ۲۰۰۸ء میں آپ کو پدم بھوشن کے اعزاز سے نوازنے کا اعلان کیا تو ریاست بھر کے لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی کیونکہ یہ اعزاز سب کے لئے باعث فخر تھا۔ چنانچہ ۲۶ رجنوری ۲۰۰۸ء کو میاں بشیر احمد صاحب اِس اعزاز سے نوازے گئے۔ آپ گجر بکروال قبائل اور پہاڑی طبقوں میں پہلی اور ریاست میں چوتھی ایسی شخصیت ہیں جنھیں پدم بھوشن کے اعزاز سے نوازا گیا ہے۔ ریاست کے جانے مانے براڈ کاسٹر اور صاحب طرز ادیب سعید شبیر احمد کے مطابق پدم بھوشن میاں صاحب کو ملنے سے پدم بھوشن کا وقار بلند ہوگیا۔



میاں بشیر احمد صاحب مغل روڈ کھلنے کے موقعہ پر پیر کی گلی میں چودھری اسلم صاحب
جناب جہانگیر میر صاحب، عبدالغنی جاگل اور چودھری شوکت کے ساتھ



حضرت میاں بشیر احمد پنجابی کے نامور ادیب پروفیسر سیوا سنگھ کے ساتھ

حضرت میاں صاحب کا دورہ راجوری پونچھ
ڈبچن میں آمد اور مغل روڈ پر شاہانہ استقبال

حضرت میاں صاحب ۲۷/اکتوبر ۲۰۱۰ء کی صبح کو اپنے برادرِ اصغر جناب حاجی غلام جیلانی اور پوتے میاں مہر علی کے ہمراہ گاڑیوں کے قافلے کے ساتھ وانگت سے براستہ مغل روڈ پونچھ کی طرف روانہ ہوئے آپ کی آمد کی خبر علاقہ راجوری اور پونچھ کے عوام کو پہلے سے مل چکی تھی اس لئے مریدین اور عقیدت مند گاڑیاں لے کر درۂ پیر گلی کی طرف روانہ ہو گئے آپ شوپیاں سے ہوتے ہوئے دس بجے کے قریب ڈبچن پہنچے جہاں ڈپٹی کمشنر محمد شریف سودو دیگر آفیسراں وعلاقہ کے معززین نے فارسٹ ہٹ ڈبچن میں آپ کا استقبال کیا اس موقع پر گردنواح کے سینکڑوں مردوزن آپ کے دیدار کیلئے آئے ہوئے تھے ڈبچن میں آپ نے ناشتے کے دوران سید پیر نوران شاہ صاحبؒ کے خاندان کے ساتھ اپنے رشتوں کا ذکر کیا جو اس گاؤں کے قریب کا ترکھل ڈھوک میں بہار کے دنوں میں آیا کرتے تھے اسی کے ساتھ راجوری کے ذیلدار مرزا محمد حسین کی ڈھوک ہوا کرتی تھی جہاں باباصاحب کی آمد رہتی تھی دیر تک ماضی کے واقعات پر روشنی ڈالتے رہے۔

۱۹۴۲ء میں حضرت باباصاحب کی شادی لسانہ کے جناب چودھری غلام حسین کی صاحبزادی غلام مریم کے ساتھ ہوئی تو شادی کے بعد پہلی بار وانگت سے پونچھ جاتے ہوئے آپ ڈبچن رُکے تھے وہاں سے گھوڑوں کی تلاش ہوئی مگر ساتھریاں میں سید سادات نے اپنے گھوڑے چھپا دیئے حضرت نے اُن میں سے دو گھوڑے برآمد کئے اور اہلیہ محترمہ کے ساتھ علی آباد سرائے پہنچے یہاں سے عقیدت مندوں نے گھوڑوں کے قافلے کے ساتھ آپ کو پونچھ کی طرف روانہ کیا اس موقع پر آپ کو نیلے رنگ کی قیمتی گھوڑی پیش کی گئی تھی۔آپ چودھری غلام حسین لسانوی کی ڈھوک سری مستان میں تشریف لائے تھے۔اُس وقت چودھری محمد اسلم صاحب کی عمر پانچ برس تھی اُسی دن حضرت واپس کا ترکھل آ گئے تو حاجی نوران شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ''آپ کو گھوڑے پیش نہ کر کے ساتھریاں والوں نے زیادتی کی ہے لیکن یہاں اگر آپ کو ہزار گھوڑے بھی ضرورت ہوں تو حاضر کئے جاسکتے ہیں۔''

اگر طالب کو ولی اللہ تک رسائی حاصل ہو جائے تو اسے سب کچھ مل جاتا ہے یہی سچ ہے۔باباصاحب بہار

کے دنوں میں مریدوں کی درخواست پر اکثر پیر پنچال کی بہکوں میں جایا کرتے تھے آپ اُن کے ڈھاروں میں اُن کے ستھروں پر رہتے اُن جیسی غذا کھا کر تبلیغ کا کام جاری رکھتے یہ دورے اس لیے بھی ہوئے لوگوں میں اعتقاد تھا کہ اگر بابا صاحب اُن کے گھروں میں آئیں گے تو آسودگی آئے گی فصل اچھی ہوگی مویشی دودھ زیادہ دیں گے ریوڑوں میں اضافہ ہوگا وہ بیماریوں سے دور رہیں گے اُن کا اقبال بلند رہے گا آسائش اور رحمتیں آئیں گی جب بابا صاحب اُن کے گھروں میں ہوتے تو مرد عورتیں بوڑھے نظر کرم کے حصول کی خاطر خدمت میں پیش ہو جاتے آپ کوئی چیز دم کر کے دیتے قرآن پاک سے کوئی آیت پڑھ کر پھونک مارتے آیات قرآنی پڑھ کر انہیں مطمئن کرتے اسی طرح لوگ نفسیاتی اور روحانی بیماریوں اور ذہنی تناؤ سے نجات پاتے تھے۔

درّہ پیر گلی میں تشریف آوری:- ناشتے کے بعد حضرت کا قافلہ درّہ پیر کی طرف روانہ ہوا۔ سینکڑوں ارادتمندوں نے دبجن سے آپ کو رخصت کیا موسم نہایت خوشگوار تھا پہاڑوں نے برف کی چادر اوڑھی ہوئی تھی راستے میں راہ نیرہ، علی آباد کی سرائے لال غلام کا پیڑہ اور ڈونگی مرگ کا نظارہ کرتے ہوئے یہ قافلہ دھیرے دھیرے اگے بڑھتا رہا چرواہوں اور بکروالوں کے قافلوں نے کئی جگہ حضرت کی گاڑی کو روکا حضرت بھی پُر مسرت لہجے میں اُن سے ہاتھ ملاتے وہ آپ کے ہاتھ چومتے اور دُعا کے لئے التجا کرتے حضرت اُن کے لئے دُعا کرتے روحانی مسکراہٹ بکھیرتے اور گجر بکروال قافلوں میں بے انتہا خوشی پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ جاتے ایک گھنٹے کی مسافت کے بعد درّہ مرگ میں داخل ہوئے جہاں سب سے پہلے چودھری محمد اسلم صاحب ایم، ایل، اے سرنکوٹ ایک وفد کے ساتھ آپ کے استقبال کے لئے آئے ہوئے تھے پھر یہ قافلہ پیر گلی کی طرف مڑ گیا۔ پیر گلی میں زیارت شیخ عبدالکریمؒ کے قریب پہنچے تو پونچھ راجوری کے ہزاروں مرید گاڑیاں لے کر آپکو خوش آمدید کہنے آئے ہوئے تھے۔ جنھوں نے بابا صاحب زندہ باد لا رزندہ باد کے نعروں سے آپ کا استقبال کیا ان میں گجر بکروال پہاڑی کشمیری ہر طبقہ ہر مسلک کے لوگ شامل تھے۔ درّہ پیر پنچال کے مقام پر حضرت نے مغل روڑ کے ساتھ وابستہ یاروں کا ذکر اُن یادوں کو ان الفاظ میں بیان کیا۔

"۱۹۲۹ء بمطابق ۱۹۸۶ء بکرمی کو میں اپنے والد بزرگوار حضرت میاں نظام الدین ؒ اماں جی اور حاجی سید نوران شاہؒ کے ساتھ پہلی بار اس راستے سے گزر کر پونچھ گیا تھا پہلے ہم اُوڑی والے راستے پونچھ جایا کرتے تھے اس عرصہ میں کئی انقلاب آئے کئی حالات دیکھے لیکن وانگت سے پونچھ راجوری کو مغل روڈ نے جوڑ دیا اور یہ شاہراہ ہمارا استقبال کر رہی ہے پونچھ راجوری میں آبادی بڑھی ہے کاروبار میں اضافہ ہوا ہے تعلیم کو فروغ ملا ہے ایک گھر سے چار گھر ہوئے ہیں۔ کسی چیز کی کمی نہیں مگر خلوص کم ہوا ہے محبت کم ہوئی ہے فرقوں میں دوستی کی کمی ہے اس کے باوجود آپ ہر لحاظ سے ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ مذہب کے لحاظ سے بھی روحانیت کے لحاظ سے بھی اور سلسلہ کے لحاظ سے بھی ہم سب کا ایک دوسرے سے رشتہ ہے چاہے ہم کسی بھی طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ اللہ آپ کو خوش رکھے ایک رکھے نیک رکھے نہ آپ مجھ سے الگ ہوں نہ میں آپ سے الگ ہوں اسلم صاحب کی خواہش بھی ہے کہ پونچھ آوں میں نے کہا "ضرور آئیں گے پونچھ راجوری کے ساتھ ہمارا صدیوں پرانہ رشتہ ہے۔"

وادی پونچھ کی طرف روانگی اور لسانہ میں آمد:- آپ نے لوگوں کو ذاتوں فرقوں اور طبقوں کی حد بندیوں سے بالاتر ہو کر محبت اور خلوص کے ساتھ رہنے کی تلقین کی اُس کے بعد 165 گاڑیوں کے کاروان نے آپ کو درہ پیر سے پونچھ کی حدود میں داخل کیا۔ پشیانہ ڈوگراں، پاناڑ، چندی مڑھ، بہرام گلہ، سیلاں کے مقامات پر ہزاروں مرد و زن نے آپ کو خوش آمدید کہا اور گاڑی رکوا کر آپ کے دیدار مبارک سے فیضیاب ہوئے جب یہ کارو ان بفلیاز پہنچا تو ہزاروں لوگوں کے علاوہ سکول کے بچوں نے بابا صاحب زندہ باد لار شریف زندہ باد کے نعرے لگا کر آپ کی گاڑی کو رکوایا اور آپ کی روحانی خوشنودگی حاصل کی پھر یہ کاروان بفلیاز سے لسانہ کی طرف بڑھا اور دروغاں درابہ سے ہوتے ہوئے تقریباً اڑھائی بجے حضرت موصوف لسانہ پہنچے جہاں پوری وادی سرنکوٹ سے آئے ہوئے ہزاروں مریدوں اور عقیدت مندوں نے آپ کو گھیرے میں لے لیا اور راہوں میں آنکھیں بچھا دیں ان میں ہاڑی، مڑہوٹ، سرنکوٹ۔ بھا گلہ، موہڑا بچھائی ملہان، دھڑا، فضل آباد لسانہ، مدانہ، بچیاں والی شیندرا کلائی، مینڈھر، پونچھ شہر منڈی اور دیگر علاقوں سے تمام برگزیدہ شخصیات اور اکابرین شامل تھے جو آپ کی ایک

جھلک دیکھنے کو بیتاب تھے۔ بابا صاحب نے سب کو اپنی نوازشوں برکتوں اور رحمتوں سے فیض یاب کیا اور پھر چودھری محمد اسلم کے گھر تشریف لے گئے جہاں تہوار کا سا ماحول تھا۔ سینکڑوں عورتیں استقبالیہ گیت گا کر آپ کا سواگت کر رہی تھیں اور ہزاروں لوگ آپ کی راہ دیکھ رہے تھے اور اللہ ھو، اللہ ھو کا ورد کر رہے تھے۔

اُس کے بعد چودھری محمد اسلم کے گھر لنگر جاری ہوا جہاں ہزاروں افراد نے کھانا کھایا پھر شام ڈھلنے تک لوگوں کے ساتھ ملنے ملانے کا سلسلہ جاری رہا اس دوران آپ کے پوتے مہر علی دادا جان کی روحانی مقبولیت عزت واحترام کو دیکھ کر پھولے نہیں سما رہے تھے۔

لسانہ میں مسجد شریف کا سنگِ بنیاد: ـــ ۲۸/اکتوبر ۲۰۱۰ء کو میاں بشیر احمد صاحب نے ہزاروں لوگوں کی مجلس کے درمیان لسانہ میں مسجد شریف کا سنگ بنیاد رکھا۔ آپ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا'' آج میں چودھری غلام حسین لسانوی جیسے پابند سنت با کمال اور باوقار ہستی کو یاد کرتا ہوں اُن جیسا مجھے ایک بھی نہیں ملتا اب وہ لمبی نیند سوئے ہوئے ہیں۔ پھر میں ہاڑی کے چودھری خُدا بخش زارؔ کے شعر دیکھتا ہوں اور اُن کے پوتوں کو دیکھتا ہوں تو دل خوش ہو جاتا ہے لسانہ کے اس گھر سے میرے دادا محترم اور والد محترم کی نسبت رہی ہے اور پیار میں قیامت تک انتظار بھی ہے میں دُعا گو ہوں کہ یہ مسجد لوگوں کو عبادت اور نماز کی توفیق دے۔''

'' مجھے چودھری محمد اسلم صاحب نے مسجد شریف کا سنگ بنیاد رکھنے کا حکم دیا تو میں حاضر ہو گیا چودھری لسانوی صاحب کے وقت بھی یہاں مسجد تعمیر ہوئی تھی جس کا سنگ بنیاد والد محترم حضرت میاں نظام الدین ؒ نے رکھا تھا اُس وقت پیر جماعت علی شاہ بھی یہاں آئے ہوئے تھے میری دُعا ہے کہ مسجد آباد رہے یہاں کے گھر آباد رہیں اور لوگوں کے دل ایمان کے نور سے منّور رہیں میں جہاں بھی رہوں آپ کے لئے دُعا گو رہوں گا۔

۲۹/اکتوبر ۲۰۱۰ کو حضرت موصوف نے ہاڑی مڑھوٹ علاقے کا دورہ کیا جہاں تقریباً ہر خاندان آپ کے مریدین میں شامل ہے ہزاروں لوگ مٹھونگ موہڑا بچھائی، جموں شہید، ڈوڈی، بیرو وغیرہ کے مڑھوٹ میں موجود تھے۔ جن میں حاجی باغ حسین پیرزادہ الف شاہ، چودھری ظفر علی کٹھانہ، چودھری محمد اسلم تھے پیر نثار حسین شاہ مولانا بشارت حسین شاہ مولوی محکم دین، عبدالحمید انس اور صوفی نذیر بھی موجود تھے دوپہر کو عبدالرزاق کی دعوت

تھی۔ یہاں آپ نے عوام کو محبت اور میل ملاپ سے رہنے کی تلقین کی اور شریعت وطریقت پر چلنے کی ہدایت فرمائی پھر سینکڑوں افراد کو اپنی روحانی نوازشوں سے سرفراز کیا لوگوں کو نماز روزے کی تلقین کی سلسلہ کے ساتھ جڑے رہنے پر زور دیا اور پھر اُسی روز ہاڑی مڑہوٹ سے واپس لسانہ لوٹ آئے۔

پونچھ شہر میں آمد: -- ۳۰/ اکتوبر کو راقم کی دعوت پر حضرت میاں صاحب پونچھ شہر میں تشریف لائے اور اُن کے گھر اور خاندان کو اپنی نوازشوں سے آسودہ کیا اس موقع پر ایک بڑی مجلس کا اہتمام ہوا جس میں ڈپٹی کمشنر پونچھ کلدیپ راج شرما ایس، ایس، پی پونچھ سردار منموہن سنگھ بریگیڈ سری نیوسن، چیف میڈکل آفیسر چودھری نیاز احمد سپرنٹنڈنٹ ہسپتال محمد یونس، چیف پلانگ آفسر عبدالخالق علمائے کرام معزز شہریوں کے علاوہ سرنکوٹ سے حضرت کے ساتھ آئے ہوئے سینکڑوں مریدوں نے شرکت کی اور باباصاحب کے نام پر جاری لنگر سے کھانا کھایا اس موقع پر حضرت نے پونچھ شہر کے ساتھ وابستہ اپنے خاندان کی یادوں پر روشنی ڈالی حضرت باباجی صاحبؒ کے پہلے دورے کا ذکر کیا جو پونچھ شہر سے شروع ہوا تھا۔ صوفی شاعر سائیں قادر بخش کی بات کی جو راقم کے گھر کے قریب رہا کرتے تھے اور دربار عالیہ لار کے عقیدت مندوں میں تھے پھر کچھ علما پیش ہوئے جنھیں آپ نے شریعت پر خطاب کیا اور اُن کی تشفی کی جو دُعا کے لئے حاضر ہوئے انہیں خیرخواہی اور دُعا سے فیضیاب کیا۔ تقریباً تین بجے پونچھ شہر سے پونچھ راولاکوٹ شاہراہ کی طرف قافلہ روانہ ہوا اور چکاں داباغ تیتری نوٹ زیرو پوائنٹ پر پہنچے جہاں L.O.C کے دوسری جانب سے لوگ بڑے اشتیاق کے ساتھ آپ کو دیکھتے رہے پھر پاکستان کی فوج کا ایک سپاہی زیرو پوائینٹ گیٹ کے قریب آیا اور کہا کہ کشمیر کے ولی تک ہمارا اسلام پہنچادیں واپسی میں چکاں داباغ مقام پر ہندوستانی فوج کے کمانڈر نے آپ کو چائے کی دعوت پر مدعو کیا اُس کے بعد آپ ضلع ہسپتال پونچھ میں ڈاکٹر یونس کے گھر چائے پینے تشریف لے گئے جہاں علما کے ایک وفد کے ساتھ آپ نے دین کے مسلوں پر بات کی پھر لسانہ واپس روانہ ہوگئے اور حاجی بدالدین کے گھر سرنکوٹ دعوت تھی۔

۳۱/ اکتوبر کو میاں صاحب سرنکوٹ کے نامور منہاس خاندان کے سرکردہ عبدالعزیز منہاس کے گھر صبح کے ناشتے پر تشریف لائے جہاں منہاس خاندان کے تمام افراد حضرت کی روحانی خوشنودگی حاصل کرنے کے لئے

اکٹھے ہو چکے تھے اس موقع پر آپ نے سردار غلام حسین سموٹیہ کے حضرت باباجی صاحبؒ اور حضرت میاں نظام الدینؒ کے ساتھ گہرے روحانی رشتوں کا ذکر کیا اور سارے منہاس خاندان کو اپنی روحانی نوازش سے سرفراز کر کے رخصت ہوئے۔

وہاں سے میاں صاحب کا قافلہ مینڈھر کی طرف روانہ ہوا۔ گرسائی کے مقام پر سردار رفیق حسین خان، ایم ایل، اے مینڈھر سینکڑوں لوگوں کے ساتھ حضرت کے استقبال کے لئے موجود تھے ان میں چودھری شوکت علی چودھری خالد چھونگاں، سردار عنایت خان، ایڈوکیٹ لیاقت علی اور بابو منیر حسین وغیرہ شامل تھے پھر یہ کاروان مینڈھر کی طرف مڑ گیا جہاں سرپنچ شوکت حسین کی دعوت پر اُن کے گھر قیام کیا وہاں سینکڑوں مرید جمع تھے حضرت موصوف نے اُن کو دین اور سلسلہ کے ساتھ جُڑے رہنے سچ وحق کا ساتھ دینے اور نماز و روزے کا پابند رہنے کا درس دیا۔ اس مجلس میں آپ نے حضرت مولوی حبیب اللہ شاہؒ پھروٹی اور حضرت باباجی صاحب کی کرامتوں کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا۔ چودھری صادق مرحوم کے فرزند چودھری شوکت چھونگاں والے کے گھر دوپہر کی دعوت میں شرکت کی اور نرول چھونگاں کالابن، سلوہ، بھاٹہ دھار وغیرہ سے آئے ہوئے عقیدتمندوں کو دین اور سلسلہ کے حوالے سے خطاب کیا اور پھر وہاں سے روانہ ہوئے اور براستہ بھمبر گلی راجوری کے علاقہ میں داخل ہوئے جہاں شفاعت خان ٹھیکیدار ارادتمندوں کی ایک جمعیت کے ساتھ آپ کے منتظر تھے رات شفاعت خان کے گھر کوٹلی کالابن قیام کیا جہاں علاقہ کوٹلی کالابن و گردونواح کے علاقوں کے بہت سارے لوگوں سے ملاقات ہوئی اور انہیں تصوف پر خطاب سے نوازا۔

۲ر نومبر کی صبح ناشتے کے بعد حضرت کوٹلی کالابن سے راجوری کی طرف روانہ ہوئے اور دوپہر کا کھانا زیارت حضرت سائیں گنجیؒ فتح پور میں سائیں عبدالرشید کے گھر تناول فرمایا اور زیارت سائیں گنجیؒ کے ساتھ وابستہ سینکڑوں لوگوں کو سلسلہ نقشبندیہ کے بارے میں تبلیغ کی اور سائیں گنجی صاحبؒ کی دربار عالیہ لارشریف کے ساتھ وابستگی کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا۔ فتح پور راجوری سے حضرت کا قافلہ درہال کی طرف روانہ ہوا اور رات کو پیر نثار حسین شاہ سوکڑ والے کے گھر میں قیام ہوا۔ جہاں ارادت مندوں کی بھیڑ نے آپ کو رات دیر تک گھیرے رکھا۔ تین نومبر کی صبح کو آپ سوکڑ سے درہال مسجد شریف میں تشریف لائے اور ہزاروں فرزندان توحید کو اسلام

شریعت اور سلسلہ نقشبدیہ کے حوالے سے خطاب کیا درہال میں کچھ افراد کو بیعت بھی کیا دوپہر کی دعوت پرویز ملک کے گھر پر تھی جہاں درہال کے ملک خاندان کے بہت سے افراد بابا صاحب سے دُعا کرانے کے لئے آئے ہوئے تھے حضرت نے درہال کے ملکوں کے ساتھ باباجی صاحبؒ کے وقت کے رشتوں کا ذکر کیا فرقوں میں ہم آہنگی کا تذکرہ کیا اور تعویز دیئے دم کیا جس کے باعث سبھی کو تشفی حاصل ہوئی تین نومبر کی رات آپ نے کھوڑی والی میں ماسٹر جنید حسین کے گھر بسر کی جنید حسین میاں عبداللہ کے پوتے ہیں جو حضرت باباجی صاحبؒ کے خلیفہ تھے۔

۴ر نومبر صبح کا ناشتہ آپ نے درہال میں مرزا عبدالرشید سابق وزیر صحت اور سپیکر اسمبلی کے گھر لیا جہاں مرزا خاندان کے علاوہ بہت سے دیگر لوگ بھی موجود تھے یہاں حضرت نے لوگوں کو صلاح اور دوستی کا پیغام دیا درہال کے لوگوں کے ساتھ اپنے بزرگوں کی وابستگی کا ذکر کیا اور ۱۹۸۳ء کے اُس دور کو یاد کیا جب آپ نے درہال اسمبلی حلقہ سے انتخاب لڑا تھا اور بھاری اکثریت سے درہال کے عوام نے آپ کو کامیاب کیا تھا دوپہر کا کھانا کوٹھرا درہال میں تناول فرمایا جہاں مریدوں کی بڑی تعداد موجود تھی اور رات کو راجوری میں بابو منیر حسین کے گھر قیام کیا پانچ نومبر کی صبح راجوری میں مریدوں اور عقیدت مندوں سے ملنے ملانے اور سلسلہ کی تبلیغ کا کام جاری رہا دوپہر کا کھانا بابو عبداللہ کے گھر تناول فرمایا اور وہاں سے بدھل کی طرف روانہ ہو گئے جہاں لڑکتی میں میاں غلام رسول بجران مرحوم کے مزار پر فاتحہ خوانی کی اور اُن کے بیٹے غلام نبی کے گھر رات کو قیام کیا شام کی مجلس میں مریدوں سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے دین اور اسلام کی تبلیغ اور سلسلہ کے اصولوں کے بارے میں روشناس کرایا اور تمام لوگوں کیلئے دُعا فرمائی چھ نومبر صبح کو ناشتے کے بعد حضرت کا کاروان لڑکتی سے روانہ ہوا اور ترالہ میں پٹواری محمد حسین مرحوم کے لڑکے شبیر وکیل کے گھر دوپہر کا کھانا کھایا اور وہاں موجود سینکڑوں لوگوں کو اپنی مہربانیوں سے نوازا اور وہاں سے جموں کے لئے روانہ ہو گئے۔ میاں بشیر احمد صاحب کے دورہ راجوری پونچھ کو دس مہینے گزر چکے ہیں لیکن آج بھی یہاں کے عوام کے ذہنوں میں آپ کے اقوال زریں کی مہک موجود ہے۔

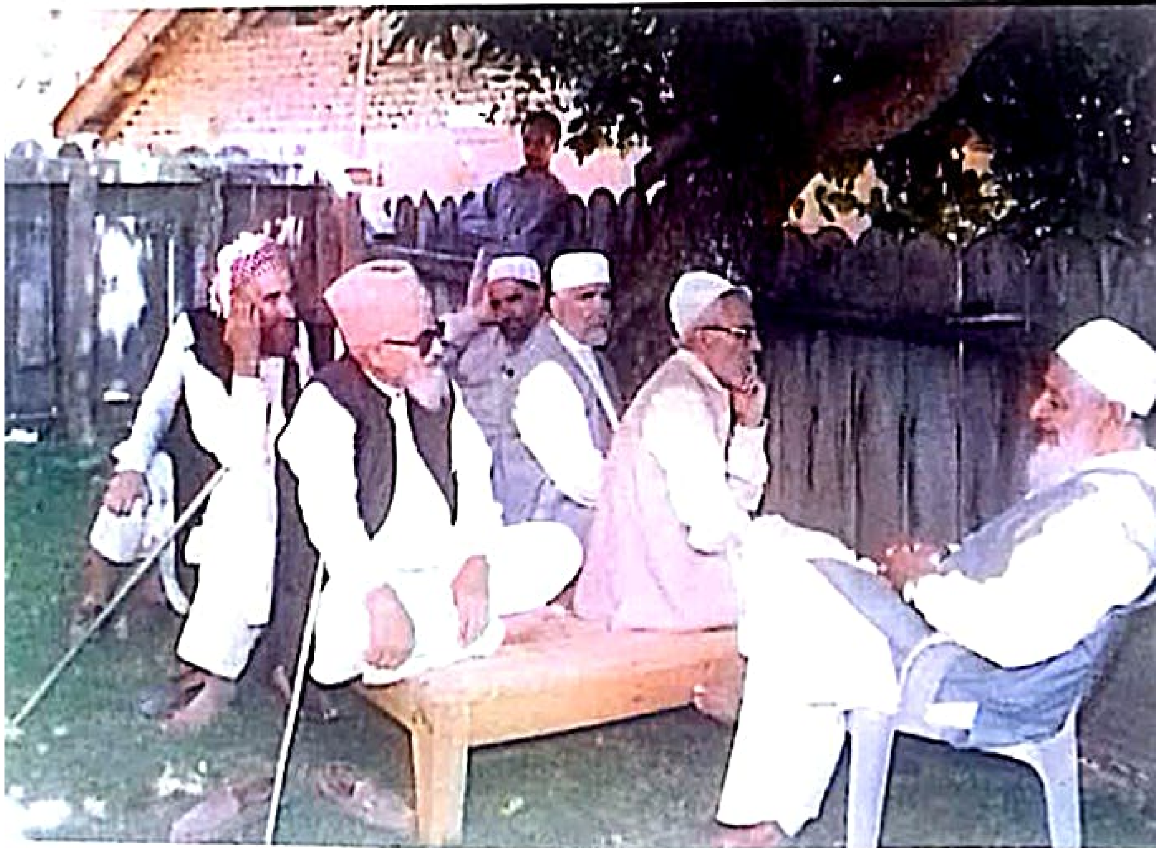
کنگن اسمبلی حلقہ کے عوام کے لئے میاں بشیر احمد کی کاوشیں

حضرت میاں صاحب نے کنگن اسمبلی حلقہ سے تین بار یعنی ۱۹۶۷ء،۱۹۷۲ءاور ۱۹۷۷ء میں چناو لڑا اور ہر بار پہلے سے زیادہ ووٹ حاصل کر کے کامیاب ہوتے رہے جس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے عوام کو مقدم اور محترم سمجھا اور طاقت کا سرچشمہ مانا اپنے حلقہ کے لوگوں کی طرف آپ کا زاویہ اور خلوص اور خدمات آپ کی کامیابی کا سبب بنتی رہیں آپ لوگوں کو سنجیدگی کے ساتھ سنتے اُن کے مسائل کو ہمدردی کے ساتھ حل کراتے اُن کی ترقی اور بہبودی کے لئے ہر ممکن کوششیں کرتے اور اُن کی خوشیوں اور غموں میں شریک ہوتے رہے جو بھی اپنا کام لے کر آپ کے پاس آتا نامراد واپس نہ لوٹتا آپ نے سینکڑوں سکول کھلوائے درجنوں سکولوں کے درجے پرائمری سے بڑھا کر آٹھویں اور آٹھویں سے دسویں جماعت تک کروائے۔ گاؤں میں علاج معالجے کے لئے ڈسپنسری کھلوائیں پانی مہیا کرانے کے لئے نئی نئی سکمیں منظور کرائیں مویشوں کے لئے دور دراز علاقوں اور ڈھوکوں کے قریب وٹرنری سینٹر کھلوائے اور اپنے اسمبلی حلقہ میں ہر طرح کی سہولتیں اور حکومت کی مراعات دلانے کے لئے برسرپیکار رہے آپ کی ساری سیاسی زندگی پاک دامن رہی اور کسی نے بھی آپ پر اُنگلی نہ اُٹھائی۔

آپ نے کنگن اسمبلی حلقہ میں دو پاور اسٹیشن قائم کرا کے عوام کی تقدیر بدلنے کی کوشش کی پہلا اسٹیشن کنگن اور سونمرگ کے درمیان سُمبل بالا کے مقام پر قائم ہوا۔ جس کا افتتاح اُس وقت کے وزیر اعلیٰ سید میر قاسم نے کیا جبکہ ۱۰۵ میگا واٹ کا کنگن ہائیڈل پروجیکٹ آپ کے عہد وزارت میں شروع ہوا اور میاں الطاف احمد کے عہد وزارت میں مکمل ہوا جس پر تقریباً پانچ سو کروڑ روپے خرچ ہوئے اس پروجیکٹ کے افتتاح کے لئے ڈاکٹر فاروق عبداللہ وزیر اعلیٰ آئے تھے اور اُنھوں نے اس کا نام حضرت باباجی صاحبؒ کی یاد میں "جی صاحب" ہائیڈل پروجیکٹ کنگن رکھا۔ یہ پروجیکٹ شروع ہونے سے اس اسمبلی حلقہ کے عوام کو مسلسل بجلی کی فراہمی کا مسئلہ حل ہوا مزید زمینیں قابل آبپاشی ہوسکیں اور سینکڑوں مقامی نوجوانوں کو روزگار حاصل ہوا آپ کی کوششوں سے کنگن حلقہ کے بیشتر حصہ کو R.B.A کے تحت لایا گیا۔ اور رابطے کی سڑکیں، بجلی، پانی اور دوسری کئی سہولیات میسر کروایں۔



ریاستی گجر بکروالوں کے ’’شڈ ولڈ ٹرائب‘‘ مطالبے کو لے کر جلوس کی قیادت کرتے ہوئے
جناب میاں بشیر احمد، جناب مفتی محمد سعید، غلام محمد میر پونچھی اور سابقہ سپیکر ملک محی الدین



میاں بشیر احمد، میاں جنید نظامی، چودھری محمد اسلم، میاں غلام جیلانی، میاں سرفراز احمد
میاں محمد اسرائیل آثر کے ساتھ محو گفتگو

جس کا فائدہ آج بھی لوگوں کو ہو رہا ہے۔ میاں صاحب کے اسمبلی ممبر ہونے اور ریاستی وزیر ہونے کے ناطے جو فائدے اور ترقی اس حلقہ میں ہوئی اُس کے لئے آج بھی لوگ میاں صاحب کو احترام کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔

گجر بکروال طبقوں کو درجہ فہرست ذاتوں کے زمرے میں لانے کے لئے میاں صاحب کی زوردار مہم

شیخ وزارت سے استعفیٰ دینے کے بعد میاں صاحب نے ریاست کے اقتصادی طور سے پچھڑے ہوئے قبائل کے زمرہ میں لانے کے لئے زوردار مہم چلائی آپ نے ریاست کے طول وعرض میں دورے کیے جلسے اور مجالس منعقد کیں عوام کو جدوجہد میں شامل ہونے اور اپنے حق کے لئے لڑنے کی تلقین کرتے رہے اسی سلسلہ کی کڑی کے طور پر حضرت نے اپنی صدارت میں جموں شہر میں ایک بہت بڑی ریلی کا اہتمام کیا جس میں ریاست بھر سے آئے ہوئے ہزاروں مندوبین نے شرکت کی اس جلسے میں گجر طبقے کی زبوں حالی اور اقتصادی پسماندگی کے بارے میں روشنی ڈالی گئی اور ریاستی و مرکزی سرکار سے مانگ کی گئی کہ ان پچھڑے ہوئے طبقوں کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے درجہ فہرست قبائل کے زمرا میں لایا جائے جلسے کے بعد حضرت کی قیادت میں ہزاروں لوگوں کا جلوس نیو سیکریٹریٹ کے مین گیٹ کے قریب پہنچا تو پولیس کے ساتھ تصادم ہوگیا ابھی جھڑپ جاری ہی تھی کہ مقدم غلام نبی بجران نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ گیٹ پر دھاوا بول دیا اور گیٹ کو توڑ دیا بڑی مشکل سے اس جلوس کو روکا گیا۔ اس جلوس میں مفتی سعید صدر پردیش کانگریس کے علاوہ اور بھی رہنماوں نے حصہ لیا تھا۔ ۱۹۸۳ء میں جموں ریلی کی طرز پر بابا صاحب نے سرینگر لال چوک میں ایک بھاری عوامی جلسہ منعقد کیا اور ریاست کے دبے کچلے عوام کے حقوق اور اُنہیں درجہ فہرست قرار دینے کی مانگ کو زوردار طریقے سے پیش کیا جلسے کے بعد حکومت کے خلاف زبردست مظاہرہ کیا گیا۔ اسی دوران پولیس نے مظاہرین کے ساتھ اُلجھنے کی کوشش کی اور تصادم ہوا جس میں بہت سے لوگ زخمی ہو گئے ان میں حضرت بابا صاحب بھی شامل تھے جنھیں گوردوارہ لال چوک کے قریب ایک سردار معالج گوردوارہ میں لے گئے اور بروقت فسٹ ایڈ مہیا کی اس کے علاوہ آپ نے

پمفلٹ بانٹ کر بیانات جاری کر کے اور میموریڈم عرضداشتوں کے ذریعے بار بار ریاستی و مرکزی سرکار کے ساتھ یہ مسئلہ اُٹھاتے رہے۔ میاں بشیر احمد صاحب ایک عرصے تک گجر بکروال طبقے کے اس جائز مطالبے کے لیے جد وجہد کرتے رہے اور اس تحریک کو آگے بڑھانے میں معاون ثابت ہوئے جو آگے چل کر کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور گجر بکروال طبقے درجہ فہرست قبائل قرار دیئے گئے۔

میاں بشیر احمد ایک روحانی شخصیت

آج کے دور میں حضرت میاں بشیر احمد ریاست جموں وکشمیر کے ایسے ولی اللہ ہیں جو فرقوں کی حدوں اور مذہبوں کی سرحدوں سے بالاتر ہو کر اپنے روحانی فیض سے بنی نوع انسان کو ذہنی سکون اور تسکین قلب مہیا کر رہے ہیں۔ آج کے اولیائے اکرام میں آپ کا بلند مقام ہے جو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے سالار اور شریعت کے پاس دار ہیں اور روحانیت کے اُس مقام پر ہیں جہاں سے ذات الٰہی کی طرف راہیں روشن ہو جاتی ہیں۔ حضرت زندگی بھر عوام کی دینی اصلاح اور دنیاوی فروغ کے لئے برسرِ پیکار رہے ہیں۔ آپ کا جسمانی قد اگر چہ درمیانہ ہے لیکن روحانیت کی نسبت سے آپ ملک اور ریاست جموں وکشمیر کی سب سے قد آور شخصیت ہیں آپ کا روحانی قد کشمیر کے پہاڑوں سے بھی اُونچا ہے اور برِ صغیر کے جس بھی حصّے سے کشمیر کی طرف نظر دوڑائیں یہ قد آور شخصیت ہر کسی کو نظر آجاتی ہے، کوئی بھی آپ کی روحانی قدر و منزلت کی برابری نہیں کر سکتا آپ کے چہرے پر جچی ہوئی ستواں ناک اپنے لوگوں اور قبائل کی ناک مانی جاتی ہے کھلے ماتھے تلے گول گول عقابی آنکھیں روحانی کشش کے باعث اپنے بیگانے سب کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہیں چہرے پر سجی ہوئی سفید ریش سُنت رسول اللہ ﷺ آپ کی بزرگی اور بڑے پن کی علامت کے طور پر دیکھی جاتی ہے۔ ہونٹوں پر ہمہ وقت پھیلی ہوئی مسکراہٹ انجانی خوشی اور روحانی تقدس کا عندیہ دیتی ہے۔ فراخ ماتھے والے حضرت موصوف جب فراخ دِلی کے ساتھ مریدوں اور عقیدت مندوں سے مخاطب ہوتے ہیں۔ تو اُن کے سارے غم دُکھ اور مسائل خود سمٹ جاتے ہیں اور سب کی جھولیوں میں خوشیوں محبتوں اور اُمیدوں بھری سوغات ڈال دیتے ہیں جو اُن کی زندگی کو آسان اور آسودہ کر دیتی ہے مریدوں اور عام لوگوں کے ساتھ بات کرنے کا ڈھنگ ایسا ہے جیسے بچوں کو زندگی کے آداب سکھا رہے ہوں آپ کا مہر و محبت بھرا برتاؤ شفقت میں ڈھلی

ہوئی باتیں سوال جواب میں پختگی اور برجستگی خلوص سے مہکے ہوئے الفاظ کا انتخاب اور تصوف سے لبریز صوفیانہ انداز گفتار لوگوں کے دلوں سے کینہ اور بغض کی کدورت کو نچوڑ کر اُسے دُھلے ہوئے کپڑے کی طرح صاف کر دیتا ہے۔ جب آپ مریدوں کے درمیان ہوتے ہیں تو آپ پر اکثر روحانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور چہرے پر روحانی چاند چمکنے لگتا ہے پھر اس چاند کی ٹھنڈی مرطوب دُھلی دُھلی چاندنی مریدوں کے دلوں میں پھیلتی چلی جاتی ہے۔ اور تاریکیوں کو مٹا کر اُن کو اندر سے نور نور کر دیتی ہے آپ کے پاس حالات کے مارے ہوئے ایسے لوگ بھی روحانی علاج کے لئے آتے ہیں جن کی روح اُجاڑ اور ویران ہو چکی ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے آپ آخری سہارا ثابت ہوتے ہیں۔ حضرت موصوف اپنی روحانی قوت، محبت اور مہربانی کے ساتھ اُن کی ویران روح کو آباد کرتے ہیں۔ اور اُجڑے ہوئے نفس کو نفسانی طریقے کے ساتھ باغ باغ کر کے انھیں نئی زندگی عطا کرتے ہیں۔ عصا کا سہارا نہیں لیتے۔ جو زندگی بھر دوسروں کو سہارا دیتا رہا ہو۔ اُسے اپنے لئے سہارے ڈھونڈھنے کی عادت ہی نہیں۔ آج بھی آپ نے اپنے آپ کو پوری طرح مریدوں اور عقیدت مندوں کے لئے وقف کیا ہوا ہے۔ ہر روز صبح عبادت و ریاضت سے فارغ ہونے اور ناشتے کے بعد آپ بلا ناغہ مریدوں سے ملنے کے لئے پھیرن پہنے سفید گرم ٹوپی سر پر رکھے۔ چہرے پر خوشی اور اطمینان سجائے ہوئے بڑے باوقار انداز میں دھیرے دھیرے اپنے کمرے سے باہر آتے ہیں۔ اور غلام گردش سے ہوتے ہوئے بنگلے کے سبزہ زار کی طرف بڑھتے ہیں۔ جو خوبصورت پھولوں اور قدرتی بیلوں کے درمیان ایسی جگہ ہے جہاں الڈور کی برفانی چوٹی اور شاڑی کی ڈھوک کا منظر دربار عالیہ کے روحانی ماحول میں فطرت کی حسن کاریاں بھی گھول دیتا ہے۔ جب وہ سبز زار کی طرف بڑھ رہے ہوتے ہیں۔ تو یوں لگتا ہے جیسے گھنے چھتنار والا کوئی دیودار لوگوں کو زندگی کی کڑی دھوپ میں گھنی چھاؤں دینے کے لئے آگے بڑھ رہا ہو جوں ہی آپ سبزہ زار میں پہنچتے ہیں عقیدت مندوں کے چہروں پر رونق عُود کر آتی ہے۔ اور مرد عورتیں بوڑھے بچے بیمار توانا، جوان اور عمر رسیدہ لوگ ٹولیوں کی صورت میں آپ کو گھیر لیتے ہیں۔ یہ لوگ پونچھ راجوری جموں، ڈوڈا، وادی کشمیر کے ہر حصے سے آئے ہوئے ہوتے ہیں۔ جو دربار عالیہ پر حاضری دینے کے بعد میاں بشیر احمد صاحب کے دیدار کے مشتاق ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کی اکثریت غریب بے سہارا اور ایسے حاجت مندوں کی ہوتی ہے جنھیں روحانی غذا اور دل کی دُعا چاہیے۔

میاں صاحب بڑے تحمل بڑی محبت اور خلوص کے ساتھ ہر ایک کی طرف دیکھتے ہیں۔ پھر ایک ایک کر کے ہر افراد کے ساتھ بات کرتے ہیں چھوٹے سے چھوٹے آدمی کے ساتھ بڑی سے بڑی مروت اور زیادہ سے زیادہ خلوص کے ساتھ ملتے ہیں اور اُن سے گھل مل جاتے ہیں۔ آپ انھیں اپنے قریب بٹھاتے ہیں اُن کی چھوٹی چھوٹی باتوں اور مسئلوں کو سُنتے ہیں۔ پھر اُن کے قبیلوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ خاندانوں کے بارے میں پوچھتے ہیں اُن کی فصلوں اور مویشیوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں اُن کے خانگی مسئلوں اور جھگڑوں کے بارے میں رائے دیتے ہیں۔ کبھی کبھی فیصلے کرتے ہیں اُس وقت آپ کے لہجے میں اتنی محبت شفقت اور اپنایت ہوتی ہے کہ مرید ہمیشہ کے لئے دربار عالیہ کے ساتھ جُڑ جاتے ہیں۔ اُس کے بعد آپ مریدوں کے ساتھ دین کی بات چھیڑتے ہیں سلسلہ اور طریقت کی بات ہوتی ہے سچ اور حق پر رہنے کے لیے کہتے ہیں صوم وصلواۃ کی ہدایت کرتے ہیں۔ نشے سے دُور رہنے پر زور دیتے ہیں اور پھر اُن کے لئے اللہ سے دُعا مانگتے ہیں مریدوں میں اعتقاد ہے کہ آپ کی طرف سے مانگی دُعا رد نہیں ہوتی پھر نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا مرد عورتیں بوڑھے بچے اپنا دُکھ بیان کرتے ہیں تو موصوف رَبی کلام پڑھ کر دم کرتے ہیں تعویز دیتے ہیں اس طرح نوے فی صدی سے زیادہ مختلف بیماریوں میں مبتلا لوگ آپ کی روحانی برکتوں اور نوازشوں سے روبصحت ہو کر واپس جاتے ہیں۔

اپنے لوگوں کے ساتھ اُن کی زبان میں مخاطب ہوتے ہیں تو آپ کے اندر سے روحانی جذبے اس طرح پھوٹ پڑتے ہیں جیسے سنگلاخ چٹانوں سے ٹھنڈے پانی کے سوتے پھوٹتے ہیں اُس وقت آپ شریعت اسلامی کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے انسانیت کے اعلیٰ اصولوں کی بات کرتے ہیں۔ تو کشمیر کے اُن صوفی بزرگوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جنھوں نے فرقوں میں محبت برداشت اور احترام کو تقویت دی تھی اور صدیوں تک انسان کو انسان کے ساتھ جوڑ کے رکھا تھا۔

آپ کا صوفیانہ انداز بیان عام بات بھی تبلیغ کی حدوں کو چھو جاتی ہے آپ کا پیغام پڑھے لکھے اور ناخواندہ دونوں کے سینوں میں اُتر جاتا ہے تصوف کے رنگوں میں رنگا ہوا آپ کا تبلیغی انداز اور دلائل زندگی کے اِتنا قریب ہوتا ہے کہ سُننے والے کو قبول کرنے میں کوئی مسئلہ پیش نہیں آتا وہ بات کو زندگی کے کسی خاص پہلو سے شروع کرتے ہیں پھر اُس میں روحانیت تصوف اسلامی تاریخ شریعت اور سنت اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے رہنما

اصولوں کے رنگ گھولتے ہیں اسلام کے کسی خاص واقع کو روزمرہ کی زندگی کے ساتھ ملا کر بات اس طرح آگے بڑھاتے ہیں جیسے اُس واقعہ کے چشم دید گواہ ہوں انداز اتنا سادہ عام فہم اور زندگی کے قریب ہوتا ہے کہ سننے والا مستفید بھی ہوتا ہے جہاں آپ کی باتوں میں تبلیغ کی شیرینی گھلی ہوتی ہے وہیں کشمیر کے صوفی بزرگوں کا ادارک فہم وفراست فرقوں میں احترام اور دوسرے مذاہب کے لئے عزت کے جذبے بھی کارفرما ہوتے ہیں آپ دوسروں کے خیالات کو رد کرنے کے بجائے اُنھیں مذہب کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھتے ہیں جس کے باعث اختلاف رکھنے والے بھی محسوس کرتے ہیں کہ وہ ایک ایسی روحانی شخصیت کے روبرو ہیں جو معاشرے سے بُرائی کو نچوڑ کر عوام کی سوچوں کو پاک صاف کر دیتی ہے۔

اکثر اسلام، دین، سلسلہ، شریعت اور سنت کے بارے میں روشنی ڈالنے کے بعد روحانی جذبوں سے شرابور حضرت باباصاحب وحدت، اخوت مساوات اور توحید کے دائرے سے ہوتے ہوئے انسانی قدروں پر آجاتے ہیں اور انسانیت کے وسیع تناظر میں آپ کا پیغام مختلف فرقوں میں دوستی اور مفاہمت میں بدل جاتا ہے اُس وقت آپ فقط انسانی ذات اور ذات پاک کے درمیان رشتوں کی بات کرتے ہیں جو سب کے لئے ہوتی ہے ایسی بات کامل ولی کرسکتا ہے یہ وہ مقام ہوتا ہے جب آپ کا پیغام کسی خاص فرقے مذہب یا مسلک کے بجائے بنی نوانسان کے وسیع تر تناظر پر پھیل جاتا ہے۔

حضرت نے زندگی کے ایک حصے میں اپنے عوام کی زندگی کو خوشحال بنانے کے لئے سیاست کا سہارا لیا لیکن پیری مریدی اور دین وسلسلہ کی تبلیغ پر دنیاوی مسئلوں اور سیاست کو کبھی حاوی نہ ہونے دیا اب حضرت باباصاحب کو سیاست سے کنارہ کش ہوئے مدتیں ہو چکی ہیں۔ لیکن آج بھی آپ کی صاف شفاف سیاست کی خوشبو عوام کے ذہنوں میں رچی بسی ہے۔ اگرچہ سیاست کبھی خوبصورت نہیں رہی لیکن بے سہاروں کو سہارا دینے غریب کو اُن کا حق دلوانے اور اقتصادی طور سے پسماندہ اور پچھڑے ہوئے لوگوں کے وقار کو بلند کرنے کے لئے آپ نے سیاست کی بلندیوں کو چھوا لیکن سیاست میں آپ اس طرح رہے جیسے کیچڑ میں کنول کا پھول ہوتا ہے۔

آپ کی سیاست کسی عہدے یا رُتبے کے گرد نہیں بلکہ لوگوں کے مسائل کے گرد گھومتی رہی اپنی فہم وفراست سے عوام کے مسئلے ایوانوں میں اُٹھاتے اور منواتے رہے سیاست آپ کے لئے کوئی مقصد نہ تھی۔ بلکہ ثانوی حیثیت

رکھتی تھی آپ نے اسے مذہبی اور روحانی اقتدار کے تابع رکھا دراصل آپ کی سیاست مذہبی روایات صوفیانہ اثیار اور روحانی جذبوں کے امتزاج کی صورت میں سامنے آتی ہے جو بلا امتیاز بھلائی فلاح و بہبود اور مالی و ذہنی نشونما کا ذریعہ رہی ہے اور اس سیاست کے چشمے سے غریب بے بس اور بے کس لوگ پیاس بجھاتے رہے ہیں۔

سیاست میں میاں صاحب کسی سے متاثر نہ رہے نہ کسی کی غیر واجب بات کو قبول کیا بلکہ اپنی پاک صاف اور شفاف سیاست سے عوام کو متاثر کیا۔ دربار عالیہ لار کی گدی پر بیٹھ کر آپ نے جو بھی سیاسی فیصلے کیے وہ سب الہامی اشاروں اور روحانی کشف کا نتیجہ تھے آپ جب تک سیاست میں رہے محکوم اور مظلوم عوام کا مسیحا بن کر رہے۔ جو بے سہارا تھے۔ بے زبان تھے۔ بے وسیلہ تھے۔ آپ اُن کے حقوق کے لئے سیاسی جہاد کرتے رہے۔ یہ جہاد کسی خاص فرقہ یا مسلک کے لوگوں کے لئے نہ تھا بلکہ سب کے لئے تھا آپ اکثر ارشاد فرماتے ہیں کہ لڑائی فرقوں اور قبیلوں کی بنا پر نہیں بلکہ اصولوں کی بنا پر لڑی جانی چاہیے تاکہ غریب اور مستحق جس بھی مذہب یا مسلک کا ہو اُسے انصاف دلایا جا سکے۔ چونکہ بنیادی طور پر آپ ایک روحانی شخصیت ہیں اس لئے آپ نے سیاست کو کبھی بھی اوڑھنا نہیں بنایا بلکہ سیاست کو بچھونے کے طور پر استعمال کیا اور جب بھی محسوس کیا کہ سیاست کا یہ بچھونا میلا یا گندہ ہونے لگا ہے۔ تو آپ نے میلے کپڑوں کی طرح اس بچھونے کو اُٹھا کر پھینک دیا اور پھر مڑ کر پیچھے نہیں دیکھا۔ جہاں آپ کی سیاست عوام کی فلاح و بہبود کے لئے بار آور رہی وہیں مختلف طبقہ خیال کے رہنماؤں میں دوستی اور ملکوں میں مفاہمت کا ذریعہ بھی بنی ایک طرف ریاست کے دبے کچلے عوام اور پسماندہ پچھڑے طبقوں کے قبائل آپ کو اپنا مسیحا مانتے ہیں۔ تو دوسری طرف آپ کی حق گوئی اور بیباکی سے حکمران لوگ مرغوب رہے۔

آئیں جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ملکی سطح پر ہندوستان کے رہنما چاہے وہ، محترمہ اندرا گاندھی ہو، راجیو گاندھی ہو، نرسیمارا ؤ ہو کشمیر کے تناظر میں آپ کے مشوروں اور سوچ کی بڑی قدر کرتے تھے۔ یہ آپ کی سیاسی بصیرت ہی تھی کہ ۷۵-۱۹۷۴ء میں آپ نے محترمہ اندرا گاندھی اور شیخ محمد عبداللہ کے درمیان اختلاف اور تضاد کو دور کر کے شیخ صاحب کو دوبارہ اقتدار میں لانے میں معاون ثابت ہوئے تاکہ کشمیر کے اندرونی مسائل کا حل اور عوام کی اُمنگ کا احترام ہو سکے جہاں تک

مسئلہ کشمیر کے بیرونی پہلو کا تعلق ہے آپ نے ہمیشہ میانہ روی اور مفاہمت کی راہ اختیار کی اور اس مسئلے کے پُر امن حل کے لئے برملا بھی اور خفیہ طور بھی کوششیں جاری رکھیں تا کہ کشمیر کے دونوں حصوں کے عوام امن وسکون کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں یہی وجہ تھی کہ آپ کشمیر کے پہلے سیاسی اور دینی رہنما اور ریاست جموں وکشمیر کے وزیر تھے جنھیں ۱۹۷۹ء میں پاکستان اور پاکستان زیر انتظام کشمیر کا دورہ کرنے کی نہ صرف اجازت ملی بلکہ کشمیر کے اُس طرف بھی جگہ جگہ آپ کا سرکاری اور عوامی سطح پر استقبال ہوا آپ اپنے "آزاد کشمیر" کے دورے کے دوران مریدوں سے ملنے دین اور سلسلہ کی بات کرنے کے علاوہ دونوں ملکوں کے درمیان خلوص اور خیر سگالی کے فروغ کی بات بھی کھل کر کرتے رہے۔ ۲۰۰۴ء میں میاں بشیر احمد صاحب "آزاد کشمیر" کے عقیدت مندوں کے زوردار اصرار پر دوبارہ اُس حصے کے دورے پر گئے۔ کیونکہ اس حصے میں تقریباً ہر گھر میں دربار عالیہ لار کے عقیدت مند موجود ہیں اور حضرت کے پیر خانہ دربار کنیاں شریف کے باعث اُس علاقے سے خاص تعلق رہا ہے۔ زندگی کے اس دور میں بھی میاں صاحب گھوڑ سواری کے شوقین ہیں اور گھوڑے کو اپنے تمدن کی علامت کے طور پر دیکھتے ہیں آپ کے اصطبل میں بڑے خوبصورت گھوڑے موجود ہیں۔

جب موسم سرما میں آپ جموں تشریف لے جاتے ہیں تو گھوڑے بھی ساتھ ہوتے ہیں۔ گھوڑوں سے رغبت کی ایک وجہ شاید یہ بھی ہے کہ آپ کی زندگی سرکش گھوڑے کی طرح رہی جو نہ تو کسی سے تھمی اور نہ رُکی۔ آپ نے آج بھی خاص روایتی زندگی کو اپنایا ہوا ہے اور اس زندگی پر فخر کرتے ہیں آپ نے اپنی طرز زندگی میں ذرا بھی ردوبدل نہیں کیا اور اپنی اقدار پر ہمیشہ ناز کیا اور آزادانہ زندگی جینے کی سوچ کو اپناتے ہوئے اپنے آپ کو اِس میں ڈھال کر رکھا ہوا ہے۔ زندگی کے اس دور میں جب آپ نے عبادت وریاضت اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی تبلیغ کو اپنا چلن بنایا ہے آپ کی برکتوں کے باعث کشمیر کے دونوں حصّوں کے عوام روحانی فیض حاصل کر رہے ہیں۔ آپ کی ہمیشہ خواہش رہتی ہے کہ دین دار لوگوں سے ملیں علما اور اکابرین کے درمیان رہیں اور دانشور حضرات کے ساتھ تاریخ اسلام شریعت اور سُنت کے بارے میں گفتگو کریں۔

میاں بشیر احمد صاحب نے اپنے لوگوں کی اقتصادی پسماندگی اور پچھڑے پن کو بڑے قریب سے دیکھا ہے۔ اب جبکہ حالات موافق ہو چلے ہیں آپ چاہتے ہیں کہ یہ لوگ بھی پھولیں پھلیں ترقی کریں اور زندگی کی دوڑ

میں آگے بڑھیں۔آپ کی روزمرہ زندگی مذہب کے اصولوں کے تابع اور سلیقہ مندی کی روشن مثال ہے صاف ستھری غذا لیتے ہیں۔صاف ستھرے کپڑے زیب تن کرتے ہیں اچھی گاڑی کا شوق رکھتے ہیں۔

۸۸-سال کی عمر میں بھی حضرت قبلہ بابا صاحب دربار عالیہ کے تمام کاموں کی دیکھ ریکھ اور نگرانی خود کرتے ہیں۔لنگر کا انتظام کیسے کرنا ہے راشن کہاں سے آئے گا۔خرچے کا انتظام کس طرح ہوگا کون سی عمارت میں بہتری لانی ہے اس کا پورا نقشہ آپ کے ذہن میں ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر روز سینکڑوں مرید اور مہمان لنگر سے کھانا کھاتے ہیں لیکن کسی کو کوئی شکایت کا موقع نہیں ملتا آپ کی کوشش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ لنگر سے کھانا حاصل کریں جس دن لنگر میں کم لوگ کھانا کھاتے ہیں آپ کو مایوسی ہوتی ہے حالانکہ لنگر چلانے اور مہمان داری کے لیے بہت سے خادم موجود ہیں اس کے باوجود چاہتے ہیں کہ گھر کے لوگ لنگر پر نظر رکھیں اور لنگر میں پکے کھانوں کے ذائقوں تک کا خیال رکھتے ہیں۔اکثر شام کے وقت صاحبزدگان سے کہتے ہیں کہ لنگر کا کھانا چکھ کر دیکھیں کئی کوئی کمی تو نہیں لنگر میں دال، چاول، سبزی، گوشت سب پکایا جاتا ہے لیکن لنگر کی مکی کی روٹی اور لسی بڑی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ مکی کی روٹی اور لسی سے ہی لنگر کی شروعات ہوئی تھی۔

اگرچہ آپ کی نظر میں سب برابر ہیں اور ہر وہ آدمی جو آپ کے قریب آتا ہے اُسے اپنی برکتوں اور نوازشوں سے مالا مال کر دیتے ہیں لیکن محبت اور خلوص کا یہ رشتہ پہلے اپنے قبیلے سے شروع کرتے ہیں۔خاندان اور قبیلے کے ہر فرد کو بزرگانہ پیار محبت سے نوازتے ہیں اُن کی ضرورتوں اور خواہشوں کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہیں اور جہاں ضروری ہوتا ہے مالی معاونت کرتے ہیں لیکن اس کا دکھاوا کبھی نہیں کرتے جس کا نتیجہ یہ ہے قبیلے کا ہر فرد اپنے آپ کو حضرت بابا صاحب کے قریب محسوس کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ آپ کی محبت اور شفقت صرف اُس کے لئے ہے اس لئے وہ ہر فرد آپ کے لئے جان تک نثار کرنے کو تیار ہے۔ اس طرح محبت خلوص اور روحانیت کی سوغات بانٹنے کا کام آپ نے اپنے قبیلے سے شروع کیا پھر اسے اپنے لوگوں اور اپنے معاشرے تک پھیلایا پھر اُسے برصغیر کے دونوں حصوں کے عقیدت مندوں اور مریدوں تک لے گئے یہی وجہ ہے لوگ آپ کو اُس بڑے چنار سے تشبیح دیتے ہیں جو کڑی دھوپ خود برداشت کرتا ہے لیکن دوسروں کو گھنی چھاؤں دیتا ہے۔

دھوپ میں کھڑے رہنا......چھاؤں بانٹتے رہنا



میاں بشیر احمد صاحب اور اُن کی شریک حیات بی بی غلام مریم

خیال اپنا

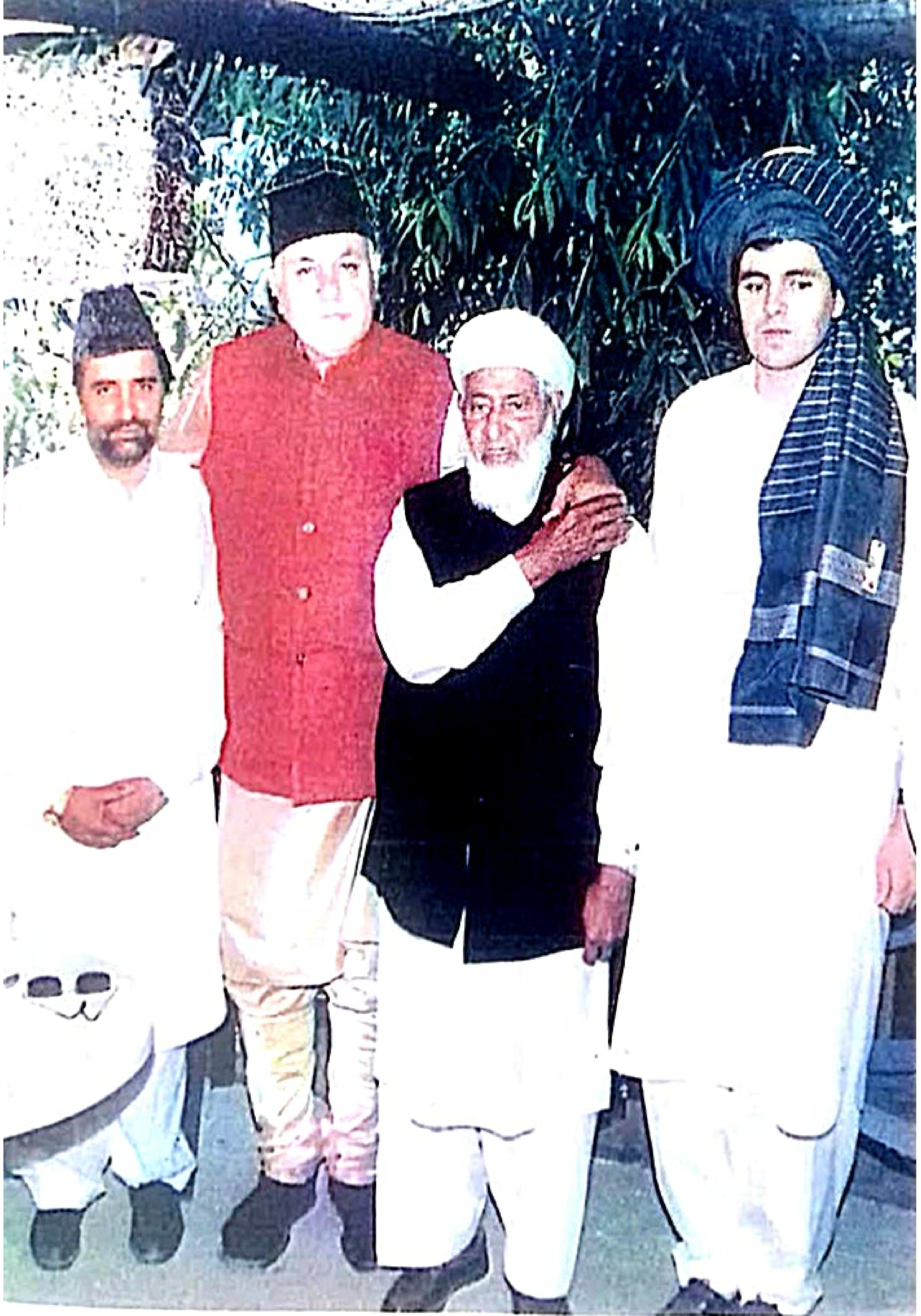
دربار عالیہ اور میاں بشیر احمد صاحب کے بارے میں تاثرات

مولوی دل محمد راجوروی - مولوی دل محمد دربار عالیہ لار اور سلسلہ نقشبندیہ سے وابستہ ہیں آپ باباجی صاحبؒ کے خلیفہ اوّل حضرت نوران شاہؒ کے ہاتھ پر بیعت ہیں اور میاں بشیر احمد سے زبردست عقیدت رکھتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ " دربار عالیہ لار سے آپ کی وابستگی دنیاوی مفاد کی وجہ سے نہیں بلکہ دین اور سلسلہ کے حوالے سے ہے ہماری خوش نصیبی تھی کہ ہمارے دین کو پختہ کرنے کے لئے حضرت باباجی صاحبؒ بالاکوٹ ہزارہ سے کشمیر کے پہاڑوں میں وانگت آئے اللہ کا ذکر کیا تو جنگل میں منگل ہوگیا۔ اُنھوں نے اللہ کو اکیلے یاد کیا تو اللہ نے مجمے میں بیٹھادیا اُنھوں نے بھوکے پیٹ یاد کیا تو اللہ نے لنگر جاری کر دیا۔ اُنھوں نے اندھیرے میں یاد کیا تو اللہ نے سارے وانگت کو بجلی کے قمقموں سے نُور نُور کر دیا حضرت باباجی صاحب"" اور اُن کے فرزندار جمند میاں نظام الدینؒ نے ہماری دنیاوی رہبری کی اور دینی تربیت کی اور اُن راستوں پر ڈال دیا جو حق اور اللہ کی طرف جاتے ہیں۔ اُن کے بعد سجادہ نشین میاں بشیر احمد صاحب نے ہماری دین کے حوالے سے روحانی طور پر اور سیاسی معاملوں میں جو پیشوائی اور پذیرائی کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔"

بزرگوں نے لکھا ہے کہ جس کو دیکھ کر خدا یاد آجائے اُس میں کچھ ہے میاں صاحب کی شکل وصورت دیکھ کر لگتا ہے کہ وہ اللہ والے ہیں اُن کا سُلجھا ہوا مزاج اُن کی بیبا کی زبان کی نرمی گفتار کا صوفیانہ انداز، اُن کا سلیقہ اُن کا طریقہ جو بھی ہے اللہ اور اُس کے رسول کے بنائے ہوئے اصولوں اور ضابطوں کے مطابق ہے سُنت اور شریعت کے تابع ہے اور آپ کے اندر وہ کرشمہ موجود ہے جو انسان کو ولی کا رتبہ عطا کرتا ہے۔ حضرت قبلہ بابا صاحب لوگوں

کی دینی اور دنیاوی زندگی میں انقلاب برپا کرنے والی شخصیت رہے ہیں آپ کی روحانی عظمت اور رسائی کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ میرے خانگی حالات بہتر نہ تھے اور میرے بیٹے کو کینسر جیسی موزی بیماری نے آدبوچا تھا سارا خاندان پریشان تھا کہ اب کیا ہوگا اُس وقت میاں صاحب نے اپنا دست شفقت ہماری طرف بڑھایا دُعا بھی کی اور دوا کا اہتمام بھی کیا ہمیں علاج کرانے کے لئے بمبئی بھیجا وہاں آکر ہماری خبر بھی لی اور لوگوں کو بھی عیادت کے لئے بھیجتے رہے اسی دوران ڈاکٹروں نے مجھے بھی کینسر کا مریض قرار دیا۔ حضرت میاں صاحب نہایت پریشان ہوگئے اور مجھے کہا کہ بمبئی چلو وہاں علاج کراتے ہیں میں نے انکار کیا تو مجھے صورہ ہسپتال سرینگر میں داخل کرایا اور میری دیکھ ریکھ کا انتظام کیا کچھ دِنوں بعد مجھے خواب میں بزرگوں نے کہا کہ "آپ ہسپتال چھوڑ کر وانگت چلے جاو اور حضرت باباصاحب سے روحانی علاج کراو" دوسرے دن میں وانگت شریف آگیا اور حضرت سے مِلا، دُعا کرائی، لنگر کی روٹی کھائی اور مجھے افاقہ ہونے لگا پھر کچھ دنوں کی دُعاوں موصوف کے روحانیت اور وانگت کی خاک کی تاثیر اور لنگر کی روٹی سے میں پوری طرح روبا صحت ہوگیا اور کینسر جیسی موزی بیماری سے نجات حاصل کی۔ دربار عالیہ اور میاں بشیر احمد صاحب کی یہ نوازش سب کے لئے ہے یہاں سید بھی آتے ہیں پٹھان بھی گجر بھی پہاڑی بھی کشمیری بھی ڈوگرے بھی ہندو بھی سکھ بھی آتے ہیں آپ سے ملتے ہیں اُن کے حق میں دُعا کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ "اگر مسلمان ہو تو تمام مسلمان بھائی ہیں اگر غیر مُسلم ہیں تو تمام ہمارے ہم وطن بھائی ہیں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔"

ہم اپنے پیر خانہ کا احترام دِل سے کرتے ہیں یہاں ہر روز سینکڑوں لوگ آتے ہیں۔ آنے والا کسی وجہ سے آتا ہے لوگ پیدل آتے ہیں بھوکے آتے ہیں کیونکہ یہاں روحانی خوراک بٹتی ہے ایمان تازہ ہوتا ہے۔ حضرت باباصاحب کی شفقت اور باباجی صاحب کی روحانی نوازشوں کے صدقے راجوری اور پونچھ کے ہر گاوں میں دربار عالیہ لار کا احترام اور تقدس ہے اور ہر گھر میں دربار کے خادم موجود ہیں اس وقت بھی میاں صاحب دینی دنیاوی سیاسی اقتصادی، سماجی ظاہری اور باطنی طور پر ہمارے پیر اور پیشوا ہیں۔ اور اولیائی کی معراج پر ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ لار شریف والے ہمارے گھروں میں بستے ہیں اور ہمارے گھر اُن کی آمد کے منتظر رہتے ہیں۔



میاں بشیر احمد، ڈاکٹر فاروق عبداللہ، عمر عبداللہ اور میاں الطاف احمد



میاں بشیر احمد، مرزا عبدالرشید اور چودھری رحم علی

میاں الطاف احمد

وادی کشمیر اور صوبہ جموں میں غیر کشمیری لوگوں کی اکثریت دربار عالیہ لار سے وابستہ ہے جو اس درگاہ کو اپنا روحانی مرکز اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا قلعہ تصور کرتے اور مذہبی وسیاسی شناخت کی علامت مانتے ہیں وادی کشمیر کے ہزاروں کشمیری خاندان بھی درگاہ عالیہ سے وابستہ ہیں اور میاں صاحب کے مریدوں میں شامل ہیں ریاست کے بہت سے ہندو اور سکھ خاندان بھی بابا صاحب کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں اور آپ کی روحانی نوازشوں سے فیضیاب ہونے کے لئے آپ کے پاس آتے ہیں پہاڑوں میں آباد لوگ چاہے جس ذات وفرقہ سے تعلق رکھتے ہوں اُن کی اکثریت میاں صاحب کو اپنا پیرو مرشد اور دربار عالیہ کو اپنا پیر خانہ مانتے ہیں۔

میاں بشیر احمد صاحب اسلامی دائیروں کے اندر رہتے ہوئے پیری مریدی کی بات کرتے ہیں اُس سے باہر نہیں جاتے آپ اس قسم کے پیر نہیں کہ کہیں یہ کردوں گا یا وہ کردوں گا۔ آپ صرف وہی بات کہتے ہیں جو شریعت کہتی ہے آپ معاشرے میں اعلیٰ ترین اور نفیس ترین، با اصول اور با ایمان انسان کا درجہ رکھتے ہیں اور یہ درجہ آپ کو ایک کامل ولی کی بلندیوں تک لے جاتا ہے آپ کے ہاں لوگوں کو اصلاح ملتی ہے بہتری ملتی ہے دینی تربیت ملتی ہے عبادت وریاضت کی ہدائت ملتی ہے کرامت ملتی ہے روحانیت ملتی ہے۔ آپ نے عوام میں اسلام کی حقیقی معنوں میں تشریح کی ہے شریعت کے اندر رہنے کی تلقین کی ہے۔ مذہب کے بارے میں میاں صاحب کا مطالعہ اور علمیت بہت وسیع ہے۔ آپ نے ذاتی طور پر ایک لائبریری رکھی ہوئی ہے جس میں خاص طور سے اسلامیات پر ہزاروں کتابیں موجود ہیں۔ آپ ان کتابوں کا مطالعہ بڑے غور کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور جب بھی وقت ملتا ہے پڑھتے رہتے ہیں۔ مذہب کے بارے میں اُن معلومات کو وہ زبانی یاد رکھتے ہیں جو زندگی کے قریب ہوتی ہیں۔ اور پھر تبلیغ کے دوران عقیدتمندوں تک پہنچاتے ہیں وہ جہاں اپنے مذہب کے بارے میں جانتے ہیں وہیں دوسروں کے مذہب کی معلومات بھی رکھتے ہیں اور بابا نانک جی کی بانی سے حوالے بھی دیتے ہیں۔

پہاڑی علاقوں میں آباد برادریوں اور فرقوں میں آپ یکساں طور سے ہردلعزیز اور قابل احترام شخصیت

کا درجہ رکھتے ہیں۔ سرنکوٹ کے منہاس خاندان کو پشت بہ پشت مریدی کا دعویٰ ہے وہ حضرت کے ساتھ دلی عقیدت رکھتے ہیں۔ مینڈھر میں سردار رفیق حسین خان اور سردار نثار حسین خان آپ کے عقیدت مندوں میں سے ہیں راجوری میں مرزا عبدالرشید، درہال کی ملک برادری اور سوکڑ کے سید نثار حسین شاہ آپ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ۱۹۸۳ء میں جب آپ نے درہال انتخابی حلقہ سے الیکشن لڑا تو گوجر، پہاڑی اور ہندو راجپوتوں نے بڑھ چڑھ کر انتخابی مہم میں حصہ لیا اور بھاری تعداد میں ووٹ دیکر کامیاب کیا۔ میاں صاحب کے دوسرے دورہ ''آزاد کشمیر'' کے دوران وہاں کے وزیر اعظم سردار سکندر حیات خان نے میاں صاحب کو اپنی بچپن کی یاد تازہ کرتے ہوئے بتایا کہ ''اُن کی داڑھی نہیں آتی تھی اور والد محترم بڑے فکر مند رہتے تھے ایک دن والد محترم سردار فتح محمد کریلوی سکندر حیات خان کو اپنے پیر مُرشد حضرت قبلہ میاں نظام الدینؒ کے دربار میں موہڑا بچھائی سرنکوٹ لائے اور بتایا کہ بیٹا جوان ہو چکا ہے مگر اس کی داڑھی نہیں آرہی ہے حضرت میاں نظام الدینؒ نے بیٹے کو اپنے پاس بلایا اور منہ پر ہاتھ پھیرا اور ارشاد فرمایا اللہ فضل کرے گا'' اور پھر فرمایا کہ ''اگلی بار جب تم ہمارے پاس آؤ گے تو تمہارے منہ پر داڑھی ہوگی۔'' پھر وہی ہوا کچھ ہی مہینوں میں سردار سکندر حیات خان کے چہرے پر داڑھی آگئی اسی طرح L.O.C کے اُس پار سابق وزیر اعظم سردار عبدالقیوم خان سردار عتیق خان وغیرہ آپ کے عقیدت مندوں میں شامل ہیں۔ عقیدت پیار اور سلسلہ کے لحاظ سے لوگوں کو میاں صاحب کے ساتھ جو رغبت ہے یا خود میاں صاحب جب خلوص اور خیر سگالی کا اظہار لوگوں سے کرتے ہیں۔ اس کی مثال ملنا مُشکل ہے وہ سب کو برابر دیکھتے ہیں سب کے لیے محترم اور قابل قبول ہیں۔ لوگ خوشی سے آتے ہیں بن بلائے آتے ہیں رات درختوں تلے گزار کر بھی مُطمئن رہتے ہیں یہاں اُن کو دُعا ملتی ہے۔ دلاسہ ملتا ہے۔ انھیں لگتا ہے کہ آپ کا کوئی ہے کچھ تو ہے کہ لوگ میاں صاحب کے پاس آتے ہیں آپ کو بھی لوگوں سے بہت پیار ہے۔ آپ لوگوں کے بغیر نہیں رہ سکتے آپ اُن لوگوں میں سے ہیں جو دوسرے کو دیکھ کر اور دے کر خوش ہوتے ہیں۔ قبیلے کے ہر فرد کا خیال رکھتے ہیں۔ سب کو اتنا پیار ملتا ہے کہ ہر فرد اپنے آپ کو بابا صاحب کے نزدیک سمجھتا ہے لوگوں سے ملنے اسلامی کتابیں پڑھنے اور عبادت و ریاضت کے بعد اخبار پڑھنے کا شوق ہے تازہ حالات سے اپنے آپ کو آگاہ رکھتے ہیں۔ سرینگر ٹائمز میں چھپنے والے کارٹونوں کو بڑے اشتیاق سے دیکھتے اور اُن کے مطلب نکالتے ہیں خود نماز اور روزے کے پابند ہیں دوسروں کو بھی پابند رہنے

کی ہدایت کرتے ہیں۔آپ ایسی سیایہ درد شخصیت ہیں جس کے روحانی سائے سے سب لوگ فیضیاب ہوتے ہیں۔ پڑھنے کا زبردست شوق ہے پتہ چلے کہ کتاب اچھی ہے تو اُسی وقت منگوائیں گے دین اسلام دین اسلام کا مطالعہ شوق سے کرتے ہیں۔اور مریدوں کو سلسلہ کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ اُن کی تاریخ کے بارے میں بھی بتاتے ہیں سیاست کے لحاظ سے کشمیر پر لکھی گئی کتابوں کو پڑھتے ہیں علی شاہ گیلانی کی کتاب ہو، آتش چنار ہو، شیم احمد شیم کا آیئنہ ہو ڈھونڈ کر لائیں گے دہلی میں کتابوں کا میلہ لگتا ہے تو وہاں جاتے ہیں پاکستان گئے تو کتابوں کے سوا کچھ نہ لائے واہگہ بارڈر پر کسٹم والوں نے پوچھا کہ آپ ''آزاد کشمیر'' گئے تھے جہاں سب آپ کے مرید ہیں اُنھوں نے ضرور آپ کو تحفوں سے نوازا ہو گا لیکن آپ ساتھ کچھ نہ لائے۔میاں بشیر احمد صاحب نے جیب سے پیسے نکال کر بتایا کہ یہ رقم میں ہندوستان سے لے کر گیا تھا اور وہی واپس لایا ہوں اس کے علاوہ میرے پاس صرف کتابیں ہیں۔آپ بلاشبہ سخاوت میں عصر حاضر کے حاتم ہیں لوگوں کی حاجات کو پورا کرنا اُن کی بھوک ننگ کا خیال رکھنا آپ کی عبادت ہے حضرت کسی بھی صورت میں دولت جمع کرنے کے حق میں نہیں ہیں جو کچھ رزقِ حلال کی صورت میں ہاتھ آیا اُس کو اللہ کی رضا کی خاطر خرچ کرنے میں مسرت محسوس کرتے ہیں۔لنگر کے مختلف ذرائع آمدن سے دربار شریف کی عمارت، لنگر خانے اور دوسری ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بڑی دیانت اور فیاضی سے خرچ کرتے ہیں۔نتیجتاً یہاں آنے والے زائرین کی ضرورت اور سہولیات کی کمی نہیں لنگر شریف میں طعام کی تیاری اور تقسیم کاری کے لئے ہر طرح کے برتن موجود ہیں کوئی بھی حاجت مند آپ کے دربار سے خالی ہاتھ نہیں لوٹتا کھلے دِل اور خندہ پیشانی سے خیرات تقسیم کرتے ہیں اور بے شمار لوگوں کو قرض حسنہ دیتے ہیں۔[٥٥]

٥٥۔ میاں الطاف احمد صاحب میں اپنے والد محترم کی بہت سی خاصیتیں موجود ہیں گھر میں اور دفتر میں آپ چھوٹے سے چھوٹے اور غریب سے غریب انسان سے بڑی محبت کے ساتھ ملتے ہیں۔اُن کے مسائل غور سے سنتے ہیں اُن کا مداوا کرتے ہیں میاں صاحب آپ پر پوری نظر رکھتے ہیں آپ کا اخلاق کیسا ہے لوگوں سے۔برتاؤ کس طرح کا ہے۔لوگوں کے کام ہو رہے ہیں کہ نہیں ان سب باتوں پر میاں صاحب کی نظر رہتی ہے۔اکثر ارشاد فرماتے ہیں کہ "یہ چھوٹی موٹی منسٹری وِنسٹری پر گزارہ کرنے والی بات نہیں بلکہ سلسلہ کو آگے بڑھانے والا معاملہ ہے۔" میاں الطاف صاحب کو جہاں اپنے پیر خانہ اور دربار عالیہ لار پر کامل اعتقاد ہے۔وہیں آپ کو سرہند شریف سے بھی لگاؤ ہے۔اور شاہدرہ شریف سے بھی عقیدت ہے۔

سید شوکت علی شاہ صاحب

''۱۹۹۰ء کی دھائی کا ذکر ہے میں امریکہ میں قیام پذیر تھا ایک دن مجھے ایک انگریز کا ٹیلی فون آیا جو امریکن تھا اُس نے مجھے دعوت پر اپنے گھر مدعو کیا میں اُن کے گھر پہنچا تو اُس امریکن نے اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ میرا والہانہ استقبال کیا میں نے اس مروت کی وجہ پوچھی تو امریکن انگریز نے کہا کہ ''میں اپنی بیوی کے ساتھ وانگت کشمیر میں بابا صاحب کے پاس ڈیڑھ ماہ قیام کر کے آیا ہوں اور جموں میں بھی اُن کے ساتھ کچھ عرصہ گزارا ہے۔'' مجھے اور میری اہلیہ کو دربار لار شریف پر ٹھہرنے کا موقع ملا دربار پر قیام کے دوران حضرت میاں بشیر احمد لاروی کی پر وقار روحانی اور دینی شخصیت نے مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا میں اُن کی ملنساری، اُن کی مروت، اُن کے اخلاق اُن کے خلوص، اُن کے رکھ رکھاو، اُن کے پیار، اُن کی باتوں کی مٹھاس اُن کی آنکھوں کی روحانی کشش اسلامیات پر اُن کے عبور اور دین کی باتوں کو محبت کے جذبوں سے تر بتر کر کے پیش کرنے کے انداز سے بے حد متاثر ہوا۔ پھر اُس امریکن نے اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ میں اپنی رپورٹ دی جس میں حضرت قبلہ بابا صاحب کے ہمدردانہ رویوں کا بھی تفصیل سے ذکر تھا تو اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے آفیسران نے مجھے بلا کر کہا کہ ''ہم اُس آدمی سے ملنا چاہتے ہیں جو اس قدر اعلیٰ شخصیت کا مالک ہے۔''

۱۹۷۵ء کی بات ہے حضرت میاں بشیر احمد صاحب ریاست جموں و کشمیر میں شیخ محمد عبداللہ کی کابینہ میں وزیر کے عہدہ پر فائز تھے کہ اسی دوران آپ کشمیر کے دوسرے حصّہ کے دورہ پر تشریف لے گئے میں آپ کے ہمرکاب تھا سرحد کی دوسری جانب پہنچتے ہی حضرت نے فرمایا کہ ''میں اپنے پیر خانہ دربار کنیاں شریف پر حاضری دینے کے لیے آیا ہوں معاملہ پاکستان حکومت سے اُٹھایا گیا لیکن مثبت جواب نہ ملا جب حضرت کا قافلہ راولپنڈی سے مظفر آباد کی طرف روانہ ہوا تو کوہالہ پُل پر ایک ایس۔ پی صاحب نے ہمیں بتایا کہ کنیاں شریف منگل دھار علاقے میں موسم خراب ہے اس لیے حضرت کا وہاں جانا ممکن نہ ہو گا یہ سن کر حضرت ایس۔ پی سے مخاطب ہوتے ہوئے بولے''

کہ ''الحمداللہ یہ تو میرے لیےاور بھی خوشی کا مقام ہے راستہ خراب ہے تو میں مظفرآباد سے پیدل دربار کنیاں شریف جاؤں گا کیوں کہ میرے باپ دادا پیدل ہی کنیاں شریف جایا کرتے تھے۔آج بھی اُن راستوں پر میرے اجداد کے نقش قدم موجود ہونگے۔'' ایس-پی تو خاموش ہوگیا لیکن میں سمجھ گیا کہ یہاں کی حکومت انہیں دربار شریف نہ جانے دے گی مظفرآباد میں ہم بابا صاحب کے ساتھ اسٹیٹ گسٹ ہاؤس میں ٹھہرے بابا صاحب دوسرے دن کنیاں شریف جانے کی تیاری میں لگ گئے رات کو میرے پاس کچھ سرکاری آفسر آئے اور کہا کہ ''بابا صاحب دربار کنیاں شریف نہ جاسکیں گے کیونکہ وہ جگہ باڈر سے آٹھ کلومیٹر دائیرہ کے اندر واقع ہے اور باہر کے لوگوں کے لئے ممنوع ہے۔پھر بابا صاحب دوسری طرف کشمیر کی حکومت میں وزیر ہیں اور ہمارا قانون اجازت نہیں دیتا کہ ان کو وہاں جانے دیا جائے لیکن ہم میں سے کسی میں بھی یہ جرت نہ تھی کہ بابا صاحب کو روک سکے۔

ان حالات میں ہم نے دربار کنیاں شریف کے پیر صاحب کو مظفرآباد بُلا لیا اور اُن کے ذریعے بابا صاحب سے کہلوایا کہ آپ دربار پر جانے کا پروگرام منسوخ کردیں۔پیر صاحب نے جب حضرت بابا صاحب کو دربار کنیاں شریف کا دورہ ملتوی کرنے کا مشورہ دیا تو وہ سمجھ گئے کہ انہیں اپنے پیر خانہ تک جانے سے روکا جارہا ہے کچھ دیر خاموش رہے پھر مجھے بُلا کر ایک کمرے میں لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ اب میں اس ملک میں ایک منٹ کے لئے بھی نہ ٹھہروں گا۔میرا سامان منگواو میری ہمشیرہ صاحبہ کو اطلاع کرو کہ وہ بھی یہاں آجائیں اور میں یہاں سے ہی واپس وطن روانہ ہوجاوں گا۔پھر ہم نے منت سماجت کی کہ اس میں ہماری کوئی غلطی نہیں یہاں کا قانون اجازت نہیں دے رہا۔پھر مجھ سے فرمانے لگے کہ اصل وجہ کیا ہے میں کیوں نہ جاسکا میں نے کہا کہ اصل وجہ آپ کی وزارت ہے آپ ریاست کے دوسرے حصے میں حکومت میں شامل ہیں اور یہاں کے قانون کے مطابق ایک وزیر کی حیثیت میں آپ سرحد کے اتنے قریب نہیں جاسکتے۔

۱۹۹۴ء میں یو-این-او میں کشمیر کے مسلے پر بحث ہونا مقصود تھی۔اُن دنوں میں بھی نیویارک میں قیام کررہا تھا۔یو-این-او میں پاکستان کی طرف سے ایک معتبر سیاسی شخصیت نواب زادہ نصراللہ ایک وفد کے ساتھ آئے ہوئے تھے جو کشمیر کمیٹی کے چیرمین بھی تھے نواب زادہ نصراللہ نے جنرل اسمبلی میں کشمیر کے حوالے سے ایک قرارداد پیش کی ہوئی تھی اسمبلی میں بحث سے ایک دن قبل کشمیر کے دوسرے حصے کے سیاسی رہنماوں کی ایک مجلس

ایک ہوٹل میں منعقد ہوئی اس مجلس میں ایک کشمیری رہنما نے اپنی تقریر میں برملا کہا کہ پاکستان ہم پر اعتماد نہیں کرتا کیوں کے کشمیر کے کسی بھی سیاست دان کو کشمیر پر بولنے کے لانے کے بجائے نواب زادہ نصر اللہ کو کشمیر کمیٹی کا چیرمین بنا کے لایا گیا ہے جن کا تعلق کشمیر سے نہیں بلکہ پاکستان سے ہے اس کے مقابلے میں ہندوستان کی طرف سے جو وفد آیا ہے اُس کی سربراہی کشمیر کے ایک مسلمان رہنما میاں بشیر احمد کر رہے ہیں۔ جبکہ ہندوستان کے وفد میں دو سابق وزیر اعظم اور حذبِ اختلاف کے رہنما اٹل بہاری واجپئی صاحب جیسے لوگ بھی ہیں لیکن وفد کی نمائند گی میاں بشیر احمد کر رہے ہیں۔'' حضرت کا نام سن کر میں نے ہندوستان کے سفارت خانہ میں ٹیلی فون کیا تو اُنھوں نے تصدیق کی کہ حضرت آئے ہوئے ہیں اور فلاں ہوٹل میں قیام پذیر ہیں۔

دوسرے دن میں ہوٹل میں گیا تو حضرت جنرل اسمبلی میں تقریر کرنے گئے ہوئے تھے۔ کچھ دیر بعد واپس آئے تو مجھ سے ملکر بہت خوش ہوئے پھر اُنھوں نے وہاں پریس کانفرس کی اور کشمیر کے بارے میں تقریر کی جس میں کشمیر کا درد بولتا تھا کشمیر کا غم بولتا تھا کشمیر کی روح بولتی تھی آپ نے کشمیر کے سیاسی پہلو کے بجائے انسانی پہلو کو اس طور سے پیش کیا کہ پاکستان کی طرف سے کشمیر کمیٹی کے چیرمین نواب زادہ نصر اللہ خان بھی آپ کے خیالات سے نہایت متاثر ہوئے اور اُنھوں نے حضرت سے ملاقات کی خواہش کا اظہار بھی کیا لیکن سیاسی وجوہات کی بناپر یہ ملاقات ممکن نہ ہو سکی۔ کشمیر کے دوسرے حصّے میں ہر شہر ہر گاوں ہر قصبے میں دربار لار شریف کے ارادت مند موجود ہیں سردار فتح محمد کریلوی حضرت باباجی صاحبؒ سے بیعت تھے اُن کے بیٹے سردار سکندر حیات خان بھی اسی دربار سے وابستہ رہے ہیں جب حضرت ۲۰۰۲ء میں پاکستان اور کشمیر کے دوسرے حصّے کے دورے پر گئے تو سردار سکندر حیات خان وزیر اعظم تھے آپ نے واہگہ سرحد پر بابا صاحب کے استقبال کے لئے سرکاری وفد روانہ کیا جب حضرت سوہادہ پاکستان پہنچے تو سردار سکندر حیات خان استقبال کے لئے ہاتھ باندھے کھڑے تھے اور حضرت سے بغلگیر ہوتے ہوئے فرمانے لگے۔ کہ ''میں صرف آپ کے استقبال اور آپ کی دید اور آپ کی خوشنودگی کے لئے آیا ہوں۔'' پھر سردار سکندر حیات خان نے آپ کو مظفر آباد مدعو کیا اور ایک بہت بڑی تقریب میں جس انداز سے اپنے پیر خانہ کی تعریف کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ تقریب کے بعد وزیر اعظم سردار سکندر حیات خان نے آپ سے استدعا کی کہ حضرت میں آپ سے اکیلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ حالانکہ اُس وقت میں سردار سکندر حیات کی

وزارت میں محکمہ خوراک کا وزیر تھا۔وزیر اعظم چاہتے تھے کہ وہ اکیلے میں موصوف سے بات کریں لیکن حضرت نہ مانے اور مجھے اپنے ساتھ رکھا جب ہم دوسرے کمرے میں پہنچے تو وزیر اعظم نے حضرت سے استدعا کی کہ دربار لار شریف کے نام پر ہم ہر سال نیاز دیا کرتے تھے۔لیکن تقسیم وطن کے بعد کئی برسوں سے دربار شریف پر نیاز نہ پہنچا سکے اور اب نیاز کی یہ رقم آپ قبول کریں (اُنھوں نے بریف کیس آگے کیا اور یہ رقم لاکھوں میں تھی) میں حلف اُٹھا کر کہتا ہوں کہ اس میں نہ تو سرکاری پیسہ ہے اور نہ غلط قسم کی رقم ہے یہ رقم ہر سال ہم نیاز کے طور پر اکٹھی کرتے رہے ہیں۔ میں آپ کو اس لئے الگ بلا نا چاہتا تھا تا کہ شوکت صاحب کو بھی اس کا علم نہ ہو اس موقع پر میاں صاحب تھوڑا مُسکرائے اور پھر یہ رقم واپس لوٹاتے ہوئے سردار سکندر حیات خان سے مخاطب ہوئے کہ وہاں اللہ کا فضل ہے حضرت باباجی صاحبؒ نے اتنا دیا ہے کہ سمبھالا نہیں جاتا اگر یہ نیاز والی بات مجھ سے کی تو میں ایک منٹ بھی یہاں نہ رکوں گا اس طرح لاکھوں روپے کی وہ رقم بابا صاحب نے سردار سکندر حیات خان کو لوٹادی۔

حضرت انگلینڈ، عرب ممالک اور امریکہ میں جہاں بھی تشریف لے جاتے ہیں وہاں آپ کے عقیدت مند کروڑ پتی ہیں۔سب نے کئی بار کوشش کی کہ آپ نذر نیاز قبول کریں لیکن آپ نے مریدوں کی محبت کے علاوہ کچھ بھی قبول نہ کیا حالانکہ ایسے ہی ایک موقع پر میں نے کہا" کہ حضرت یہ پیسے آپ کو اچھے نہیں لگتے لیکن ہمیں تو اچھے لگتے ہیں" یہ سُن کر ارشاد فرمایا" کہ شوکت آپ کے لئے میں نے پرودگار سے بہت کچھ مانگا ہے۔اُس کی رضا میں شاکر رہو۔آج بھی کشمیر کے دوسرے حصے اور پاکستان میں بہت لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں۔کہ میاں صاحب جیسی شخصیت کہیں نہیں دیکھی روحانیت میں، انسانیت میں، سماجیت میں اور اسلامیت میں آپ جیسی شخصیت کا ظہور صدیوں میں ہوتا ہے۔"

اقبال عظیم چودھری

سلسلہ کو زنجیر کہتے ہیں کڑیاں ملتی جاتی ہیں سلسلہ بنتا جاتا ہے زنجیر کی کڑیاں ملتی جلتی ہوں اور میل کھاتی ہوں تو زنجیر خوبصورت اور مضبوط رہتی ہے ورنہ ٹوٹ جاتی ہے حضرت باباجی صاحبؒ نے دین کے فروغ کے لئے سلسلہ کو پہاڑی علاقوں میں جن راستوں پر چلایا اُن راستوں کو حضرت میاں نظام الدینؒ نے کشادہ کیا اور پھر یہ سلسلہ حضرت میاں بشیر احمد کو منتقل ہوا حضرت موصوف نے ان راستوں کو شاہراہوں میں تبدیل کیا اور سلسلہ کی زنجیر کے دائرہ کو ریاست جموں و کشمیر کے دور دراز علاقوں تک پھیلا دیا۔

حضرت کو اللہ کی طرف سے سب کچھ عنایت ہوا روحانیت میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تبلیغ میں کوئی متبادل نہیں رکھتے۔ سیاست میں آپ کا مقام عالی مقام رہا تعمیر و ترقی میں آپ نے سوچ اور سوجھ بوجھ سے مریدوں کی حالت بدلی آپ پاک صاف مذہبی شخص کی زندگی گزار رہے ہیں۔ رزق حلال کے سوا کچھ نہیں کھاتے آپ کی شخصیت ایسے ولی کی ہے جس کے منہ سے نکلا ہوا ہر لفظ سچ ثابت ہوتا۔

آپ اپنے دادا کی طرح صاحب لفظ ولی ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہامی علم سے سرفراز کیا ہوا ہے جس کے باعث ہر سوال کی تشفی خاطر خواہ طریقہ سے کرتے ہیں اور لوگوں کے دُکھوں کا مداوہ الہامی علم سے کرتے ہیں آپ اللہ کے نام پر تعویز لکھتے ہیں ربی کلام پڑھ کر دم کرتے ہیں تو لوگ شفا پا جاتے ہیں آج بھی بیمار لوگ دربار پر آتے ہیں۔ زیارت پر حاضری دیتے ہیں لنگر کی روٹی کھاتے ہیں اور قبلہ باباصاحب سے دُعا کرواتے ہیں تو صحت یاب ہو کر واپس لوٹتے ہیں غریب سے غریب شخص بھی اپنا دُکھ درد باباصاحب کے روبرو بیان کرتا ہے دُعا کرواتا ہے تو اُسے ذہنی سکون قلبی تسکین اور جسمانی طور پر راحت ملتی ہے۔

میاں صاحب نہایت شفیق اور مہربان ولی ہیں جو سارے خاندان قبیلے اور مریدوں کا یکساں خیال رکھتے

ہیں قبیلے میں کسی کی غلطی ہو تو ڈانٹتے ہیں خانگی مسئلوں پر سب کی مدد کرتے ہیں بیاہ شادیوں میں روپے بغیر گنے ہوئے دیتے ہیں۔ لوگ آپ کو اپنے گھروں میں بلاتے ہیں تو میلوں پیدل چل کر آپ اُن گھروں میں پہنچتے ہیں خاندانوں کو روحانی شفقت سے نوازتے ہیں دور دراز چراہگاوں تک عقیدت مندوں کے پاس جاتے رہے ہیں تا کہ انھیں دینی اور دنیاوی معاملوں میں باشعور کر سکیں۔

وادی کشمیر میں جتنے بھی گھر اور پہاڑی مقیم ہیں وہ زیارت لار شریف سے جُڑے ہوئے ہیں ان کے علاوہ کشمیری برادری کے لوگ بھی بابا صاحب کے پاس آتے ہیں کشمیر کے جتنے بھی پہاڑی لوگ ہیں اُن کے اجداد زیارت کنیاں شریف کے ولی حضرت میاں نظام الدین کیانویؒ سے بیعت تھے کنیاں شریف کا سلسلہ وانگت شریف سے ملتا ہے اس لئے پہاڑی لوگوں کی اکثریت وانگت شریف کے ساتھ اُتنی ہی عقیدت رکھتی ہے۔ جتنی کہ وہ کنیاں شریف سے رکھتے تھے۔

میاں صاحب مولوی قسم کے مذہبی پیشوا نہیں جو کسی ایک فرقہ یا مسلک کی بات کرتا ہو آپ کا ایک مذہبی اور روحانی اور بیدار مغز سیاسی خاندان سے تعلق ہے اور بحیثیت فرد سلسلے کو آگے بڑھانا اور رہنمائی کرنا آپ کے خمیر میں ہے آپ نے ہر مظلوم کے لئے آواز اُٹھائی اور یہ کہہ کر نہیں اُٹھائی کہ وہ مسلمان ہے آپ نے اپنے لوگوں غریبوں اور بے کسوں کے موقف کو اتنی دلیری کے ساتھ رکھا کہ دہلی کے ایوان بھی آپ کی بات ماننے پر مجبور ہو گئے لوگوں اور مریدوں کو اُوپر اٹھانے سماجی طور پر آگے لانے اُن میں دین اور سلسلہ کو فروغ دینے اور ذہنی طور پر انھیں آنے والے وقت کے لئے تیار کرنے میں آپ کا اہم رول رہا ہے آپ اکثر مریدوں سے یوں مخاطب ہوتے ہیں۔ ”نشہ کرتے ہو تو پرہیز کرو غریبی ہے تو محنت کرو لیکن ایسی جگہ محنت مت کرو جہاں محنت کا صلہ نہ ملے یا محنت کے ساتھ عزت نہ ملے بچوں کو کھلا چھوڑنے کے بجائے سکولوں میں چھوڑو۔“

لنگر جاری رکھنے کے لئے آپ نے تمام انتظامات کر رکھے ہیں غلہ کی ضرورت ہوتی ہے تو سینکڑوں کوینٹل غلہ آ جاتا ہے کسی کو پتہ نہیں چلتا کہ غلہ کہاں سے آتا ہے مکی کی روٹی اور لسی کا سلسلہ لنگر کی پہچان رہی ہے جو حضرت بابا جی صاحبؒ کے زمانہ سے چلی آرہی ہے آپ نے اس روایت کو جاری رکھنے کے لئے لنگر کے مویشی رکھے ہوئے ہیں جہاں سے دودھ مکھن لسی اور دہی سب دستیاب ہوتا ہے آٹا کسی اسٹور سے نہیں خریدتے بلکہ بہترین قسم

کی مکی پونچھ اور راجوری سے منگواتے ہیں اُس کو لنگر کے گھراٹ پر پسواتے ہیں پھر وہ آٹا لنگر میں استعمال کے لئے جاتا ہے لنگر میں پکی ہوئی روٹی پر نظر رکھتے ہیں سالن کا ذائقہ اپنے صاحبزادہ میاں الطاف احمد سے چکھاتے ہیں تا کہ کھانے والوں کو بہترین خوراک ملے آپ کی کوشش رہتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ لنگر سے کھانا کھائیں شام کو اکثر پوچھتے ہیں کہ کھانے والے کتنے ہیں جس دن تعداد کم ہو تو آپ کو دُکھ ہوتا ہے۔آپ کی روحانی کشش اور خلوص کے باعث یہاں ہر مسلک سے ہر سمت سے اور ہر قسم کے لوگ آتے ہیں، جن میں خوش پوش بھی ہوتے ہیں اور خوش خوراک بھی آتے ہیں آپ سب سے پیار کرتے ہیں نذر نیاز قبول کرتے ہیں۔لیکن حرام کی چیز کو دُور سے سونگھ لیتے ہیں اور واپس کر دیتے ہیں، دینے پر آجائیں تو دریا ہو جاتے ہیں روپے پیسے کی فکر نہیں کرتے آپ کی ایماندار اور منہ پر سچ کہنے کی عادت کے باعث مخالف بھی آپ سے متاثر ہیں لوگ آپ کا احترام بھی کرتے ہیں محبت بھی کرتے ہیں مرید بھی ہیں اور ڈرتے بھی ہیں۔آپ کی کرامت کے انداز بھی منفرد ہیں جو مُنہ سے نکلا پورا ہوا ایک بار چودھری اقبال عظیم کو زبردست کمر سے درد نکلا ڈاکٹروں نے کہا اپریشن ہو گا اور یہ اپریشن ناکام بھی ہوسکتا ہے مفلوج ہو جانے کا بھی خدشہ ہے جب اقبال صاحب نے میاں صاحب سے ذکر کیا تو فرمانے لگے ''گھبرانے کی ضرورت نہیں۔امریکہ تک جا کر علاج کرانا پڑا تو میں کراوں گا۔'' اقبال صاحب نے اصرار کیا کہ مجھے ڈاکٹر کی ضرورت نہیں جو ڈاکٹری اللہ نے آپ کو بخشی ہوئی ہے اُس سے میرا علاج کریں یہ سُن کر موصوف نے پانی کا ایک گلاس منگوایا اور ربّی کلام پڑھتے رہے پھر گلاس پر پھونک کر ارشاد فرمایا کہ ''ایک ہی سانس میں پی جاو۔'' اقبال صاحب نے دم کیا ہوا پانی پیا اُس کے ساتھ ہی اُن کو درد سے راحت ملنے لگی وہ لاٹھی لے کر دربار عالیہ تک پہنچے تھے لیکن واپس لاٹھی کے بغیر گئے اور پھر کبھی کمر کا درد نہ ہوا۔حضرت موصوف کو صوفیانہ کلام سے بڑی رغبت رہی ہے دربار عالیہ پر بہت سے صوفی شعرا کا کلام موجود تھا مگر اُس کی شیرازہ بندی اور چھپائی کا کام نہ ہوا تھا اس لئے آپ نے چودھری اقبال عظیم کی صدارت میں کمیٹی بنائی اور پھر بہت سی کتابیں منظر عام پر آ گئیں جن میں ''اشعارِ نظامی'' ''نیر سمندر پانچ جلد'' ''ملفوظات نظامیہ'' ''اسرار کبیری'' اور ''جی صاحب دیاں سی حرفیاں'' شامل ہیں۔

چودھری اقبال عظیم کو میاں بشیر احمد صاحب کے ساتھ جرگوں میں بیٹھنے کا موقع ملتا رہا ہے۔یہ جرگے درگاہ عالیہ پر منعقد ہوتے رہے ہیں جن میں برادری کے خاندانوں کے ڈھوکوں مرگوں کے مذہبی، سماجی اور انسانی



میاں بشیر احمد صاحب وزیر اعلیٰ جموں وکشمیر غلام نبی آزاد کی عزت آفزائی کرتے ہوئے



دربار لار سے جُڑے ہوئے برِ صغیر کے معتبر ادیب شاعر جناب اقبال عظیم چودھری
اور حاجی رانا فضل حسین بابانگری کنگن میں

معاملے زیر بحث لائے جاتے ہیں۔ اگر کوئی درخواست دیتا کہ فلاں شخص نے شریعت کی خلاف ورزی کی ہے تو مولانا حضرات کو طلب کیا جاتا ہے مجرم کو روبرو پیش کیا جاتا ہے بحث و تحمیص ہوتی ہے پھر حضرت فیصلہ کرتے ہیں جو قرآن اور سنت کے مطابق ہوتا ہے۔ اکثر مجرم کو سخت سزا ملتی ہے۔ نکاح پر نکاح کرنے دوسروں کی عورتوں کو نکال لانے جیسے معاملوں میں بڑی سختی برتتے اور مجرم کو قبیلے سے نکال باہر کرتے ہیں تاکہ عورتوں کی عزت محفوظ رہے اور لوگوں کی زندگی شریعت کے مطابق گزرے لوگ آپ کے انصاف پر اعتبار اور اعتماد کرتے ہیں کیونکہ آپ اُن کے روحانی پیشوا ہیں وہ اپنے پیشوا کے روبرو اپنے معاملات کھول کر بیان کرتے اور صاحب موصوف سے حق بات کی اُمید رکھتے ہیں لوگوں کو بہتر اور وقت پر انصاف مل جاتا ہے اور خرچہ بھی نہیں ہوتا۔

دربار عالیہ پر موصوف سے دُعا کرانے کے لئے دُور دُور سے لوگ آتے ہیں۔ کوئی اپنے ایمان کو پختہ رکھنے کی دُعا کراتا ہے کوئی اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہے کسی کو اولاد کی ضرورت ہوتی ہے کوئی مال مویشی کیلئے دُعا کراتا ہے سب کی مرادیں پوری ہوتی ہیں پچھلے سال بنگلہ دیش سے یہاں کچھ لوگ آئے اُنھوں نے بتایا کہ اُنھوں نے حضرت میاں صاحب کو خواب میں دیکھا اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے یہاں تک آگئے۔[161]

موصوف طبیعت کے صاف گو ہیں جس سے ملتے ہیں مسکرا کر ملتے ہیں لیکن کسی کی بُرائی نہیں کرتے جو کہنا ہوتا ہے کہہ دیتے ہیں ہر وقت عبادت در یاضت و خدمت خلق میں محو رہتے ہیں۔ جہاں آپ نے عوام کی فلاح و بہبود اور تعمیر و ترقی کو اپنا نصب العین بنایا بکھرے ٹوٹے ہوئے غریب آدمی کی عظمت کو بحال کرنے کی لڑائی لڑتے رہتے ہیں قدروں کی پامالی کے خلاف صنف آرا رہے ہیں اور ہمیشہ اپنے تہذیبی اور ثقافتی ورثے اور قبائلی روایات کو بحال رکھا ہے جہاں مظلوم کو دیکھا اُس کے طرف دار بنے ظلم کے خلاف برسر پیکار رہے سماجی طور پر اپنے معاشرے کی اصلاح کرتے رہے ہیں۔ لباس کیسا ہو۔ پردہ کتنا ہو اُٹھنے بیٹھنے کا سلیقہ کس طرح کا ہو۔ مجالس میں

---

161 چودھری اقبال عظیم کی والدہ محترمہ میاں صاحب کی پھوپھی تھیں جنھوں نے میاں صاحب کو بچپن میں بہت پیار دیا تھا۔ اس لئے میاں صاحب چودھری اقبال عظیم کے والد چودھری محمد اکبر مرحوم اور اقبال عظیم کی بہت عزت کرتے ہیں۔ اقبال صاحب کو وہ ذہنی طور پر اپنے قریب سمجھتے ہیں گوجری زبان کی خدمت کے لحاظ سے بھی بابا صاحب اُن کی قدر کرتے ہیں۔ دربار سے کتابوں کی اشاعت میں بھی اقبال صاحب کا تعاون رہا اور آپ نے بنیادی کام کیا جس کا میاں صاحب کو اعتراف ہے اور وہ چودھری اقبال عظیم کو بہت پسند کرتے ہیں۔

اکثر ایسا بتاتے ہیں گندھا لباس پہننے والوں کو ڈانٹتے ہیں جسمانی اور روحانی طور پر پاک صاف رہنے کی ہدایت کرتے ہیں معاشرے سے نسوار اور تمبا کو جیسے نشوں نکاح کے اوپر نکاح کاڈے کی وارداتوں چھوٹی عمر کی شادیوں عمر رسیدہ لوگوں کی دوبارہ شادیوں جیسی بدعتوں کے خلاف ہمیشہ لڑتے رہے ہیں۔ وہ اپنے معاشرے اور لوگوں کو صاف ستھرا اور آگے بڑھتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں اُن کی شروع سے ہی تمنا رہی ہے کہ سماج کے غریب طبقے اور اقتصادی پسماندگی و ناخواندگی کے شکار لوگوں کو اوپر اُٹھائیں اور اُن کو برابری کا درجہ دلائیں وہ ہمیشہ غریب لوگوں کو عزت و احترام سے نوازتے اور گھنٹوں باتیں کریں گے اور بڑے عہدے والوں کو نظر میں بھی نہ لائیں گے لوگ کہتے ہیں کہ میاں خاندان کے افراد میں تکبر نہیں بلکہ انکساری ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے خاندان کی اسی طرح تربیت کی ہے۔ آپ نے جو بھی سوچا اُسے کر دکھایا ہمشہ سوچ سمجھ کر بات کی پھر اپنی بات پر اٹل رہے۔ ایسی شخصیت جو روحانی فیض سے آسودہ ہو مذہبی اقدار کی پابند ہو عبادت و ریاضت میں محو ہو۔ صورت و سیرت سے پاک صاف ہو معاشرے کی اصلاح کرتی ہو اور عوام کو ماضی کے بجائے مستقبل کی طرف لے جانے کی صلاحیت رکھتی ہو وہ شخصیت حضرت میاں بشیر احمد کی ہے۔

میاں سرفراز احمد

میاں بشیر احمد صاحب ایک شفیق باپ اور کامل ولی ہیں۔ آپ کی شفقت میں انتہا درجے کا پیار ہے اور ہدایت بھی پنہاں ہوتی ہے آپ ہر امیر غریب کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں آپ کی بات میں سادگی اور نفاست کے عنصر نمایاں ہوتے ہیں آپ غریب کے درد کو محسوس کرتے ہیں اور اُس کی مدد کرتے ہیں۔ لوگوں کو آپ کی شخصیت پر اعتبار ہے جو بھی آپ کے قریب آتا ہے آپ کے روحانی اثر کو قبول کرتا ہے آپ کے شیدائیوں میں مسلمانوں کے علاوہ ہندو اور سکھوں کی بھی ایک بڑی تعداد شامل ہے آپ کی دُعا میں شفا ہے لوگوں کی مراد پوری ہوتی ہے آپ نے روحانی طور بھی اور سیاسی طور بھی عوام کی بھلائی کی بات کی ہے۔

کھانے پینے میں سادگی پسند ہیں گوشت اور اچھے کھانوں کا شوق ہے لیکن مکی کی روٹی اور لسی زیادہ پسند کرتے ہیں۔ شلوار قمیض پہنتے ہیں۔ سر پر کلاہ اور لنگی کا استعمال بھی کرتے ہیں۔ قراقلی ٹوپی بھی پہنتے ہیں لیکن گھر

میں سفید کشمیری ٹوپی پہنتے ہیں پھیرن لگاتے ہیں شیروانی کا استعمال بھی کرتے ہیں دوستوں اور رشتے داروں میں چودھری محمد اسلم صاحب سے بہت پیار کرتے ہیں۔ ہر سال حضرت مجددؒ الفِ ثانیؒ کے عرس پر سرہند شریف جایا کرتے ہیں اور وہاں کئی طرح کی خدمات انجام دیتے ہیں۔

میاں غلام جیلانی

میاں صاحب میرے بڑے بھائی ہیں جن پر ہمیں فخر ہے۔ آپ کی روحانی شخصیت اور مذہبی رُتبے سے پوری ریاست کے عوام فیضیاب ہو رہے ہیں ۸۸، برس کی عمر میں بھی آپ کا حافظہ زبردست تیز ہے آپ کو اسلامی تواریخ کے علاوہ برِ صغیر کی تاریخ کے اکثر واقعات زبانی یاد ہیں آپ اِن واقعات کو اس تسلسل کے ساتھ بیان کرتے ہیں جیسے خود چشم دید گواہ رہے ہوں ہزاروں لوگ آپ کے پاس روحانی علاج کے لئے آتے ہیں اور شفایاب ہو کر واپس لوٹتے ہیں۔ آپ اپنے لوگوں کی روحانی، دینی، اور مالی مدد کے لئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں روحانیت کی طرف مائل ہوئے تو ہزاروں لوگوں کو بیعت کیا۔ دینی مدارس قائم کئے مساجد بنوائیں، دربار عالیہ لار شریف کو وسعت دی جامع مسجد پانچ مہینوں میں تعمیر کرا دی حمام بنوائے لنگر میں بہتری لائی لنگر مویشیوں اور ریوڑوں کے لئے باضابطہ ملازم رکھے ہیں جنھیں ماہوار تنخواہیں ملتی ہیں اور قرضہ جات ملتے ہیں۔ اپنے خاندان کے ہر فرد کے بارے میں پوچھتے ہیں اُن کی ضرورتوں پر نظر رکھتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر ہر وقت اُن کی مالی معاونت کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں مجھے ہمیشہ اپنے بڑے بھائی کا پیار محبت اور اُن کی شفقت دستیاب رہی ہے۔

میاں جنید نظامی

انسانی زندگی پہلو در پہلو ہوتی ہے۔ سماجی طور پر حضرت قبلہ باباصاحب نے خاندان کے ساتھ اپنے مریدوں کے ساتھ اپنے متعلقین کے ساتھ ہمیشہ ہمدردانہ اور پیار محبت والا سلوک روا رکھا ہے اور ہر طرح سے اُن کی معاونت کی ہے حضرت اپنے خاندان کے افراد کے ساتھ بے حد پیار کرتے ہیں۔ آپ بدمزگی پسند نہیں کرتے لوگوں کو دین اور سلسلہ کے راستے پر چلانے کے لئے ہمہ وقت برسرِ پیکار رہتے ہیں آپ مذہبی شخصیت ہیں لیکن

متعصب نہیں آپ کے پاس ہندو سکھ اور پنڈت برادریوں کے لوگ بھی روحانی فیض حاصل کرنے کیلئے آتے ہیں۔

سائیں عبدالرشید زیارت سائیں گنجیؒ راجوری

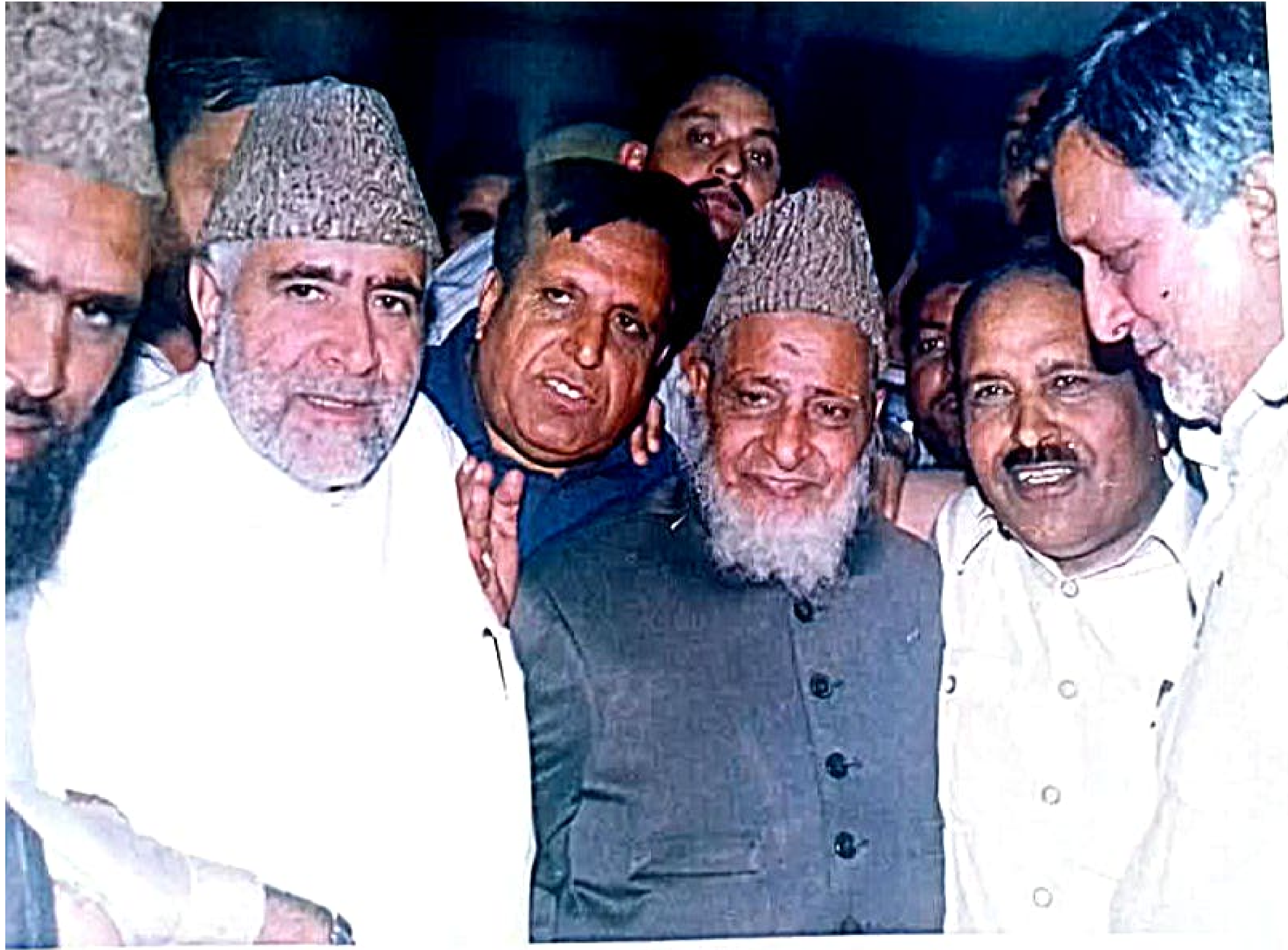
درگاہ سائیں گنجی صاحب راجوری کے سائیں گنجی قلندر کا درگاہ عالیہ سے گہرا رشتہ تھا اور وہاں سے ہی روحانی فیضان حاصل کر کے اُنھوں نے لوگوں کو روحانی فائدہ پہنچایا تھا درگاہ کے موجودہ سجادہ نشین سائیں عبدالرشید بھی درگاہ عالیہ لاڑ اور میاں صاحب کے عقیدت مند ہیں۔آپ کے مطابق حضرت میاں صاحب نے عقیدت مند کو نماز اور روزے کا پابند بنایا سُنت اور شریعت پر چلنے کی تلقین کی روحانی فیض سے اُن کی زندگی کو آسودہ کیا آپ نے ریاست بھر میں سینکڑوں مساجد کا سنگ بنیاد رکھا اور اُن کی تکمیل کیلیے مالی معاونت کرتے رہتے ہیں آپ نے کئی دینی مدرسوں کو چلانے میں بھی اپنا دست تعاون پیش کیا جن میں شیر کشمیر مدرسہ نظامیہ راجوری بھی شامل ہے جس کا سنگ بنیاد بھی میاں صاحب نے ہی رکھا تھا وحدانیت پر اعتقاد کا درس دیتے ہیں۔

ایک بار آپ نے سات پھاگن کا عرس شریف شاہدرہ شریف میں منایا تھا جس میں راجوری پونچھ اور وادی کشمیر کے ہزاروں افراد نے شرکت کی تھی آپ جو بھی چیز دم کر کے دیتے ہیں وہ اثر رکھتی ہے اور لاغر لوگ بھی ٹھیک ہو جاتے ہیں جب آپ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور لوگوں کو بیعت کرتے ہیں تو مرید وجد میں آجاتے ہیں ایک بار فتح راجوری کی مسجد میں آپ نے لوگوں کو بیعت کیا تو اُن پر روحانی کیفیت طاری ہوگئی۔

چودھری محمد اسلم

(ایم-ایل-اے، سرنکوٹ)

دربار عالیہ لاڑ بابانگری کو ہمارے قومی تشخص اور رشد و ہدایت کی علامت کی حیثیت حاصل ہے ہمارے بزرگ اس درگاہ کے اولیاؤں کے ساتھ ۱۹۰۱ء میں ہی جُڑ گئے تھے جب باباجی صاحبؒ پہلی بار پونچھ تشریف لائے تھے جن روحانی راستوں کو باباجی صاحبؒ نے وانگت سے پونچھ اور راجوری تک ہموار کیا تھا اُن راستوں پر چل کر میرے والد چودھری غلام حسین لسانوی عقیدت مندوں کے پہلے قافلے کے ساتھ دربار وانگت پہنچے تھے۔یہ



میاں بشیر احمد صاحب حج سے واپسی پر چودھری محمد اسلم، سائیں عبدالرشید
گلزار احمد ایس، پی عبدالغنی وکیل اور چودھری لیاقت علی کے ساتھ

حضرت باباجی صاحبؒ کی نوازش اور کرم فرمائی تھی کہ اُنھوں نے چودھری غلام حسین جیسے مریدوں کی عقیدت واحترام کو دیکھ کر موہڑا بچھائی کو موسم سرما کی رہائش گاہ میں بدل دیا تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ دونوں خاندانوں کے درمیان خلوص اور احترام اور محبت فروغ پاتی رہی اور پھر حضرت میاں نظام الدینؒ کے عہد میں احترام وعقیدت کے یہ مراسم باہمی رِشتوں میں بدل گئے اور دونوں خاندان ایک دوسرے میں اس طرح مل گئے جیسے دودھ کے ساتھ پانی مل جاتا ہے۔ اپنے پیر خانہ کے ساتھ ان رشتوں میں ہمیشہ یگانت اور عقیدت کے جذبات کارفرما رہے ہیں جس کی بڑی وجہ میاں نظام الدین صاحبؒ اور میاں بشیر احمد صاحب کی روحانی شخصیت کا اثر ہے۔ ذاتی طور پر میں میاں بشیر احمد صاحب کے روحانی مرتبے دینی اقبال سیاسی بُردباری اور تحمل اور سماجی طور سے اُن کی شفقت اور سوجھ بوجھ سے ہمیشہ متاثر رہا ہوں مجھے میاں صاحب کے ساتھ اسمبلی اور سیاست میں کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ اور آپ کے کام کرنے کے طور طریقوں سچائی انصاف پسندی ہمت اور حوصلہ سے تقویت ملتی رہی ہے۔ آپ کی سیاسی جڑیں عوام کے دلوں کے اندر پیوست رہی ہیں آپ کا روحانی مرتبہ اور اقبال مریدوں کے لئے آس اور امید کا مرکز رہا ہے اور آپ کا یہ اقبال قوم کی سربلندی کا ضامن رہا ہے جب بھی کبھی مجھے کٹھنائی کا سامنا ہوا میں نے دربار لار شریف سے فیضان حاصل کیا اور حضرت قبلہ بشیر احمد لاروی صاحب سے رہنمائی حاصل کی ہے۔

پیر نثار حسین شاہ سوکڑ درہال

۱۹۶۹ء میں آخیری بار حضرت میاں نظام الدینؒ صاجزادے حضرت میاں بشیر احمد کے ساتھ راجوری کے دورہ پر تشریف لائے کچھ دنوں کے بعد علاقہ بدھل کی طرف کوچ ہوا جب پیڑی کے مقام پر پہنچے تو گردونواح کے گاوں سے ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مند پیڑی میں جمع ہو گئے حضرت میاں نظام الدینؒ نے وہاں دربار لگایا اور دیر تک تبلیغ اور طریقت کے بارے میں بولتے رہے پھر اپنے صاجزادہ میاں بشیر احمد کو طلب کیا اور اُن سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ ’’ان لوگوں کو دیکھو اور یہ تمہیں دیکھ لیں۔ اب یہ لوگ میں نے تمہارے سپرد کئے ہیں ان کی دینی سماجی روحانی اور سیاسی رہبری اور رکھوالی تو نے کرنی ہے۔‘‘ میاں بشیر احمد صاحب نے فرمایا کہ ’’میں آپ کے اس حکم پر زندگی بھر عمل کروں گا اور پابند رہوں گا۔‘‘

حضرت میاں نظام الدینؒ کے وصال کے کچھ عرصہ بعد مجھے ایک خواب آیا دیکھا کہ میں چشمہ ویرناگ کے قریب کھڑا ہوں وہاں ایک بڑا بنگلہ بنا ہوا ہے میرے ذہن میں آیا کہ یہاں حضرت میاں نظام الدینؒ تشریف فرما ہیں اندر جاتا ہوں تو میاں نظام الدین صاحبؒ موجود ہوتے ہیں۔ مجھے دیکھ کر ارشاد فرماتے ہیں کہ ''میاں بشیر احمد صاحب آپ کے گھر آتے ہیں یا کہ نہیں۔'' میں نے عرض کی آتے تو ہیں لیکن آپ کے بعد اُن کی آمد میں کمی واقع ہوئی ہے۔ یہ سن کر حضرت حاجی بابا نے فرمایا ''اُسے ایسا نہیں کرنا چاہیے میں اُسے کہوں گا وہ تمہارے گھر جایا کرے گا۔ اب تم جاؤ میں باہر نکلتا ہوں تو ایک پودا پھولوں سے لدا ہوا نظر آتا ہے۔'' اتنے میں حضرت حاجی بابا بھی باہر آجاتے ہیں اور میری طرف دیکھ کر ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ پھول والا پودا بشیر صاحب ہے جو روحانیت کے پھولوں سے بھرپور ہے۔

ایک بار جب صادق صاحب کا دورِ حکومت تھا اور حضرت بابا صاحبؒ قاسم گروپ میں تھے تو حضرت کو دہلی جانے کے لئے جموں آنے کی دعوت ملی اُس وقت میں اور حضرت بابا صاحب پونچھ میں تھے۔ چنانچہ پیغام ملتے ہی ہم دونوں پونچھ سے روانہ ہوئے حضرت بابا صاحب خود جیپ چلا رہے تھے جب جڑاں والی گلی کو عبور کیا تو آپ نے مجھے فرمایا کہ سیف الملوک سُناؤ خود بڑی تیزی کے ساتھ گاڑی چلا رہے تھے میں نے سیف الملوک سنانا شروع کیا اور وہ ڈرئیونگ کرتے رہے جب بھمبر گلی کے قریب پہنچے تو میں نے دیکھا کہ سٹرینگ کو چھوڑ کر بے خود ہو چکے ہیں اور گاڑی خود بخود آگے فراٹے بھر رہی ہے میں نے بابا صاحب کو جھنجھوڑا اور کہا کہ ''اسٹرینگ تھامیں۔'' اُس وقت موصوف ہوش میں آئے اور پوچھا کہ ہم کہاں ہیں میں نے کہا حضرت آپ تو گاڑی چلا رہے تھے فرمانے لگے ''مجھے کچھ یاد نہیں کہ میں نے کہاں اسٹرینگ کو چھوڑا تھا ایسے لگتا ہے جیسے غوث پاکؒ ہی گاڑی چلا رہے تھے۔ آپ کی یہ کرامت میں بُھلا نہیں سکا۔''

میاں گلزار احمد (بابانگری)

میں اپنی عمر کی اِس وقت تک لگ بھگ ستاسٹھ (۶۷) بہاریں دیکھ چکا ہوں۔ یہ بہاریں پلک جھپکتے ہی کیسے بیتیں کوئی علم نہیں۔ علمی، ادبی، اور دینی ماحول میں آنکھیں کھولیں۔ سنِ شعور میں قدم رکھا تو دیکھا میاں بشیر

احمد صاحب سماج اور معاشرے میں کئی طرح کی پنپتی بدعتوں کا ازالہ کرنے میں متحرک تھے۔ اِن کی سیاسی اور سماجی زندگی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ اپنی شاندار ماضی سے لے کر تابناک مستقبل تک زندگی کے کئی پہلو دیکھے ہر پہلو چلا بخش دینے والا نظر آیا۔ ربّ العزت نے ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا ہوا ہے۔

بقول علامہ اقبالؒ کے۔

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

بارگاہِ الٰہی میں دُعا گو ہوں کہ مولائے کریم آپ کو عمر خضر عطا کرے اور ہم پہ آپ کا سایہ شفقت قائم دائم رہے۔

چودھری گلزار حسین

دربار عالیہ پر حکومت کی جانب سے کوئی مہمان خانہ نہیں ہے تمام انتظامات زیارت شریف کے سجادہ نشین میاں صاحب خود کرتے ہیں۔ ہر روز چار پانچ سو زائرین آتے ہیں دربار عالیہ پر دُعا مانگتے ہیں روٹی تبرک کے طور پر لے جاتے ہیں یہ میاں صاحب کی کرامت ہی ہے کہ ہر روز اِتنی خلقت آتی ہے۔ اُن کے لئے روٹی کب پکتی ہے۔ کب کھاتے ہیں اور چلے جاتے ہیں کسی کو اندازہ نہیں ہوتا۔ عُرس کے دنوں میں لوگوں کا جم غفیر ہوتا ہے۔ مہمان خانے سرائیں وانگت کے سکول اور لوگوں کے گھر بھر جاتے ہیں تو پھر لوگ دیودار کے درختوں تلے الاو جلا کر ڈیرے ڈال دیتے ہیں۔ لامن سے لیکر پھاٹ تک بھیڑ ہوتی ہے مجالس ہوتی ہیں لوگ اسلام کے بارے میں اپنے خیالات رکھتے ہیں میاں صاحب خاص طور پر موجود رہتے ہیں ختم شریف والی کوٹھی میں ختم شریف پڑھا جاتا ہے پھر بابا صاحب دُعا کرتے ہیں جس میں لاکھوں لوگ شرکت کرتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد یونس

(چیف میڈیکل آفیسر پونچھ)

ڈاکٹر چودھری محمد یونس چیف میڈیکل آفیسر پونچھ بتاتے ہیں کہ بابا صاحب اُن کے پیر و مرشد ہیں ڈاکٹر یونس تیس سال پہلے لار جا کر حضرت میاں بشیر احمد کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ہر سال عرس پر جاتے رہتے ہیں۔ ایک بار ڈاکٹر یونس جموں میں تعینات تھے اور میاں صاحب بھی جموں میں قیام پذیر تھے اس لیے ڈاکٹر یونس اکثر اُن کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ اسی دوران ڈاکٹر یونس کو پیٹ میں سخت درد ہونے لگا بہت دوا کھائی کئی ٹیسٹ کروائے مگر درد سے راحت نہ ملی ۲۷ گھنٹوں تک درد رہتا تھا اور کچھ دنوں کے بعد پھر ہو جاتا تھا ایک دن ڈاکٹر یونس اپنے دوست ڈاکٹر راکیش آنند کے ساتھ میاں صاحب کے پاس گئے میاں صاحب نے ڈاکٹر یونس کی حالت دیکھ کر فرمایا لاغر کیوں ہو۔ ڈاکٹر یونس تو چپ رہے مگر ڈاکٹر راکیش آنند نے بتایا کہ انھیں ہر دوسرے دن پیٹ میں درد ہوتا ہے ناک میں ٹیوب لگتی ہے۔ ڈرپ لگتا ہے پھر سخت درد ہو جاتا ہے۔ بابا صاحب جلال میں آ گئے اُسی وقت توی دریا سے کچھ کنکر منگوائے اور سونف منگوائی۔ کنکروں پر کچھ کلام پھونک کر واپس توی میں پھینکوا دیا اور سونف ڈاکٹر یونس کو کھانے کے لئے دیئے۔ سونف کھاتے ہی انھیں مسلسل درد سے نجات مل گئی اور پھر کبھی پیٹ میں درد نہ ہوا پھر ایک دن میاں صاحب نے ڈاکٹر یونس سے کہا کہ "تم ڈاکٹر ہو لیکن کبھی غریب اور گودڑی پوش سے نفرت نہیں کرنا مٹی کی چٹکی پھینکو گے تو بھی وہ لار دربار کی مٹی ہوگی اُس کے بعد زیادہ سے زیادہ لوگ ان کے پاس علاج کے لئے آنے لگے۔

چودھری خدا بخش زآر (مرحوم)

ایک بار چودھری خدا بخش زآر اور میاں بشیر احمد صاحب راجوری میں تھے۔ چودھری طالب حسین کے گھر آپ نے کھانا کھایا۔ وہاں سے رخصت ہو کر شاہدرہ شریف آئے دربار پر حاضری دینے کے بعد آپ سرنکوٹ کی طرف روانہ ہوئے جون کا مہینہ سخت گرمی اور چڑھائی کا سفر تھا حضرت آگے آ کر چکھڑی کے درختوں تلے لیٹ گئے

اور سستانے لگے پھر چر پڑ گلی کو عبور کیا تو تھک گئے چھاؤں میں سستانے لگے اور چودھری خُدا بخش زآر سے کہا کہ "سخت پیاس لگی ہے پانی کا چشمہ تلاش کرو" زآر صاحب دور دور تک گھوم کر واپس آئے اور کہا۔ "یہاں کوئی چشمہ نہیں ہے یا تو واپس شاہدرہ شریف جانا پڑے گا یا پھر نیچے دریائے سورن میں پانی ملے گا لیکن پیاس اتنی تھی کہ گلا سوکھ چکا تھا موصوف نے وہاں ہی ریت میں پانی کی تراوٹ دیکھی تو زآر صاحب کو کہا کہ اپنی کھونڈی سے اس جگہ کو کھودو زآر صاحب نے کھودنا شروع کیا تو وہاں سے پانی کا چشمہ برآمد ہو گیا اور پانی پھوٹ کر باہر آنے لگا۔ چنانچہ آپ نے پانی میں منہ لگا کر شکم سیر ہو کر پانی پیا پھر اللہ نے اُس پانی کے چشمے کو اتنا زیادہ کیا کہ اب وہاں سے پانی پائپ کے ذریعے درابہ سہوٹ تک لایا جا رہا ہے یہ اللہ کی رحمت تھی یا حضرت کی کرامت تھی زآر صاحب اکثر اس کرامت کا ذکر کرتے تھے۔

حاجی بدرالدین

میاں بشیر احمد صاحب نے زندگی بھر غریبوں محتاجوں اور بے سہارا لوگوں سے پیار کیا اُن کے گھروں میں گئے انہیں اوپر اُٹھانے کے لئے برسرِ پیکار رہے اُن کی دینی اور دُنیاوی بہتری کے لئے کاوشیں کرتے رہے تبلیغ کے سلسلے کو آگے بڑھایا غریب سے غریب شخص نے بھی دعوت دی تو اُس کے گھر گئے اگر لقمہ اُٹھایا تو اُسے لاکھوں کا فائدہ ہوا جس گھر میں جاتے ہیں آپ کا لنگر جاری ہو جاتا ہے لوگوں کا اعتقاد ہے کہ اگر بابا صاحب اُن کے گھر آئیں گے تو اُن کا سال اچھا گزرے گا خُدا مہربان ہو گا بیماری نہ آئے گی پریشانی نہ رہے گی مویشی تندرست رہیں گے۔ دودھ میں اضافہ ہو گا خاندان میں خوشی رہے گی لیکن جس گھر میں ملاوٹ والی چیز دیکھیں گے سود بیاج کا پیسہ دیکھیں گے تو اُس گھر میں نہیں جائیں گے ایک بار موصوف کو سانگلہ میں ایک متمول خاندان نے اپنے گھر دعوت دی اور اعلیٰ قسم کا انتظام کیا۔ حضرت وہاں پہنچے ایک گھونٹ چائے کا لیا تو حاجی بدرالدین کی طرف دیکھ کر فرمانے لگے اُٹھو ابھی دعوت شروع بھی نہ ہوئی تھی کہ آپ گھوڑے پر سوار ہو کر دُور جا چکے تھے اور زبردست غصے میں تھے وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا کہ "اس گھر سے رزق حرام، سُود اور بے ایمانی کی بُو آ رہی ہے۔" اسی طرح اگر کوئی

نیاز پیش کرتا ہے تو باضابطہ تحقیق کرتے ہیں۔ جب تسلی ہو جائے کہ یہ حلال کی کمائی ہے تو قبول کرتے ہیں ورنہ نیاز لوٹا دیتے ہیں۔ مگر دُعا سب کے لیے کرتے ہیں۔

چودھری حسن پرواز

میاں صاحب بابا نگری وانگت شریف کے چاند کی حثیت رکھتے ہیں جن کی چاندنی سے مریدوں کو روشنی ملتی ہے آپ اندھرے میں بیٹھ کر خواب بُنتے ہیں اور پھر اُن کی تعبیر کے لئے جُٹ جاتے ہیں آپ کسی دکھائے ہوئے راستے پر چلنا پسند نہیں کرتے بلکہ اپنا راستہ خود بناتے ہیں۔

اپنا زمانہ بناتے ہیں اہلِ دِل ☆ ہم وہ نہیں جن کو زمانہ بنا گیا

آپ کی قاعدانہ صلاحتیں مدبرانہ خیالات دین اور سلسلہ کے فروغ کی سوچ وفکر مریدوں اور عقیدت مندوں کے لئے معاون ثابت ہوتی ہے۔ آپ اور آپ کے والد بزرگوار اُس وقت میدان عمل میں اُترے جب ریاست کے اقتصادی طور سے پسماندہ اور پچھڑے ہوئے لوگوں کا کوئی مرکز نہ تھا کوئی رہبر نہ تھا کوئی مسیحا نہ تھا کوئی پیشوا نہ تھا جو اُن کی دینی اور دنیاوی تشفی کرتا آپ نے غفلت کی نیند میں سوئے ہوئے طبقوں کو جگایا اُن کی دینی اور دنیاوی حالت بدلنے کے لئے زبردست کوششیں اور کاوشیں کیں اور عوام کے حقوق کے لئے بڑے بڑے لوگوں سے ٹکرا گئے۔

میاں بشیر احمد صاحب دن بھر لوگوں کے دُکھوں کا مداواہ کرتے ہیں روحانی سوغاتیں بانٹتے ہیں۔ اُن کی دین اور سلسلہ کے لحاظ سے اصلاح کرتے ہیں۔ رات کے وقت معرفت کے سمندر میں غوطہ لگا کر روحانیت کے موتی اکٹھے کرتے ہیں۔ آپ صاحب لفظ ہیں مالک آپ کی ہر دُعا قبول کرتا ہے صوفیائے اکرام کے اقوال اور تاریخ کی کتابوں پر گہری نظر ہے خواجہ حسن نظامیؒ، حضرت پیر مہر علی شاہؒ علی پور والے کی کتابوں میں عابد سیاست دانوں میں مدبر علما میں بہترین مبلغ پاک دامنوں میں پاک صاف اور آج کے ولیوں میں سب سے عظیم ولی اللہ مانے جاتے ہیں۔ آپ کا کمال لازوال ہے اور اقبال بے مثال ہے اِس چھتنار شخصیت کے بارے میں مولانا مہر الدین قمر لکھتے ہیں۔

تو ں ہے قوم کو فخر تے ناز پرور — توں ہے قوم کی دھیر بشیر صاحب
شر م لج ہے قوم کی ہتھ تیرے — تو ں ہے خان امیر بشیر صا حب
تو ں ہے شہسوار سیا ستا ں کو — تیر ی کنڈ ہے پیر بشیر صا حب
صا حب حال تے مرد کمال تو ہے — صا حب لفظ فقیر بشیر صا حب
تیر ی جر ت جرار بہا دری کی — نہیں مِلتی نظیر بشیر صا حب
اُ چی شا ن اُ چو خا ندا ن تیرو — ہوا زیر شر یر بشیر صا حب

سجادہ نشین میاں بشیر احمد کی شخصیت کے عوامی زندگی پر

رونما ہونے والے مثبت اثرات

دربار عالیہ سے وابستہ اور عقیدت منداس درگاہ کو اسلام کا نا قابل تسخیر قلعہ اپنی پہچان اور شناخت کی علامت سمجھتے ہیں جہاں سے انھیں مذہبی تاریخی اور ثقافتی میراث منتقل ہوتی ہے۔ایک طرف وہ دربار عالیہ کے عظیم ولیوں کے روحانی فیض اور برکتوں سے اسودگی پاتے ہیں تو دوسری جانب عوام کی مذہبی اقتصادی، سماجی، معاشرتی خانگی اور نجی زندگی میں اس زیارت کا زبردست رول رہا ہے۔لوگ اپنے پیر خانہ کے سجادہ نشین حضرت میاں بشیر احمد المعروف ''میاں صاحب'' کو اپنا مذہبی پیشواہی نہیں سمجھتے بلکہ انھیں روحانی اور سیاسی بادشاہ بھی سمجھتے ہیں جن کے حکم کی تابعداری فرض اولین مانتے ہیں۔اس درگاہ سے عوام کو مذہبی سیاسی اور سماجی شعور ملتا ہے اور اقتصادی امور پر تقویت حاصل ہوتی ہے اِس کا اثر عوام کی زندگیوں پر رونما ہوتا ہے جس کے باعث دُور پہاڑی علاقوں میں آباد اقتصادی طور سے پسماندہ اور پچھڑے ہوئے پہاڑی طبقوں ودیگر لوگوں میں اقتصادی مذہبی اور سماجی تبدیلیاں ظہور پذیر ہوتی ہیں جن کے مثبت اثرات کا ذکر کرنا ضروری ہے۔

(۱) **قبائل میں تال میل پیدا کرنا:**—چونکہ زیارت سے وابستہ لوگوں کی

اکثریت دور افتادہ علاقوں اور سرحدوں میں بکھری ہوئی ہے جن کو آپس میں ملنے اور اکٹھے ہونے کا موقع صرف دربار عالیہ پر ملتا ہے جہاں ۸ جون کے حضرت بابا نظام الدین کیانویؒ کے عرس مبارک کے دنوں پر وہ اکٹھا ہوتے ہیں۔ اس موقع پر لوگ اپنے کنبوں اور قبیلوں کے ساتھ کئی کئی دن پہلے وانگت آجاتے ہیں۔ ان میں ہزاروں لوگ گاڑیوں پر آتے ہیں اس کے علاوہ غریب لوگ گاؤں سے پیدل چل کر کئی دنوں کی مسافت طے کر کے پگڈنڈی راستوں سے گزر کر اہلِ خانہ کے ساتھ یہاں پہنچتے ہیں۔ ریاست کے کونے کونے سے آئے ہوئے لاکھوں کی تعداد میں عقیدت مند یہاں اکٹھے ہوتے ہیں تو ذاتوں اور فرقوں کے تفرقے مٹ جاتے ہیں اور لوگ ذات و فرقہ سے اوپر اُٹھ کر آپس میں شیر و شکر ہو جاتے ہیں۔ مریدوں کا ایک دوسرے کے ساتھ اُنس بڑھتا ہے باہمی رشتوں میں پختگی آتی ہے اور محبت فروغ پاتی ہے آگے چل کر یہ میل ملاپ سماجی رشتوں اور دوستیوں میں بدل جاتا ہے۔ اِس میل ملاپ اور بھائی چارے کے پیچھے درگاہ شریف کا روحانی ماحول کارفرما ہوتا ہے جس سے فیضان حاصل کر کے لوگ ایک دوسرے کے لئے احترام، برداشت اور خلوص کے جذبوں میں بندھ جاتے ہیں ہم آہنگی پیدا کرنے اور محبت کو فروغ دینے میں اس درگاہ کا اہم رول رہا ہے۔

(2) باعزت زندگی جینے کا شعور پیدا کرنا :-- دربار عالیہ لار کے عقیدت مندوں کے ساتھ سماج کے پسماندہ اور پچھڑے ہوئے قبائل غریب اور بے سہارا لوگوں کی کثیر تعداد ہے جنھیں دربار لار کی صورت میں دینی اور دنیاوی طور پر اُمید کی کرن نظر آتی ہے یہ لوگ اپنے ریوڑوں کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل مکانی کرتے رہتے ہیں۔ اور خانہ بدوشی کی زندگی گزارتے ہیں ان لوگوں کے ٹھکانے چراگاہیں اور ڈھوکیں اُن مقامات پر ہوتے ہیں جہاں دورِ جدید کی کوئی بھی سہولت میسّر نہیں ناسازگار حالات اور ناموافق موسمی صورت حال میں یہ لوگ سبھی بے سہارا زندگی گزارتے ہیں ان لوگوں کو اکٹھے ہونے مل بیٹھنے اور اپنے دُکھ سُکھ بانٹنے کا موقع صرف دربار لار پر ہی میسّر آتا ہے جہاں انھیں کھانا بھی ملتا ہے۔ رہنے کو جگہ بھی ملتی ہے روحانی فیضان بھی حاصل ہوتا ہے اور دین کا درس بھی دیا جاتا ہے یہ لوگ گروہوں کی شکل میں ہر سال درگاہ شریف پر آتے رہتے ہیں۔ نذر

نیاز کرتے ہیں۔اور سجادہ نشین حضرت قبلہ بابا صاحب سے فیض حاصل کرتے ہیں بابا صاحب ان بے سہارا لوگوں کے اندر دینی تبلیغ سماجی سوچ اور عزت کی زندگی جینے کا شعور پیدا کرتے ہیں اس طرح درگاہ عالیہ سے ان خانہ بدوش قبائل کے اندر بہتر زندگی جینے کی تڑپ پیدا ہوتی ہے۔

(3) مادری زبان میں تبلیغ:— دربار عالیہ وانگت ایسی واحد زیارت ہے جہاں عقیدت مند کھل کر اپنی مادری زبان میں بات کرتے ہیں سجادہ نشین حضرت بابا صاحب خود بھی اُن سے مادری زبان میں ہی مخاطب ہوتے ہیں اُن کی تبلیغ اور روحانی پیغام بھی مادری زبان میں ہوتا ہے حضرت موصوف اسلامی تاریخ دینی امور اور روحانی باتوں کو عوامی زبان میں اِتنے دلکش انداز میں پیش کرتے ہیں کہ بات خواندہ اور ناخواندہ دونوں کے دِلوں میں اُتر جاتی ہے اور وہ معاملات کو بڑی آسانی کے ساتھ سمجھ جاتے ہیں پھر اُن پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ جب لوگ اپنی مادری زبان میں دین کی تبلیغ اور روحانی پیغامات کو مجالس میں سنتے ہیں تو اُن کے اندر اپنی مادری زبان کے تئیں احساس کمتری دور ہو جاتا ہے اور پھر وہ باہر جا کر بھی اسی زبان میں بات کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔اپنی مادری زبان کے حوالے سے عوام میں شعور پیدا کرنے میں دربار عالیہ لار شریف کا اہم رول رہا ہے۔

(4) بابا صاحب کی دُعا کا اثر:- آٹھ جون کے عُرس مبارک کے موقع پر لوگ حضرت بابا صاحب کا پیغام سننے اور دُعا میں شامل ہونے کے لئے سینکڑوں میل پیدل چل کر اپنے خاندانوں کے ساتھ پہنچتے ہیں پیغام سُن کر اور دُعا میں شامل ہو کر مریدوں کو روحانی تسکین ملتی ہے۔ پھر وہ آنے والے سال کے لئے اس پیغام کو اپنے اور اپنے عیال کے لئے برکت سمجھتے ہیں۔ مریدوں کا اعتقاد ہے کہ حضرت بابا صاحب کی دُعا میں شامل ہونے کے بعد آنے والے دن خوشیوں اور مسرّتوں کے ساتھ آئیں گے اُن کی فصلیں اچھی ہوں گی اُن کے مویشی زیادہ دودھ دیں گے۔ اُن کی صحت برقرار رہے گی اور اُن کے گھروں میں آسودگی آئے گی اس طرح بابا صاحب کا پیغام اور دُعا مریدوں کی زندگی میں خوشی اور مثبت تبدیلی کی علامت کے طور پر دیکھی جاتی ہے۔

(5) بیماروں کو شفا نصیب ہونا :- عام طور پر لوگ افراد کنبہ کے ساتھ دربار عالیہ پر آتے ہیں دربار عالیہ پر ہونے والی عبادت اور ریاضت میں حصہ لیتے ہیں حضرت قبلہ باباصاحب کی روحانی مجالس میں شرکت کرتے ہیں اُن کو اپنے مسلے اور مسائل و دُکھ درد بتاتے ہیں آپ فرداً فرداً سب کو غور سے سنتے ہیں پھر اُن کے حق میں دُعا کرتے ہیں تعویذ دیتے ہیں۔ ربی کلام پڑھ کر دم کرتے ہیں۔ اس طرح مریدوں کو اپناپن گھریلو ماحول روحانی سکون اور دینی درس کے ساتھ ساتھ بیماریوں سے شفا بھی حاصل ہوتی ہے لنگر بھی ملتا ہے۔ اور زندگی جینے کا سلیقہ بھی ملتا ہے حالانکہ درگاہ شریف پر بہت سے خادم موجود ہیں۔ جو آنے والے مہمانوں کی دیکھ بھال اور رہائش کا انتظام کرتے ہیں۔ لیکن گھر کے افراد بھی خدمت میں محو رہتے ہیں۔ تاکہ مہمانوں کو بہتر سے بہتر سہولتیں مل سکیں اس طرح زندگی کی دوڑ میں تھکے ہارے لوگ جب یہاں پہنچتے ہیں۔ تو زیارت شریف کے دینی اور روحانی ماحول کے ساتھ ساتھ انھیں دیگر سہولتیں بھی میسّر آتی ہیں زندگی کے سارے غم اور سارے دُکھ بھول جاتے ہیں۔ اور اُن کے ذہن پر زندگی جینے کے بڑے مثبت اثرات رونما ہوتے ہیں۔

(6) زندگی کے روشن پہلو اُجاگر ہونا :- درگاہ کے ساتھ جُڑے ہوئے عقیدت مندوں کی اکثریت اقتصادی طور پر پسماندگی کا شکار ہے۔ یہ لوگ اس قابل نہیں ہوتے کہ کشمیر کی حسین و جمیل گھاٹی میں رہ کر زیادہ خرچ کر سکیں۔ لیکن زیارت شریف پر اُن کو مُفت کھانا ملتا ہے۔ مُفت رہنے کی سہولت ملتی ہے اور بے بہا خلوص روحانی ماحول اور محبت ملتی ہے اور حضرت میاں صاحب کی شفقت ملتی ہے۔ تو لوگ سب پریشانیوں کو بھول جاتے ہیں۔ اور انھیں زندگی خوبصورت نظر آنے لگتی ہے۔ وہ زندگی کے روشن پہلو کا تصور لے کر واپس لوٹتے ہیں۔ اور بہتر زندگی کے خواب دیکھتے ہیں۔

(7) عاقبت سنوارنے کی تقویت ملنا :- زیارت شریف پر میاں بشیر احمد صاحب کے دربار میں حضرت مذہبی اور تدریسی باتیں کرتے ہوئے مریدوں کو دُنیا اور آخرت کی باتیں تفصیل کے ساتھ بتاتے ہیں تو

لوگوں کے اندر مذہب کی اہمیت کا احساس جاگتا ہے اور پھر وہ اُس پر عمل پیرا ہوتے ہیں آپ کے ہاتھ بیعت ہوتے ہیں۔ مذہب کے اصولوں پر چلنے کا عہد کرتے ہیں اس طرح درگاہ سے حاصل کی گئی دینی اور روحانی باتوں کا اثر مریدوں کو اپنی زندگی سنوارنے اور عاقبت کے لئے کچھ حاصل کرنے کی تقویت ملتی ہے۔ جس کے اثرات معاشرے پر رونما ہوتے ہیں۔

(8) اجتماعی شعور پیدا کرنا:۔ مریدوں اور دربار عالیہ کا آپس میں زبردست رابطہ بھی رہتا ہے یہاں سے جتنی ہدایات ملتی ہیں وہ اُن کے دینی سدھار، روحانی بہتری اور سماجی و معاشرتی طور پر اوپر اُٹھنے اور آگے بڑھنے کے لیے ہوتی ہیں اور عوام میں اجتماعی شعور پیدا ہوتا ہے اس شعور کا کسی قوم میں جاگنا بہت بڑی بات ہوتی ہے۔ اس شعور کا معاشرے کی بہتری اور عوامی بہبودی میں بڑا عمل دخل ہوتا ہے زیارت لاروانگت ہی ایک ایسا مرکز ہے جو ریاست کے پسماندہ اور پچھڑے قبائل کے اجتماعی شعور کو بیدار کرتا ہے۔

(9) حالات کے ساتھ موافقت پیدا کرنا:۔ دربار عالیہ پر منعقد مجالس میں حضرت میاں صاحب لوگوں کو بتاتے ہیں کہ وہ ایک قوم ہیں جس کا ماضی بڑا شاندار اور جاندار تھا جس کا اپنا تاریخی پس منظر اور ثقافتی وراثت ہے بدقسمتی سے بیچ میں حالات کے باعث یہ قوم تنزل کا شکار ہوئی اور معاشرہ گراوٹ سے دوچار ہوا۔ اقتصادی پسماندگی اور ناخواندگی نے اُن کی ہیت بگاڑ دی اور اُن میں احساس کمتری آتا گیا لیکن اب حالات بدل چکے ہیں۔ ترقی کے راستے اُن پر بھی کھلے ہیں اور انھیں آج کے تناظر کے مطابق اپنی سوچوں کو بدلنا ہوگا وہ فرماتے ہیں۔ ''آپ ہر زمانے میں غریب نہ تھے تعلیمی طور پر پسماندہ بھی نہ تھے بلکہ ترقی یافتہ قوموں میں سرفہرست ہوا کرتے تھے اِن حالات کا مقابلہ کرو وقت سازگار ہے زندگی کی دوڑ میں آگے بڑھو۔'' حضرت باباصاحب کے دلوں کو چھونے والے ان اقوال زریں کو مرید سینوں میں اس طرح کر لیتے ہیں اس طرح محفوظہ کر لیتے ہیں جس طرح لوگ قیمتی سکوں کو لکڑی کے صندوقوں میں بند کیا کرتے تھے۔ اُن کے اندر کا احساس کمتری ختم ہوجاتا ہے اور

رہ دوسری قوموں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

(10) تاریخی تشخص کے بارے میں روشناس کرنا:- بدقسمتی سے ریاست کے درجہ فہرست قبائل کے پاس تحریری صورت میں بہت کم تاریخی مواد دستیاب ہے جو ہے اُس کو دوسرے مورخوں نے مسخ کر کے پیش کیا ہے چونکہ ان لوگوں کی اکثریت ناخواندہ رہی ہے اور بستیوں سے دور رہے ہیں۔اس لئے یہ لوگ اپنے تاریخی تناظر سے بہت کم واقفیت رکھتے ہیں۔اس کمی کو پورا کرنے کے لئے حضرت قبلہ باباصاحب اکثر انہیں تاریخی تناظر میں لے جاتے ہیں۔اور تاریخ کے اُن پہلوؤں سے روشناس کراتے ہیں۔جوانکے شاندار ماضی کے ساتھ وابستہ ہیں۔اور پیڑی در پیڑی اور سینہ بہ سینہ ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوتے رہے ہیں۔

تاریخی تناظر میں جا کر آپ حاضرین کے شعور کر جگاتے ہیں۔بہادروں اور سرفروشوں اور مطیع نہ ہونے والے اپنی قوم کے حکمرانوں کی یاد دلا کر اُن میں جوش اور ولولہ پیدا کرتے ہیں۔تاکہ آنے والے وقت میں یہ لوگ آگے بڑھنے اور حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو سکیں۔

(11) اخوت اور برابری کا درس دینا:- حضرت باباصاحب جب مریدوں سے مخاطب ہوتے ہیں۔تو عقیدت مندوں کو یکساں طور سے دیکھتے ہیں۔عام طور پر آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ......"دنیا میں سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔دین اور سلسلہ آپ کو اخوت مساوات اور برابری کے اصولوں میں باندھتا ہے اگر کوئی پیچھے رہ گیا ہے تو ہاتھ پکڑ کر اُسے آگے لاؤ اپنے ساتھ رکھو۔اپنے جیسا سمجھوتا کہ معاشرے سے اقتصادی عدم مساوات کو دور کیا جا سکے اور غریب کو بھی اُس کا حق مل سکے رشتے اور سلوک انصاف کی بنیادوں پر ہونے چاہیں۔آپس میں تناؤ نہ قبیلوں کے لئے اچھا ہے نہ فرقوں اور قوموں کے لئے مفید ہے باباصاحب کے اس طرح کے پیغام سے فرقوں میں دوریاں کم کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔"

(12) باہمی جھگڑے سلجھانے میں معاونت کرنا:- دربار لار سے وابستہ مریدوں قبائل

اور مختلف فرقوں میں باہمی جھگڑے ہوتے ہیں۔اُن کو سلجھانے میں بابا صاحب کا فیصلہ حتمی مانا جاتا ہے وہ جھگڑا چاہے زمین کا ہو ڈھوک کا ہو مویشوں کی چوری کا ہو رشتوں کا ہو زمینوں کا ہو اکثر لوگ اُن کے حل کے لئے میاں صاحب کے دربار میں پیش ہوتے ہیں۔آپ دونوں فریقوں کو آمنے سامنے بیٹھا کر اُن کے بیانات کو بڑے غور کے ساتھ سُنتے ہیں۔پھر دین اور شریعت کے رہنما اصولوں اور قوانین کے مطابق فیصلے صادر فرماتے ہیں۔جن کو فریقین قبول کرتے ہیں۔آپ کے فیصلوں کو پتھر کی لکیر جانا جاتا ہے۔کوئی بھی اس سے منحرف ہونے کی جسارت نہیں کرتا اس طرح عوام کو موقع پر انصاف دلانے میں بھی اس زیارت کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔

(13) سیاسی رہبری دینا اور بہتر زندگی کے مواقع فراہم کرنا:- دربار عالیہ لاروانگت سے لوگوں کو کئی طرح کی مرعات اور معاونت حاصل ہوتی ہے۔اُن کی دینی او قلبی اصلاح ہوتی ہے مذہبی نشونما ہوتی ہے۔روحانی پرداخت ہوتی ہے سماجی بہتری کے لئے کاوشیں ہوتی ہیں۔اقتصادی بہبودی کے لئے سوچا جاتا ہے۔ اور پھر اُن کو سیاسی طور پر رہبری بھی یہاں سے ہی حاصل ہوتی ہے۔کیونکہ اس زیارت سے وابستہ لوگوں کی اکثریت پہاڑی علاقوں اور جنگلوں کے قریب مُقیم ہے اور اُن کی حکومت کے ایوانوں تک پہنچ نہیں ہوتی اس لئے اُن کو دربار لار سے سیاسی رہبری اور پذیرائی کی بھی توقع ہوتی ہے جو بھی لوگ یہاں آتے ہیں۔اُن کے ساتھ اقتصادی مسائل بھی ہوتے ہیں۔بچوں کی پڑھائی اُن کے لئے نوکریاں، دفاتر میں پیش آنے والی روکاٹیں، بجلی پانی اور سڑک جیسے معاملات جنگل میں چراہگاہوں کی واگذاری کی باتیں یہ تمام مسئلے بھی اکثر بابا صاحب کے روبرو پیش ہوتے ہیں۔لوگوں کے ان اقتصادی اور سرکاری مسائل کی نگہداشت اور دیکھ ریکھ کا کام میاں صاحب اپنے صاحبزادے اور ریاست جموں و کشمیر کے کابینہ وزیر میاں الطاف احمد کے سُپرد کرتے ہیں۔میاں الطاف احمد صاحب ان کاموں کو نپٹانے عوام کو انصاف دلانے کی زبردست صلاحیت اور امنگ رکھتے ہیں۔وہ بڑی سخاوت فراخ دلی، تحمل اور جذبہ ہمدردی کے ساتھ ان کے مسئلوں کو سُنتے ہیں۔پھر اُن کے کام کے لئے مختلف دفاتر کے ساتھ رابطہ رکھتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے لوگوں کے کام کرواتے ہیں۔میاں الطاف احمد جہاں صبح نو بجے

سے ہی گھر پر لوگوں کو ملنا شروع کرتے ہیں اُن کے مسائل کو سُنتے ہیں وہیں سیکریٹریٹ میں آپ نے دور دراز کے عوام کے لئے اپنے دفتر میں ہر وقت دروازے کھلے رکھے ہوتے ہیں دور دراز علاقوں سے لوگ جب آپ کے دفتر میں پہنچتے ہیں تو آپ بڑے پُر جوش لہجے اور گرم جوشی کے ساتھ اُن سے ہاتھ ملاتے اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ پھر اُن کو عزت سے بیٹھا کر مسلوں کا حل نکالتے اور مطمین کر کے واپس بھیجتے ہیں درگاہ کے ساتھ جُڑے ہوئے عوام کے اقتصادی مسائل کے حل کے لئے جو جدو جہد میاں الطاف احمد کر رہے ہیں۔اس طرح کی جدو جہد آپ کے والد محترم حضرت میاں صاحب (۱۹۸۷-۱۹۶۷ء) اور داداصاحب حضرت میاں نظام الدین ؒ نے (۱۹۳۲-۱۹۶۵ء) تک کی تھی اس طرح عوامی خدمت کا یہ سلسلہ تقریباً ۸۰ ربرسوں سے جاری ہے۔جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج دربار سے وابستہ عقیدت مندوں کی بڑی تعداد غربت جہالت اور پسماندگی کی عمیق گہرائیوں سے باہر آچکی ہے اور زندگی کی دوڑ میں نہ صرف دوسروں کا مقابلہ کر رہی ہے بلکہ دربار عالیہ کی روحانی نوازشوں کے باعث اُن سے آگے بھی نکل رہی ہے۔اقتصادی طور پر عوام کا شعور جگانے ہر نہج پر ان کی رہبری کرنے اور اُن لوگوں کو بہتر زندگی کے مواقع فراہم کرنے میں دربار عالیہ کے سجادہ نشینوں کا بڑااہم رول ہے۔

(14) ذہنی تناو اور انتشار سے نجات:- پچھلے اکیس سالوں میں نامساعد حالات کے پیش نظر پہاڑوں اور جنگلوں کے قریب آباد طبقوں کی زندگی پر بڑے مضر اثرات رونما ہوئے ہیں۔اور وہ لوگ جو سردیوں اور گرمیوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ مویشوں اور ریوڑوں کے ساتھ نقل مکانی کیا کرتے تھے اُن کی گاوں ڈھوکوں اور مرگوں کی طرف آمدورفت بُری طرح متاثر ہوئی ان علاقوں میں لوگوں کو تحفظ نہ ملنے کی وجہ سے اِنہیں سخت نقصانات اُٹھانے پڑے اور ان کی بڑی تعداد کو صدیوں پُرانا آبائی پیشہ چھوڑنا پڑا۔اُن کے لئے سخت اقتصادی مسائل پیدا ہوئے کئی لوگ ذہنی خلفشار کا شکار ہوئے اور زندگی سے کٹ کر رہ گئے عام طور پر ذہنی تناو کا علاج ڈاکٹر بھی نہیں کر سکتے وہ بھی صلاح دیتے ہیں کہ گھر میں سکون پیدا کرو اس قسم کے تناو میں مبتلا لوگوں کو اکثر دربار عالیہ پر لایا جاتا ہے۔درگاہ کے فطرت سے آسودہ اور روحانی ماحول سے جہاں اُنہیں سکون ملتا ہے۔وہیں حضرت ایسے

لوگوں کو خود شناسی کی تلقین کرتے ہیں، اُن میں اعتماد پیدا کرتے ہیں، انتشار اور مایوسی سے نجات حاصل کرنے کے لئے توکل کا درس دیتے ہیں۔

(15) قبائلی طرزِ زندگی کا شعور بیدار کرنا:— ریاست جموں و کشمیر کے پہاڑوں اور جنگلوں کے قریب رہنے والے عوام کی طرز زندگی کو زندہ رکھنے اور اُس کو تقویت دینے میں بھی درگاہ لار کا بڑا اہم رول رہا ہے یہی وہ مرکز ہے جہاں کے سجادہ نشین اور خاندان کے دیگر افراد وہی پہنتے ہیں جو قبائلی زندگی میں رائج ہے وہی کھاتے ہیں جو ان طبقوں میں مقبول ہے اور اُسی طرح کے ماحول کو برقرار رکھتے ہیں جس میں زندگی ہزاروں سالوں سے پنپ رہی ہے۔ میاں صاحب نے ہمیشہ اِس طرز زندگی کو اپنی پہچان بنا کر رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج دوسری قومیں اپنے تہذیبی اور ثقافتی ورثے کو بھول چکی ہیں لیکن حضرت بابا صاحب نے بھی آج اپنے قبائل کو اپنی وارثت کے ساتھ جوڑا ہوا ہے۔

(16) تعلیمی لحاظ سے آگے لانے میں معاونت کرنا:- میاں بشیر احمد صاحب مریدوں کو تبلیغ کے دوران بچوں کی تعلیم کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ پسماندگی کی سب سے بڑی وجہ معاشرے میں پھیلی ہوئی ناخواندگی ہے۔ جب تک بچوں کی تعلیم کی طرف توجہ نہ دی جائے گی اُنھیں تعلیمی ماحول مہیا نہ کیا جائے گا، اُنکی مناسب تربیت نہ ہوگی تو معاشرے میں بہتری نہیں آسکتی وہ سماج کو بدلنے کے بجائے اُس کو تعلیمی لحاظ سے بہتر بنانے پر زور دیتے ہیں تا کہ آج کے اقتصادی دور میں وہ پیچھے نہ رہیں وہ چاہتے ہیں کہ ریاست کے پہاڑوں میں آباد صدیوں سے دبے کچلے غریب اور ناخواندہ قبائل بھی ترقی کریں اور آگے بڑھیں اس طرح وہ دین اور سماج کی زیادہ خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ مریدوں کو اپنے پیر خانہ سے ہی ہدایات ملتی ہیں کہ وہ تعلیمی لحاظ سے کس طرح آگے آسکتے ہیں۔

(17) علاقائی معاملات میں عمل دخل:— عام طور پر دربار عالیہ سے وابستہ لوگ سیاسی رہنمائی

کے لئے دربار عالیہ کی طرف دیکھتے ہیں۔اور لار بابا نگری سے رجوع کرتے ہیں علاقائی طور پر سیاسی فیصلے بھی اکثر میاں صاحب کی اجازات اور منشا کے مطابق ہوتے ہیں۔جس کی طرف حضرت اشارہ کریں وہی عوام کی محبت کا مستحق ہو جاتا اور قبیلوں کے سردار بھی اکثر فیضان اور رُتبہ حاصل کرنے کے لئے حضرت کے پاس جاتے ہیں۔ کیونکہ آگے چل کر مقامی طور پر اُن کا رول سماجی، سیاسی، اقتصادی، مذہبی اور سلسلہ کے لحاظ سے اہم ہو جاتا ہے۔

(18) درباعالیہ کا فطرت کے قریب ہونا- درگاہ عالیہ اقتصادی لحاظ سے پسماندہ اور پچھڑے ہوئے طبقوں و دیگر عوام کے لئے دین اور روحانیت کا مرکزی ادارہ ہے جہاں لوگ آکر عبادت وریاضت میں محو رہتے ہیں۔یہ درگاہ پسماندہ لوگوں کی سوچوں کا مرکز ہے برفانی چوٹیوں کے دامن میں جنگل کے قریب دربار کے ساتھ متعدل اور موافق موسمی حالات قبائلی طرز زندگی کے درمیان روحانیت کا درس، سلسلہ کی تبلیغ صوفیانہ ماحول کی خوشبو لنگر شریف کا روایتی کھانا اور لوگوں کی عبادت اور درگاہ شریف پر اعتقاد ملکر مریدوں کو ایسا سکون اور تسکین دیتا ہے۔جو انھیں اور کسی مقام پر نہیں ملتا۔

(19) سلسلہ کی تفصیل اور میاں بشیر احمد صاحب کی طرف سے سلسلہ کے ساتھ وابستہ زیارتوں کا احترام کرنا

میاں بشیر احمد صاحب سلسلہ نقشبدیہ مجدّدیہ کے تمام سجادہ نشینوں سے رابطہ رکھتے ہیں اور وہاں کے حالات سے باخبر رہتے ہیں۔آپ کے ارشاد کے مطابق ماگم شریف سلسلہ کی تیسری پشت ہے۔اور سلسلہ کے لحاظ سے یہ زیارت دربار کنیاں شریف کا پیر خانہ ہے کیوں کہ سرہند شریف کے بعد چورہ شریف آتا ہے چورہ شریف سے ماگم شریف کے ولی حضرت صدیق میر ماگیؒ کو خلافت ملی اور ان سے حضرت خواجہ نظام الدین کیانویؒ نے خلافت حاصل کی آپ بہت بڑی روحانی شخصیت بن کر اُبھرے اور دین دُنیا کی بھلائی کے لئے معاون ثابت ہوئے۔

حضرت خواجہ نظام الدین کیانویؒ نے متقدر اولیاؤں کو خلافت عطا کی تھی۔جن میں حضرت میاں عبداللہ عرف باباجی صاحبؒ وانگت، موہڑہ کے حضرت مولانا محمد قاسمؒ اپنے فرزند حضرت میاں طسّینؒ کنیاں شریف

خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ جنہیں آپ نے مختلف تواریخ پر اپنا عرس منانے کی اجازت دی تھی۔ ایک دن دربار کنیاں شریف میں مجلس لگی ہوئی تھی تو حضرت خواجہ نظام الدین کیانویؒ نے اپنے صاجزادے اور جانشین باباطُسین صاحب" کو ۲۴ ہاڑ کا دن منانے کے لئے کہا موہڑا شریف کوہ مری کے حضرت مولوی محمد قاسم صاحب[62] " کو پانچ منگھر کا دن بتایا جبکہ حضرت باباجی صاحبؒ کو فرمایا کہ "آپ ۲۶ جیٹھ کو کا دن منائیں" اور یہی حضرت خواجہ نظام الدینؒ کا یوم وصال ہے۔ حیرانگی کی بات یہ ہے کہ جو تاریخیں حضرت پیر کیانی صاحبؒ نے اپنے خلیفوں کا منانے کے لئے بتائی تھیں۔ اُن تاریخوں پر متعلقہ خلفا کا وصال ہوا۔ ماسوائے ۲۶ جیٹھ کے جو حضرت باباجی صاحبؒ کو منانے کے لئے دیا گیا تھا اس دن حضرت پیر کیانی صاحبؒ کا اپنا وصال ہوا ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت پیر نظام الدین کیانوی صاحبؒ کو حضرت باباجی صاحبؒ سے کتنا روحانی لگاؤ تھا چونکہ موہڑہ کے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا پیر خانہ بھی دربار کنیاں شریف ہے اس لئے دربار موہڑا اور دربار وانگت کے ولیوں اور خاندانوں میں ایک دوسرے کے لئے عقیدت اور احترام کا رشتہ رہا ہے۔

[62] موہڑہ کے حضرت محمد قاسمؒ کی ابتدائی زندگی بڑی غربت اور تنگ دستی میں گزری تھی پیشے سے آہنگر تھے موضع سیاڑی میں ایک پن چکی تھی اور یومیہ اُجرت پر کام کرتے تھے اور کبھی کبھار چھوٹا موٹا ٹھیکہ لے لیا کرتے تھے ٹھیکے میں نقصان ہوگیا اور گھر اثاث تین سو روپے میں ضبط ہوگیا۔ بہت آزردہ خاطر ہوئے اسی عالم میں ایک روز کو ہالہ پل کے پاس کام میں معروف تھے وہاں گھنی چھاؤں والے درخت کے نیچے ایک چبوترا تھا جہاں اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے دفعتاً وہاں ایک پُر جلال شخصیت کا ظہور ہوا۔ اور چبوترے پر تشریف فرما ہوئے پاس کھڑے حضرت مولانا محمد قاسمؒ سے فرمایا سخت پیاس لگی ہے مولانا فوراً چشمے سے پانی لائے گُڑ کا شربت بنا کر پیش کیا آپ نے شربت پی کر حضرت مولانا سے دریافت کیا آپ کیوں ملول لگتے ہیں۔ مولانا نے اپنی پریشان حالی کا سبب بیان کیا سننے کے بعد فرمایا میں کنیاں شریف ورادہ کا رہنے والا ہوں میری ضرورت پڑی تو میرے پاس آجانا اور آنکھوں سے اوجھل ہوگئے۔ یہ مرد مومن حضرت خواجہ نظام الدین کیانویؒ تھے۔ چند روز بعد حضرت مولانا محمد قاسمؒ اپنے فرزند ارجمند حضرت نذیر احمدؒ کے ہمراہ دربار کیانوی پر حاضر ہوگئے تہی دستی میں صرف تھوڑی سی مٹی ہی خدمت میں پیش کردی اسی دوران ایک مُرید نے سرکار کیانوی کی خدمت میں ایک قیمتی گھوڑا پیش کیا آپ نے حضرت مولانا قاسمؒ کو فرمایا یہ گھوڑا لے جاؤ فروخت کرکے اپنی پن چکی واگزار کروالو۔ حضرت مولانا نے عرض کی قبلہ ہم اس کی خدمت تو کرسکتے ہیں لیکن اس سے فائدہ اٹھانے کی جسارت نہیں کرسکتے آپ صرف دعا فرمائیں مرشد پاک جواب سے راضی ہوئے اور فرمایا آپ اپنے مکان میں تخت بچھا کر ریاضت میں لگ جایئے بھٹکنے کی اجازت نہیں وہیں آپ کی ہر حاجت روائی ہوگی سجادہ قائم ہوگا۔ دینی اور دنیوی درجات بلند ہوں گے حاجت مند فلاح پائیں گے پھر ایسا ہی ہوا، ہوتا بھی کیوں نہ

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں ☆ جو ہو ذوقِ یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

۲۰۰۱ء بکری بمطابق ۱۹۴۴ء میں پانچ منگھر کے عرس میں میاں بشیر احمد صاحب بھی موہڑہ تشریف لے گئے تھے آپ اُن یادوں کو تازہ کرتے ہوئے بتاتے ہیں۔ اُس وقت وہاں میلے کی سی صورت تھی ہزاروں لوگ غلہ دودھ مکھن گھی بکرے آٹے کی بوریاں لا رہے تھے اور دربار کے باہر دور تک غلے کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ اُس دن حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ سخت بیمار تھے آخری وقت نزدیک تھا اُس وقت حضرت بابا صاحب، مولانا مولوی قاسم صاحب کے قریب کھڑے تھے مولانا صاحب ایک رضائی میں لپٹے ہوئے کچھ دیر بابا صاحب کی طرف دیکھتے رہے پھر آبدیدہ ہو گئے سلسلہ کی پہچان تو تھی مگر ملاقات نہ تھی دس منٹ بعد حضرت مولوی صاحب کا وصال ہو گیا یہ وہی تاریخ تھی جو دربار کنیاں شریف کے ولی حضرت میاں نظام الدین کیانیؒ نے حضرت مولوی قاسم صاحب کو منانے کے لئے بتائی تھی۔ دربار موہڑہ کے سجادہ نشین پیر نذیر دربار کنیاں شریف سے بیعت تھے اور پیر نذیر کی چھوٹی بہن حضرت میاں عبدالرشید صاحبؒ کے نکاح میں تھی ۱۹۴۷ء سے پہلے ۱۹۳۳ء میں ایک بار حضرت پیر نذیر اور حضرت مرزا عبدالرشید صاحبؒ وانگت تشریف لائے تھے بانڈی پور سے وانگت تک لوگ اُن کے استقبال کے لئے راستے میں کھڑے تھے لامن وانگت سے اُڈر تک گھوڑوں کی قطار تھی میاں بشیر احمد صاحب کی عمر ۱۰/۱۱ سال تھی حضرت مرزا عبدالرشید صاحبؒ کی بڑی بیوی مائی پسوالی بھی ساتھ تھیں اُن کی پالکی دربار کے قریب اُتار دی گئی وہ یہاں دو دن رہے پھر یہ قافلہ واپس روانہ ہو گیا۔ ماگم شریف کی خلافت حضرت خواجہ نور محمد ترالی کو چورا شریف سے حاصل ہوئی تھی اور یہاں سے حضرت خواجہ نظام الدین کیانیؒ نے فیض حاصل کیا تھا اس لئے دربار وانگت کو درگاہ ماگم شریف سے عقیدت رہی ہے۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب بارہا اپنے والد بزرگوار حضرت میاں نظام الدینؒ کے ہمراہ ماگم شریف جاتے رہے۔ البتہ عرس پر نہیں جاتے تھے تنہا جاتے ہیں اور اولیا کی زیارت پر حاضری دیتے ہیں حضرت بابا صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ "اولیاؤں کے بارے میں قرآن شریف میں فرمان ہے اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو کوئی خوف نہیں اور نہ ہی کوئی غم ہے۔ کیونکہ یہ میرے نزدیک ہیں۔" بابا صاحبؒ اُن تمام زیارتوں پر جاتے رہے ہیں جو سلسلہ اور دربار کھیاں شریف سے وابستہ رہی ہیں۔ اسی طرح دربار شاہدارہ شریف اور سرہند شریف سے آپ کو بہت عقیدت ہے۔

(21) سلسلہ اور اعتقاد کا فروغ:- زیارت لار کے باعث پہاڑی علاقوں میں آباد لوگ ایک دوسرے کے ساتھ جُڑے رہتے ہیں۔ اور اُن کے اندر ایک ہی قبیلے جیسا احساس رہتا ہے۔ یہاں آنے والے زایرین کو بتایا جاتا ہے کہ دین پر کیسے چلنا ہے مذہبی حساب سے زندگی کو کیسے چلانا ہے۔ دُنیا اور آخرت کی کیا تت ہے۔ اسلام اور سُنت، شریعت اور سلسلہ کی بات ہوتی ہے بُرے بھلے کی تمیز سکھائی جاتی ہے۔ حق و باطل کا فرق سمجھایا جاتا ہے اور رزق حلال کھانے اور صاف سُتھری زندگی جینے کی ہدایت دی جاتی ہے۔ بے اولاد اس دربار کا وسیلہ پکڑ کر اولاد مانگتے ہیں۔ بیمار روحانی اور جسمانی بیماریوں سے نجات حاصل کرنے کی خاطر حضرت صاحب سے دعا کے لیے استدعا کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالی ان کی مرادوں کو پورا کرتا ہے۔ عقیدت مندوں کو زندگی کے ہر شعبے میں اس دربار کی روحانی عنایات کا اعتقاد ہے۔ محبت فروغ پاتی ہے۔ خلوص کی سوغاتیں بٹتی ہیں۔ روحانیت اور معرفت کے جام پلائے جاتے ہیں۔ اور اُن کو تربیت دی جاتی ہے کہ وہ اپنے ورثے اور اپنی شاندار قدروں کے تحفظ پر اعتماد رکھتے ہوئے صاف سُتھرے اور سنہرے مستقبل کے منصوبے بنائیں۔

(22):- کشمیر کے دونوں حصوں میں دوستی اور مذہبی پیشوائی کی علامت دربار لار

دربار عالیہ لار وہ واحد زیارت ہے جس کے ساتھ دینی اور روحانی طور پر جموں وکشمیر اور حد متارکہ کے اُس پار کے لوگ یکساں طور سے وابستہ ہیں۔ تقریباً ہر گھر میں اس زیارت کے عقیدت مند موجود ہیں۔ اور آج بھی اپنے پیرخانہ سے اُسی طرح عقیدت رکھتے ہیں۔ جس طرح ۱۹۴۷ء اور ۱۹۶۵ء سے پہلے اس دربار سے وابستہ تھے۔ یہ درگاہ کشمیر کے دونوں حصوں کے درمیان مشترکہ میراث کی علامت تصور کی جاتی ہے اٹھاون برس تک آزاد کشمیر میں آباد گجر بکروال اور پہاڑی لوگ اپنے پیرخانہ سے جُدائی کے غم میں تڑپتے رہے۔ دربار عالیہ کے سجادہ نشین حضرت میاں نظام الدینؒ اور حضرت باباصاحب بھی اپنے مریدوں سے ملنے کیلئے بے چین رہے اور دربار عالیہ پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ سوہاوانور پورِ سیداں جہلم، پیرخانہ دربار کنیاں شریف دراوہ مظفر آباد اور اُس پار کے بچھڑے مریدوں کو یاد نہ کیا جاتا ہو۔

☆ ڈاکٹر نثار میر کشمیر یونیورسٹی

خُلفائے کرام حضرت خواجہ نظام الدین کیانویؒ

اسمائے گرامی	سکونت
حضرت خواجہ محمد طسلین صاحبؒ	کنیاں شریف
فرزند حضرت خواجہ نظام الدین کیانویؒ	دراوا، ضلع مظفر آباد
حضرت میاں عبداللہ عُرف باباجی صاحبؒ	بابانگری وانگت، کشمیر
حضرت خواجہ محمد قاسم صاحبؒ	کوہ مری موہڑہ، ضلع راولپنڈی
حضرت خواجہ بہرام الدین صاحبؒ	کھری گام، کشمیر علاقہ شاردی
حضرت ارسلا خان صاحبؒ	رجوعہ، ضلع ہزارہ
حضرت قطب الدین صاحبؒ	موضع تھکیالہ علاقہ چلاس کوہستان
حضرت حبیب اللہ صاحبؒ	موضع جریدویلی کاغان
حضرت سید منور شاہ صاحبؒ	نواب سرحدی کاغان
حضرت میاں راجولی صاحبؒ	زرہامہ کیواڑہ
حضرت جی لالہ صاحبؒ	موضع بونجہ کاغان
حضرت میاں محمد اسحاق صاحبؒ	جبڑی شریف علاقہ بالاکوٹ ہزارہ
حضرت میاں جیون صاحبؒ	پتلنگ علاقہ بالاکوٹ
حضرت قاضی صاحبؒ	جبڑی شریف بالاکوٹ
حضرت شامدار صاحبؒ	بھلوا ضلع ہزارہ



سید عبداللہ شاہ آزاد فرزند حضرت حاجی سید نوران شاہ صاحب ؒ

حضرت قاضی بدرالدین صاحبؒ	نواں شہر ایبٹ آباد ضلع ہزارہ
مولانا محمد جان صاحبؒ	نواں شہر ایبٹ آباد ضلع ہزارہ
مولانا عبدالغنی صاحب	نواں شہر ایبٹ آباد ضلع ہزارہ
حضرت عبدل لطیف صاحبؒ	بھڑنہ
حضرت ظل محو صاحبؒ	جال کوٹ تانگیر
حضرت سید رسول شاہ صاحبؒ	بج موہری نجوڑا علاقہ بالاکوٹ
حضرت سائیں حیات صاحبؒ	ڈنگی داخلی موٹیاں ہری پور ہزارہ
حضرت سائیں میراں صاحبؒ	مستوار دنگی کوکھاں
حضرت سید غلام نبی شاہ صاحبؒ	ملتان شریف متصل موچی دروازہ
حضرت حبیب اللہ صاحبؒ	موضع جاناوی علاقہ گریز
حضرت مولانا محمد زمان صاحبؒ	سرینگر کشمیر متصل جامع مسجد
حضرت خواجہ عبدالقادر صاحبؒ	دردپورہ پرگنہ اُتر مچھی پورہ کشمیر
حضرت سید عمر شاہ صاحبؒ	گرمنڈا شریف علاقہ کٹھائی مظفر آباد
حضرت حاجی نور احمد صاحبؒ	موات علاقہ دراوہ
حضرت قلندر خان صاحبؒ	موضع بنجلیاں علاقہ تنول

نیر سمندر حصہ چہارم صفحہ ۱۲۵-۱۲۶

جی صاحبؒ کے خلیفہ اوّل

سید حاجی نوران شاہ صاحبؒ کو بابا جی صاحب کا خلیفہ اوّل مانا جاتا ہے، حضرت حاجی صاحبؒ کا آبائی وطن ضلع ہزارہ تحصیل مانسہرہ علاقہ بالاکوٹ تھا آپ کے اجداد تبلیغ اسلام کے لیے ضلع راجوری کی طرف آئے اور دوداسن گاوں کو مسکن بنایا۔ جہاں نوران شاہ صاحبؒ کی زندگی کا آغاز ہوا۔ آپ کی ظاہری تعلیم کے بارے میں زیادہ معلومات دستیاب نہیں البتہ قرآن شریف کا ترجمہ صحیح طور پر جانتے تھے اور بہت سی دینی کتابوں پر نظر تھی فارسی پر بھی عبور حاصل تھا اور مثنوی مولانا روم پڑھتے تھے مثنوی شریف کے چیدہ چیدہ اشعار زبانی یاد تھے۔ سلوک کی کتابوں سے بہت لگاو تھا۔ روحانی تعلیم آپ نے اپنے بزرگوار سے حاصل کی تھی سلوک کی منزلیں اپنے مرشد بابا جی صاحبؒ کی صحبت میں طے کیں۔ ختم خواجگان اور دائمی وظائف بہت زیادہ فرماتے تھے۔ پیر نوران شاہ صاحبؒ کو بچپن سے ہی فریضہ حج ادا کرنے کی جستجو تھی۔ اُس زمانہ میں حج کرنا آسان نہ ہوتا تھا سمندر کے راستے جہاز کے سفر کے لئے بہت خرچہ آتا تھا جس کے وہ متحمل نہ تھے۔ لیکن دل میں حج کی خواہش زندگی کے ساتھ ساتھ توانا ہو رہی تھی چنانچہ پچاس سال کی عمر میں آپ نے پیدل حج کرنے کا فیصلہ کیا اور کسی قافلے کے ساتھ سفر محمود کے لئے روانہ ہو گئے کئی مہینوں کے پیدل سفر اور مصائب کے بعد آپ مکہ شریف میں پہنچے آپ کے سفر حج کے بڑے پاکیزہ واقعات ہیں جس کو سن کر روحانی سرور اور قلبی نور حاصل ہوتا ہے۔ حج اکبر کے بعد تین مہینے متواتر مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ کسی خاص عذر کے بغیر ایک منٹ بھی دربار رسالت سے غیر حاضری نہ کی اور اللہ پاک نے آپ کی اس محبت اور ریاضت کو ایک عظیم ولی سے ملا کر قبول کیا جن کا نام حضرت بابا جی صاحبؒ ہے۔ بیعت اللہ شریف کے طواف کے دوران حاجی نوران شاہ صاحبؒ کے ساتھ ایک اور شخص طواف کر رہا تھا۔ جس کا قد مبارک لمبا تھا۔ سفید لباس تھا چہرہ مبارک ایسا نورانی تھا کہ نور کے تجلے اُٹھ رہے تھے متبسم نظر کے ساتھ دو تین دفعہ اُس شخصیت نے نوران شاہ صاحبؒ کی طرف دیکھا اور شاہ صاحب کو یقین ہو گیا کہ یہ کوئی ولی اللہ ہے۔ سوچا کہ طواف سے فارغ

ہو کر یہ جہاں جائے گا اُس کا تعاقب کروں گا۔ اِن سے دریافت کروں گا کہ "وہ کون ہیں۔" لیکن بھیڑ میں وہ شخصیت غائب ہوگئی اور پھر نظر نہ آئی۔ اُس ولی اللہ کا چہرہ حاجی صاحبؒ کے دل پر نقش ہو گیا اُس کے بعد اُس شخصیت کو حاجی صاحبؒ نے مکہ میں ہی خواب میں دیکھا حاجی صاحبؒ نے دریافت کیا کہ آپ کہاں رہتے ہیں۔ تو اُنھوں نے مشرق کی طرف انگشت مبارک سے اشارہ کر کے فرمایا کہ وہاں دیکھو حاجی صاحب نے اُس طرف دیکھا تو بہت دُور برف سے ڈھکے ہوئے سفید پہاڑ دکھائی دیئے فرمایا میں وہاں رہتا ہوں حاجی صاحبؒ نے عرض کیا "اپنی کوئی نشانی دکھادیں کہ میں آپ کو اچھی طرح پہچان لوں۔" اُس وقت اُس شخصیت نے اپنے ماتھے سے عمامہ شریف کو سرکایا تو پیشانی پر زخم کا مندمل نشان تھا۔ فرمایا "میری پہچان کا یہی نشان ہے۔" اُس کے بعد حاجی صاحبؒ نے پھر مکہ شریف میں ہی خواب دیکھا کہ وہی شخصیت انہی برف والے پہاڑوں کی طرف اشارہ کر کے فرما رہی ہے کہ تمہارا پیر اِن برف پوش پہاڑوں کے نیچے رہتا ہے۔ یہ ایسے واقعات ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ پیر کامل کی توجہ اور روحانیت آپ کے ساتھ ساتھ تھی۔ مکہ معظمہ میں حج کے بعد حاجی نوران شاہ صاحبؒ مدینہ منورہ زیارت کے لئے تشریف لے گئے دربار رسالت میں قیام کے دوران حاجی صاحب سخت بیمار پڑ گئے اور بیماری کے باعث بہت مجبور اور لاغر تھے اسی حالت میں واپس مکہ شریف آئے اور رُکن ایمانی سے سنگ اسود کی طرف آ رہے تھے کہ ایک اجنبی آدمی اچانک حجاج اکرام کے ساتھ ہو گیا۔ اُس وقت حاجی صاحبؒ کے دل میں آیا کہ "میں مسافر ہوں۔ ٹانگ میں ناسور ہو گیا ہے۔" انتہائی درد میں مبتلا تھے پاس کوڑی بھی نہ تھی اور فاقے کر رہے تھے۔ انہیں یقین ہو چلا تھا کہ اب بچ کر واپس گھر جانا ممکن نہیں اور یہاں مر گیا تو کیا ہو گا اسی خیال میں اپنے آپ کو گھسیٹتے ہوئے وہ اپنے کمرہ میں پہنچے کچھ دیر کے بعد وہ اجنبی حاجی صاحبؒ کے کمرے میں آتا ہے جو خواب میں انہیں پہلے ملا تھا اور اُن کو سلام کہتا ہے۔ حاجی نوران شاہ صاحبؒ اُسے اپنی بیماری اور تنگ دامنی کے بارے میں بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ "اب میرا بچنا مشکل ہے۔" وہ اجنبی کہتا ہے کہ "تیرے دل میں جو خیال ہے۔ وہ حقیقت نہیں ہے۔ تیری عمر بڑی لمبی ہے تو نے لوگوں کو اسلام کے راستے پر چلانا ہے میں تجھے خوشخبری دینے آیا ہوں کہ

گھر پہنچے تو سارے خاندان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی آپ کے بھائیوں اور والدہ محترمہ کو یقین ہو چکا تھا کہ حاجی صاحبؒ اب زندہ نہیں ہیں۔ سب سے زیادہ خوشی والدہ محترمہ کو ہوئی آپ کی والدہ عابد زاہد تہجد گزار تھیں اور انہیں ذکر روحی حاصل تھا۔ گھر پہنچنے کے بعد حاجی صاحبؒ کے دل میں ایک اضطراب کی سی حالت تھی چنانچہ آپ نے اپنی والدہ محترمہ صاحبہ سے ذکر کیا اور بتایا کہ میں نے مکہ معظمہ میں بابا جی صاحبؒ کو دیکھا ہے اور اُنھوں نے مجھے کشمیر بلایا تھا۔ لیکن وہ گجر ہیں اور میں سید ہوں یہ سن کر والدہ محترمہ نے کہا کہ "بچہ جو کچھ تم کو ولی کامل نے کہا ہے۔ اُس پر عمل کرو اولیا کی کوئی ذات نہیں ہوتی اور اولیا تو اللہ کی ذات کا حصہ ہوتا ہے۔ اس لئے تم جلد سے جلد کشمیر کے برفانی پہاڑوں میں جا کر اُس ولی کا دیدار کرو اور وہاں حاضر ہو کر زیارت کا شرف حاصل کرو۔"

چنانچہ حاجی نوران شاہ صاحبؒ اپنے بھائی مخدوم شاہ اور کچھ دوسرے سیدات کے ساتھ دوداسن سے کشمیر کی طرف روانہ ہوئے چلتے چلتے علاقہ لار میں بکروالوں کی بستیوں میں گئے اور ایسے بزرگ کے بارے میں دریافت کیا جسے حج کے دوران اُنھوں نے مکہ شریف دیکھا تھا بکروالوں نے بتایا کہ "کنگن کے قریب وانگت میں ایک نورانی صورت اور پاک سیرت روحانی شخصیت موجود ہے جنھوں نے اللہ کے نام پر لنگر جاری کیا ہوا ہے۔ ہر روز سینکڑوں لوگ فیض حاصل کرنے کے لئے اُن کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں۔" حاجی نوران شاہ صاحب اپنے ساتھیوں کے ساتھ وانگت کی طرف چل دیئے اور کچھارہ پُل کے قریب آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ کس طرف جائیں۔ کچھ ساتھیوں نے کہا کہ کنگن میں مریدوں کے پاس جا کر بڑھیا ضیافت کھانی چاہئے جب کہ دوسروں نے صلاح دی کہ وانگت میں بابا جی صاحبؒ کے دیدار کے لئے چلنا چاہئے اگر چہ وہاں مکی کی روٹی اور لسی ملے گی لیکن روحانی برکتیں بھی حاصل ہوں گی چنانچہ نوران شاہ صاحبؒ قافلے کی رہبری کرتے ہوئے وانگت کی طرف بعد دوپہر دربار پر پہنچے مسجد شریف میں قیام کیا لنگر میں جب سب کھانا کھا چکے تو بابا جی صاحبؒ نے لانگری سے کہا کہ "اندر جا کر دیکھو کوئی رہ تو نہیں گیا" لانگری نے چکر لگایا اور اطلاع دی کہ کوئی نہیں ہے۔ حضرت بابا جی صاحبؒ نے پھر فرمایا "مسجد میں جا کر دیکھو لانگری واپس آیا" اطلاع دی کہ وہاں کچھ افراد ہیں۔ آپ نے فرمایا

''اندر جا کر دودھ روٹی اور سبزی لاؤ شاید یہ لنگر کی روٹی اور لسی پسند نہ کریں'' جب حاجی نوران شاہ صاحبؒ اور اُن کے ساتھوں کو دوسرا کھانا دیا گیا تو حاجی نوران شاہ صاحبؒ سمجھ گئے کہ ولی کامل صاحب نے کچہ پل پر ہمارے درمیان کی گفتگو کو جان لیا ہے۔ پھر اپنے بھائی سے کہنے لگے کہ ''اگر یہ وہی ولی ہیں جن کا دیدار حج اکبر کے دوران ہوا تھا تو ان کے ہاتھوں بیعت ہو جانا چاہیے۔''

رات گزاری صبح نو بجے سے بارہ بجے تک باباجی صاحبؒ مجلس فرماتے تھے اُس کے بعد عبادت کے لئے چلے جاتے تھے چنانچہ حاجی نوران شاہؒ صاحب نے صبح کی نماز ادا کی اور حضرت باباجی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے مجلس میں آگئے تھوڑی دیر کے بعد باباجی صاحبؒ تشریف لائے تو ایسا محسوس ہوا جیسے ابر سے سورج نکل آیا ہے خلقت کا کافی ہجوم تھا ساری مجلس استقبال کے لئے کھڑی ہوگئی تشریف رکھنے کے بعد موصوف نے غور کے ساتھ حاجی نوران شاہؒ صاحب کی طرف دیکھا اور تھوڑا تبسم بھی فرمایا نوران شاہ صاحبؒ نے ''پہلی ہی نظر میں دیکھ لیا کہ یہ وہی شخصیت ہیں جسے اُنھوں نے بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا تھا۔'' پھر جسے خواب میں بھی دیکھا تھا لیکن یہ کھٹکا لگا کہ خواب میں دیکھا ہوا پیشانی مبارک پر اگر زخم کا نشان بھی مل جائے تو پھر مکمل طور پر اطمینان قلب ہو جائے یہ خیال گزرتے ہی باباجی صاحبؒ نے اپنے سر اور ماتھے پر باندھے ہوئے عمامہ کو پیشانی مبارک سے اوپر اُٹھایا تو ہو بہو زخم کا نشان سامنے آگیا حاجی نوران شاہ صاحبؒ سکتے میں آگئے اور دیر تک بے خود رہے۔ اسی دوران باباجی صاحبؒ مسجد کے صحن سے اُٹھ کر مسجد میں چلے گئے اور ایک ایک آدمی کو اندر بلاتے حالات سنتے اور دُعا فرما کر رُخصت کرتے گئے سب سے آخر میں حاجی نوران شاہؒ کو بُلایا سامنے بیٹھا کر فرمایا ''کہ آپ کیسے آئے ہیں۔'' حضرت حاجی صاحب نے حقیقت حال بیان کی اور سفر حج کے دوران اُن تمام واقعات کا ذکر کیا جو روحانی طور پر باباجی صاحبؒ کے متعلق پیش آئے تھے ر عرض کیا کہ ''مجھے بیعت فرما کر زمرہ میں شامل کریں۔'' تو موصوف نے فرمایا۔ ''کل تک یہیں رہو انشاءاللہ صبح پھر ملاقات ہوگی۔'' پھر باباجی صاحبؒ نے لانگری کو بلایا اور کہا۔ ''کہ گرمی کے دن ہیں اور یہ سید زادے بڑے نازک ہیں۔ ان کے لئے خوبانی کے

درخت کے نیچے چارپائی بچھا کر اُس کے اوپر دری بچھائیں اور آرام کرنے دیں اور ان کی اچھی طرح دیکھ بھال کریں پھر آپ عبادت خانہ کی طرف تشریف لے گئے دوسرے دن سحر کے وقت نماز فجر کے بعد باباجی صاحبؒ نے حاجی نوران شاہ صاحبؒ اور اُن کے بھائی کو اپنے کمرہ میں بُلایا ابھی تک حضرت نوران شاہ صاحب کے دل میں وسوسہ تھا کہ باباجی صاحبؒ فقیر ہیں۔ ولی اللہ ہیں سب کچھ ہیں۔ مگر میں حاجی بھی ہوں عالم بھی ہوں۔ اور سید بھی ہوں چنانچہ وہ باباجی صاحبؒ کے روبرو پیش ہوئے اور اسلام عرض کیا باباجی صاحبؒ نے واعلیکم سلام کہہ کر اپنے قریب بیٹھنے کے لئے کہا خود چائے نوزش فرما رہے تھے۔ فرمایا "میرے ساتھ پلنگ پر بیٹھ جاو۔" حضرت حاجی نوران شاہؒ نے کہا کہ "حضور اس طرح بے ادبی ہوگی میں قدموں میں بیٹھوں گا" فرمایا "تم حاجی بھی ہو سید بھی ہو اور عالم بھی ہو۔ میں تو گجر ہوں۔" اُس وقت حضرت نوران شاہ صاحبؒ کے دل سے یہ خیال بالکل نکل گیا اور ہاتھ باندھ کر عرض کیا کہ "آج کی تاریخ کے بعد میں نہ سید ہوں نہ عالم ہوں، نہ حاجی ہوں بلکہ ایک گجر ہوں اور خُداوند کریم قیامت کے دن اسی گجر کے ساتھ میرا حشر کرے۔" یہ سن کر باباجی صاحبؒ جلالیت میں آگئے اور پھر ارشاد فرمایا "پلنگ پر بیٹھ جاو میں تمہیں اللہ کے حکم سے پلنگ پر بیٹھاتا ہوں اور میں رسول اکرم ﷺ کی اولاد کا غلام ہوں" حاجی صاحبؒ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے پلنگ پر بیٹھ گئے پھر لانگری کو بلایا اور کہا "چائے میں مکھن ڈال کر لاؤ" مکھن والی چائے سماوار میں ڈال کر لائی گئی پھر باباجی صاحبؒ نے اپنے دست مبارک سے حاجی صاحبؒ کو چائے پیش کی اور فرمایا کہ یہ مست پیالہ ہے پی جاو۔ حضرت حاجی نوران شاہؒ اور اُن کے بھائی نے تین تین پیالے چائے کے پیے اُس وقت باباجی صاحبؒ پر جلال طاری تھا اور پنجابی کے شاعر میاں محمد بوٹا کا یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

؎ مخفی بوٹیا عشق دی رمز کولوں .... رانجھا، ہیر دا یار چرو کنا سی

پھر جھوم جھوم کر حضرت نظام الدین اولیاؒ کا یہ شعر پڑھنے لگے۔

؎ من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جان شدی ☆ تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اُس کے بعد فرمانے لگے کہ اللہ اور سلسلہ نقشبندیہ کے حکم کے ساتھ میں آپ کو سلسلہ نقشبندیہ کے اندر داخل کرتا ہوں بیعت کرتا ہوں پھر حاجی صاحب کو بیعت کیا وہ دستار خلافت جو کافی مدت تک آپ کے سر مبارک پر باندھی رہی تھی اور جس پر ہاتھ کی کشدہ کاری تھی اپنے ہاتھ مبارک سے حضرت حاجی نوران شاہ صاحبؒ کے سر پر باندھی اور ارشاد فرمایا کہ ''میں نے اللہ کے حکم سے تمہیں یہ دستار خلافت عطا کی ہے۔'' اُس وقت حاجی صاحبؒ اور اُن کے بھائی کی عجیب حالت تھی۔ حضرت موصوف دُعا فرما رہے تھے۔ آپ کا وجود مبارک وجد میں تھا حاجی نوران شاہ صاحبؒ اتنے وجد میں آ گئے کہ اوپر چھت سے اور نیچے زمین سے لگنے لگے اور چار پانچ کلو خون فرش پر بہہ نکلا اُس وقت بے خودی کے عالم میں حضرت حاجی صاحب عجیب منظر دیکھ رہے تھے۔ اور کان میں گونا گون آوازیں سُن رہے تھے۔ جب بیعت اور خلافت کی رسم پوری ہوئی تو فرش پر گرے ہوئے خون کو اُٹھا کر درخت کے قریب دفن کیا گیا تھا اس طرح حاجی سید نوران شاہؒ صاحب نے باباجی صاحبؒ کے پہلے خلیفہ ہونے کا شرف حاصل کیا خلافت دینے کے بعد باباجی صاحبؒ نے حضرت حاجی نوران شاہ صاحبؒ کو حکم دیا کہ ''علاقہ راجوری میں جا کر لاہ گاوں کے مقام پر اپنی رہایش قائم کریں۔ حاجی نوران شاہ صاحبؒ نے رہائش اختیار کر کے عبادت و ریاضت اور تبلیغ میں محو ہو گئے۔ حاجی نوران شاہ صاحبؒ اپنی وفات کے وقت تک صدق کی منزلوں پر قائم رہے۔ خلافت کے بعد حاجی نوران شاہ صاحبؒ کی طرف لوگوں کا رجحان بڑھ گیا۔ اور لوگ جوق در جوق اُن کے پاس آنا اور سلسلہ میں داخل ہونا شروع ہو گئے ۱۹۴۷ء تک آپ نے علاقہ راجوری، بدھل، درہال گول گلاب گڑھ وغیرہ میں مریدوں کی تعداد میں اضافہ کیا اور لوگوں کو سلسلہ کے ساتھ جوڑا۔ ۱۹۴۷ء کا غدر شروع ہوا تو آپ اپنے خاندان کے ساتھ شوپیاں کے نزدیک کاترکھل ڈھوک میں تھے۔ حالات اتنے خراب ہوئے کہ آپ واپس گاوں نہ آسکے اور وہاں سے ہی ہجرت کر کے سرحد پار چلے گئے۔ پہلے سرائے عالم گیر میں قیام کیا پھر جہلم میں آ گئے۔ ۱۹۶۶ء میں سوہاوا جہلم میں آپ کا وصال ہوا وہاں ہی آپؒ کی مرجع خلائق ہے۔

مولوی سید حبیب اللہ شاہ بخاریؒ کی خلفاء میں شمولیت

اس دور میں علاقہ پونچھ راجوری کے گجر بکروال اور پہاڑی طبقے کے لوگ بڑی تعداد میں اپنے مال مویشیوں اور اہل خانہ کے ساتھ پیر پنجال کے بالائی علاقوں اور کشمیر کی چراگاہوں میں جایا کرتے تھے اور تقریباً چھ ماہ ان علاقوں میں بسر کرنے کے بعد اکتوبر نومبر میں واپس آیا کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۰۵ء کی میں لاہ کے سید نوران شاہ صاحبؒ اپنے خاندان کے ساتھ علاقہ کشمیر میں چرار شریف کے پیچھے کا ترکھل ڈھوک میں مقیم تھے۔ چونکہ مولوی سید حبیب اللہ شاہ بخاریؒ کی ایک صاحبزادی کی شادی سید نوران شاہؒ کے ساتھ ہوئی تھی اس لئے اپنی بیٹی سے ملاقات کی خاطر آپ نوران شاہ صاحبؒ کے پاس کا ترکھل ڈھوک گئے۔ جب حضرت مولوی صاحب سوئے تو آپ کو خواب میں سائیں فتح الدین نے جلوہ گر ہو کر ارشاد فرمایا کہ ''علاقہ لار کشمیر میں ایک مرد کامل ہے اُن سے ملاقات کرو'' اس طرح آپ کو تین بار خواب میں بشارت ہوئی کہ ''اِن سے ملاقات کرو'' دوسرے دن صبح مولوی حبیب اللہ شاہ صاحبؒ پمروٹی حاجی نوران شاہ صاحبؒ کے ساتھ لار بابا نگری جانے کے لئے تیار ہو گئے اور سرینگر سے کشتی میں سوار ہو کر گاندربل کی طرف روانہ ہوئے۔ باباجی صاحبؒ کو غیبی طور پر علم ہو گیا کہ دو مہمان آرہے ہیں۔ اس لئے آپ نے مرکبانوں کو دو خچریں دے کر کہا کہ '' آپ گاندربل گھاٹ پر جا کر ہر کشتی بان سے حاجی نوران شاہؒ اور مولوی حبیب اللہ صاحبؒ کا پتہ کر کے انہیں لے آئیں۔'' جب مہمان گاندربل پہنچے تو خچریں تیار کھڑی تھیں پھر خچروں کا قافلہ لار کی جانب روانہ ہوا۔ باباجی صاحبؒ کو بھی مولوی حبیب اللہ شاہؒ سے ملاقات کا ازحد شوق تھا اس لئے آپ استقبال کی خاطر ہردجی سے لامن آگئے اور مولوی صاحب کا پرتپاک استقبال کرتے ہوئے اُن سے بغل گیر ہو گئے اور اُن کو ساتھ لے کر بابا نگری میں آگئے پھر چند دنوں تک دونوں حضرات کے درمیان آپس میں روحانیت معرفت اور سلسلہ نقشبندیہ کے فروغ اور ریاست میں دین اسلام کی تبلیغ کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ باباجی صاحبؒ نے فرمایا '' کہ آپ کی امانت میرے پاس ہے۔ ہمیں بار بار ارشاد ہوتا تھا کہ یہ

امانت پونچھ میں مولوی سید حبیب شاہ صاحب کو سونپ دیں سید عمران شاہ جو موقع پر موجود تھے۔فرماتے ہیں کہ "جب محفل لگی اور جی صاحب لاروی نے زبان مبارک سے "اللہ" کہا تو مجلس میں سب لوگ بے ہوش ہو گئے کافی عرصے کے بعد حضرت نے پھر "اللہ" پکارا تو سب ہوش میں آ گئے۔ بعد میں مولوی حبیب اللہ شاہ صاحبؒ نے موصوف سے خلافت حاصل کی اور بابا جی صاحبؒ کے عقیدت مندوں میں شامل ہو گئے۔" چونکہ مولوی صاحب خود بہت بڑے صوفی شاعر تھے۔اس لئے اُنھوں نے بابا جی صاحبؒ کی شان میں بہت کچھ لکھا۔

جب موصوف مولانا حبیب اللہ شاہ کو خلافت دینے لگے تو میاں نظام الدینؒ نے خواہش ظاہر کی کہ میں بھی وہاں موجود رہوں گا۔موصوف نے اپنے فرزند سے کہا کہ " آپ مسجد شریف کی اُوپر والی منزل پر جاو اور وہاں ہی رہو جب میں خلافت دینے لگوں گا۔تو میری چادر کے کونے کو پکڑ لینا تا کہ تم پر حال (بے ہوشی) طاری نہ ہو۔" اُنھوں نے حکم کی تعمیل کی جب خلافت دے چکے تو فرزندِ ارجمند دریافت کیا۔میاں آپ نے کیا نظارہ دیکھا ہے۔اُنھوں نے جواب دیا کہ " حضور میں نے آپ کو مسجد کی چاروں طرف ایک ہی وقت خلافت دیتے ہوئے دیکھا ہے۔" موصوف نے فرمایا کہ" آپ نے صرف چار پانچ دیکھے ہم تو ایسے موقعوں پر ہزاروں ہو جاتے ہیں۔" مولوی صاحب نے حضرت بابا جی صاحبؒ کے بارے میں بہت سی نظمیں بھی لکھی تھیں یہاں کچھ شعر ملاحظہ ہوں۔

ے صبا بادے کدی تے لار جانویں	کریں تعظیم تے تسلیم اتھاویں
میرے ہادی دے در تے جا کھلوئی	عقیدت نال سر قدماں تے لاویں
دکھا مُکھڑا منور لار والی	حبیب آیا تیرے در تے سوالی

اس ملاقات کے بعد مولوی حبیب اللہ شاہ ہری دجی سے رخصت ہوئے اور بابا جی صاحبؒ کو اسی سال علاقہ مینڈھر سرنکوٹ میں آنے کی دعوت دی اور کچھ ماہ بعد موصوف سرنکوٹ تشریف لائے۔یہ واقع ۱۹۰۵ء کا ہے۔

نوازش نامہ منجانب حبیب اللہ شاہ بخاریؒ بسوئے بابا جی صاحبؒ

دربار عالیہ کے قطب خانہ میں حبیب اللہ شاہ بخاری صاحب کا ایک خط جو حضرت بابا جی صاحبؒ کی طرف

لکھا گیا تھا۔آج بھی موجود ہے۔جو قارین کی دلچسپی کے لئے پیش کیا جارہا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آدام اللہ فیوض برکاتہ

بحضور انور شمس العارفین زبدۃ السالکین قدوۃ العاشقین قبلہ اصحاب تحقیق وکعبہ ارباب توفیق مع کمالات وحالات ابوالحسنات عادیاعالیجناب حضرت باباجی صاحبؒ اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

بعد آداب کورنشات بصد نیاز عرض ہے کہ یہاں بفضل رب البری خیریت ہے۔بخدمت آنجناب بروافضل ہے۔عافیت آنجناب بڑامسعودہ صفات بارگاہ الہیٰ سے ہمیشہ مطلوب القلوب السول ہے۔احوال یہ ہے کہ میں نے دوعد عرضی نامہ اس سے پہلے ارسال خدمت اقدس میں کئے ہیں۔شاید پہنچے ہونگے آج واقعہ آخیر ربیع الثانی جناب والا کا نوازش نامہ صدور ہوا۔جس کے مانند بشیر ایسی ہوئی کہ جس کا شکریہ ادا ہی نہیں ہوسکتا ہے۔الحمداللہ جناب خیریت سے خانہ مبارک میں رونق بخشی ہوگی ہمیں یاد فرمایا گیا ہے۔جناب والد صاحبہ دام سترھا کی خدمت اقدس میں قدمبوسی قبول ہو اور والدہ قبلہ کی مہربانی عنایت شفقت بذریعہ خواب معلوم ہوا ہے کہ اس فرزند فقیر پر نہایت مہربانی فرمائی ہیں۔اور پیارے باباجی صاحبؒ کو راضی فرماتی ہیں کہا''اِس لخت جگر پر رحم فرمادیں۔اُمید واثق ہے کہ آئندہ بھی ایسی مہربانی فرمادیں گے''اور جناب سجادہ نشین حضرت صاحبزادے صاحب میرے پیارے ہادی کی خدمت مبارک میں دست بستہ سلام قبول ہو۔زیادہ آداب دُعا فرمانویں۔

ازطرف باغ حسین شاہؔ وبرکت شاہؔ وسردار غلام حسین خاں صاحب واسرار خان صاحب،عمران شاہ حضوری میں بھی مع اہل وعیال دست بستہ سلام قبول ہو۔اور جناب عرض ہے کہ شاہ پر مقدمہ بن گیا ہے دُعا فرمادیں ایک چور اِن کے گھر آکر رہا بعد میں بلکہ پکڑا گیا اس چور نے اِن کو بھی ہمراہ کرلیا ہے ناحق بڑے شرم کی بات ہے دُعا فرمادیں عزت رہے۔

تابعدار خاکسار مولوی حبیب اللہ شاہؒ عفی عنہ

فہرست خلفاء حضرت باباجی صاحبؒ

اسمائے گرامی	سکونت
حضرت سید نوران شاہ صاحبؒ	لاہ راجوری، مدفون سوہاوا جہلم پاکستان
حضرت مولانا حبیب اللہ شاہ صاحبؒ	مدفون پمروٹ علاقہ سرنکوٹ پونچھ
حضرت مولوی احمد جی عُرف اخوان زادہ صاحبؒ	مدفون متصل زیارت باباجی صاحبؒ
حضرت سید فقیر شاہ صاحبؒ	مدفون دوداسن بالا راجوری
حضرت علامہ محمد سعید صاحبؒ	کنوئیاں پونچھ مدفون کنوئیاں
حضرت مولانا علاوالدین صاحبؒ	کھیتر پونچھ
حضرت قاضی عزیز الدین صاحبؒ	سہوٹ پونچھ مدفون راولاکوٹ پونچھ
حضرت قاضی محمد عالم صاحبؒ	بمت پونچھ
حضرت پیر مستان علی شاہ صاحبؒ	دھموتے ضلع کانگڑہ تحصیل نور پور
حضرت مولانا مہتاب الدین صاحبؒ	باغ پونچھ
حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ صاحبؒ	بچاں آلی پونچھ۔ مدفون شمیل بالا کنگن کشمیر
حضرت میاں یعقوب صاحبؒ	ہاری گنیون کنگن کشمیر
حضرت مولانا نورالدین صاحبؒ	بارہمولہ نادے ہل کشمیر
حضرت درویش سلیمان بیگؒ	چندوسہ متصل بارہمولہ
حضرت میاں عبداللہ صاحبؒ	اکھوڑی والی درہال راجوری

حضرت سید پیر مخدوم شاہ صاحبؒ	مدفون لاہ راجوری
حضرت سائیں دُولہ بجران صاحبؒ	راجوری مدفون بنشا
حضرت حاجی محمد راتھر صاحبؒ	بیروبانگل بڈگام کشمیر
حضرت مولانا الٰہی بخش صاحبؒ	پونچھ
حضرت سید پیر ولایت شاہ صاحبؒ	بساہاں شریف پونچھ
حضرت پیر نور شاہ صاحبؒ	دھنگوال ضلع جہلم
حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ	ضلع جہلم
حضرت میاں محمد شفیع صاحبؒ	بناہ ضلع میر پور
حضرت سید پیر عبدالرحیم صاحبؒ	کابل مہاجر مدنی
حضرت مولانا میر عبداللہ سبحان صاحبؒ	گلگت چلاس
حضرت حاجی میر زمان صاحبؒ	مرگنڈ کنگن کشمیر
حضرت میاں رحمت اللہ صاحبؒ	دچھن پارہ کشمیر
حضرت سائیں رسول بخش صاحبؒ	اورن بوہا تحصیل اُوڑی
حضرت حافظ نورالدین صاحبؒ	ٹھٹھ مولہ۔ تحصیل بارہمولہ
حضرت سائیں الف دین صاحبؒ	ملک پور مینڈھر پونچھ
حضرت مولانا معرفت اللہ صاحبؒ	تلگراں علاقہ کوٹلہ تحصیل مظفر آباد
حضرت صاحبزادہ میاں گل بشہ صاحبؒ	ضلع ہزارہ
حضرت مولوی فقیر محمد صاحبؒ	ٹاٹ پونچھ
حضرت مولانا محمد حسین بیگ صاحبؒ	خواجہ بانڈی اُوڑی
حضرت سید جمال صاحبؒ	گھوڑی مظفر آباد
حضرت سید عمران شاہ صاحبؒ	مدفون علاقہ تھکیالہ آزاد کشمیر

حضرت پیر عمر شاہ صاحبؒ	بیلہ کاغان ضلع ہزارہ پاکستان
حضرت مولانا محمد عثمان صاحبؒ	مدفون ترالہ راجوری
حضرت میاں حبیب صاحبؒ	مدفون پنہڈ، راجوری
حضرت بابا فتح محمد عرف سائیں گنجی قلندرؒ	فتح پور راجوری
حضرت پیر بہاؤالدین نقشبندی صاحبؒ	لری پرنگ تحصیل کنگن - گاندربل
حضرت صاحبزادہ پیر سرور شاہؒ	چورہ شریف ضلع کیملپور پاکستان
حضرت ملاں نظام الدین صاحبؒ	ہاری گنیون کنگن کشمیر
حضرت پیر جہان شاہ صاحبؒ	سوکڑ راجوری
حضرت مولوی امام الدین صاحبؒ	ارن چک بانڈی پورہ
حضرت مولوی عبدالصمد صاحبؒ	چلاس گلگت
حضرت میاں نظام الدین صاحبؒ سجادہ نشین دربار باباجی صاحبؒ	بابا نگری وانگت کنگن کشمیر

اسمائے گرامی	سکونت
جناب شیخ غلام محمد	گواس وانگت کشمیر
جناب درویش میاں محمد ابراہیم	والیواڑ کشمیر
جناب میاں محمد ناظر	کائیاں علاقہ اُوڑی
جناب میاں محمود سواتھی	مدفون دھنور راجوری
جناب میاں محمد جاگل	مدفون متصل زیارت باباجی صاحبؒ

جناب میاں عبدالکریم بجران	مدفون لمبیڑی تحصیل نوشہرہ راجوری
جناب میاں میر احمد بجران	مدفون متصل زیارت جی صاحبؒ
جناب چودھری بلند خان	مدفون ہاڑی پونچھ
جناب چودھری غلام حسین	لسانہ پونچھ
جناب سائیں مجنوں	مینڈھر پونچھ
جناب خواجہ محمد عبداللہ جوؒ	رئیس اعظم پونچھ
جناب خواجہ حبیب جوؒ	رئیس پونچھ
جناب خواجہ غلام محمد	داروغہ جیل پونچھ
جناب سردار نواس علی خان	تھکیالہ پونچھ
جناب آغا سید حسین	سرینگر کشمیر
جناب میاں علی محمد عرف میاں مُلاں	منگوٹہ راجوری
جناب مولوی نذیر احمد کاتب ملفوظات نظامیہ	مدفون وانگت متصل زیارت باباجی صاحب
جناب درویش خان صاحب 43	مدفون محلہ داتا مزار سرینگر

43 نیر سندر حصہ چہارم صفحہ نمبر ۱۳۰-۳۱ جن حضرات کے اسمائے گرامی اوپر لکھے گئے ہیں ان حضرات کو حضرت باباجی صاحبؒ نے قرب اور حضوری حاصل تھی اور جن پر آپ کی عنایات اور آپ کی مہربانیاں تھیں جو کہ ان کو مقبولیت اور حضور کے راز و نیاز کا درجہ حاصل ہے۔ اس لیے ان کا نام بھی تبرکاً درج کیے جاتے ہیں۔

نیر سندر حصہ چہارم صفحہ نمبر ۱۲۷-۱۲۹

حضرت میاں بشیر احمد صاحب کے خلفائے حضرات میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی

اسمائے گرامی	سکونت
حضرت میاں سرفراز احمد فرزند اکبر	بابا نگری وانگت کنگن
حضرت میاں بشیر احمد صاحب	
جناب پیر نثار حسین شاہ ولد (سید نذیر احمد شاہ)	سرنکوٹ ضلع پونچھ
حاجی نوران شاہ صاحبؒ	
جناب جنید احمد بھٹی ولد حاجی محمد حسین بھٹی	کھوڑی والی درہال راجوری
جناب سرفراز احمد شاہ ولد انور شاہ	دوداسن بالا راجوری
جناب اسلم پرویز	منجھاکوٹ راجوری
جناب محمد اسلم	سکوڑہ منجھاکوٹ راجوری
جناب حاجی الف دین	گولد مہنڈھر
حاجی بدرالدین ولد کرم الدین	سانگلہ سرنکوٹ
جناب مولانا نثار حسین	کھوڑی والی درہال
جناب سائیں عبداللطیف ولد محمد اکبر	مرگاں راجوری
مولوی دل محمد	فتح پور راجوری
علی محمد گجر دیڈڑ	ساکنہ تھرو گلاب گڑھ ریاسی
حاجی کالا ریحان	راجوری

فہرست تاریخ وصال نقشبندیہ نُوریہ

نمبر شمار	اسمائے گرامی حضرات	مدت عمر سال	تاریخ عرس مشائخ	مزار	جائے سکونت
۱	حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۶۳	روز دوشنبہ ۱۲ ربیع اوّل ۱۱ھ	مدینہ منورہ	مکہ معظمہ
				از مکہ معظمہ	مدینہ منورہ
۲	حضرت ابوبکر صدیقؓ	۶۳	۲۲ جمادی آلاخر ۱۳ ہجری	مدینہ منورہ میں	مدینہ منورہ
۳	حضرت سلیمان فارسیؓ	۲۵۰	۱۰/رجب	مداین شریف	فارس
۴	حضرت قاسم بن محمد ابوبکرؓ	۱۰۰	۲۲ جمادی الاول ۱۰۷ھ	جنت البقیع	مدینہ منورہ
۵	حضرت امام جعفر صادقؓ	۲۸	۱۵ رجب ۱۴۸ھ روز دوشنبہ	جنت البقیع	مکہ معظمہ
۶	حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ	۱۲۵	۱۵ شعبان ۲۶۱ھ بروز جمعہ	بسطام شریف	بسطامی
۷	حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ	-	۱۵ رمضان ۴۲۵ھ	خرقان شریف	-
۸	حضرت خواجہ بوعلی فارمدی	۴۳	۴/ربیع الاول ۴۷۷ھ	طوس	فارمد
۹	حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانیؒ	۵۳۵	۵۳۵	مرو نزد ہرات	-
۱۰	حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ	-	۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ	غجدوان	غجدوان
۱۱	حضرت خواجہ محمد عارفؒ	-	یکم شوال ۶۱۶ھ	ریوگر	-
۱۲	حضرت خواجہ محمود انجیرؒ	-	۱۷ ربیع الاول ۷۱۵ھ	اسکنہ	فغنوی
۱۳	حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنیؒ	۱۳۰	۲۷ رمضان ۷۱۸ھ	خوارزم	رامیتی

۱۴	حضرت خواجہ بابا سماسیؒ	-	۱۰/ جمادی الآخر ۷۵۵ھ	مریہ سماس	-
۱۵	حضرت خواجہ سید امیر کلالؒ	-	۱۵/ جمادی الثانی روز پنجشنبہ ۷۷۲ھ	واقع بخارا	-
۱۶	حضرت خواجہ سید محمد بہاءالدین بخاریؒ	۷۳	۳/ ربیع الاول ۷۹۱ھ	قصر عارفان	-
۱۷	حضرت خواجہ علاءالدینؒ	-	۲۰/ رجب ۸۰۳ھ	ہلفتان	-
۱۸	حضرت یعقوب چرخیؒ	-	۵/ صفر ۸۵۱ھ	بلغون	-
۱۹	حضرت خواجہ عبداللہ احرارؒ	۹۰	۲۹/ ربیع الاول ۸۹۸ھ	سمرقند	-
۲۰	حضرت خواجہ محمد زاہد	-	یکم ربیع الاول ۹۳۶ھ	رخش	-
۲۱	حضرت خواجہ درویش محمدؒ	-	۱۹/ محرم ۹۷۰ھ	استرارزد شہر تستر آباد	-
۲۲	حضرت خواجہ محمد مقتداؒ	-	۲۲/ شعبان ۱۰۰۹ھ	اسکنک	-
۲۳	حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی	۴۰	۲۵/ جمادی الآخر ۱۰۱۲ھ	شاہ جہان آباد بیرون دہلی	-
۲۴	حضرت خواجہ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ	۶۳	۲۸/ صفر ۱۰۳۳ھ	سرہند	-
۲۵	حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ	۷۰	۹/ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ	سرہند	-
۲۶	حضرت خواجہ حجۃ اللہ محمد نقشبندی ثانیؒ	-	۹/ محرم ۱۱۱۶ھ	سرہند	-
۲۷	حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی	-	۴/ ذیقعدہ ۱۱۵۲ھ	سرہند	-
۲۸	حضرت خواجہ قطب الدین محمد اشرف	-	۱۱/ رجب ۱۱۸۰ھ	جمع الجمع	-
۲۹	حضرت خواجہ جمال اللہ	-	-	رومپور مبارک	-
۳۰	حضرت خواجہ محمد عیسیٰ	-	۷/ ذی الحج ۱۲۲۰ھ	گنڈاپور ضلع بنوں	-

۳۱	حضرت خواجہ فیض اللہ	-	۲۰/ربیع الاول ۱۲۳۵ھ	تیراہ شریف	-
۳۲	حضرت خواجہ نور محمدؒ	۱۶۰	۱۲/شعبان ۱۲۸۰ھ (6)	چورہ شریف	تیراہ شریف
۳۳	حضرت خواجہ باری نامدار	-	۷/جمادی الاول ۱۲۵۹ھ	تھیال شریف	-
۳۴	حضرت خواجہ امیر صدیق	۶۳	-	ماگم شریف کشمیر	ماگم شریف
۳۵	حضرت خواجہ نظام الدین کنیاں شریف	-	۲۶ جیٹھ ۱۹۳۶ بکری حال حیات	کنیاں شریف	منگل دھار
۳۶	سراج السالکین حضرت خواجہ عبداللہ عرف باباجی صاحبؒ	-	رونق کشمیر زاد اللہ برکاتہ	وانگت شریف	ارند شریف
۳۷	ملٹ محمد حبیب اللہ شاہؒ خادم اولیا اللہ	حال حیات	بمقام سرکوٹ تحصیل مینڈھر پروٹ		-

ملٹ حت:-(۱) خاکسار خادم اولیا اللہ سید المولوی حبیب اللہ شاہ (۲) خلیفہ

(۱) حضرت مولانا حبیب اللہ شاہ بخاری المتوفی ۸/ جمادی الاول ۱۳۳۱ھ کے شائع کردہ شجرہ کے مطابق نقل کر دیا گیا ہے۔ اُس وقت باباجی صاحبؒ اور مولوی حبیب اللہ شاہ صاحبؒ باقید حیات تھے۔

(۲) شجرہ نقشبندیہ مجددیہ شائع کردہ آستانہ عالیہ مجددیہ نوریہ لاڑ شریف ڈاکخانہ پھروٹ ضلع راجوری جموں وکشمیر۔

بسمِ اللہ الرّحمنِ الرّحیم

شجرہ نقشبندیہ مجدّدیہ حضرت مولانا حبیب اللہ شاہ بخاریؒ

بحر رحمت سے عطا یا الٰہ العالمین ۔۔۔ بخش میرے گناہوں کو مصطفٰے کے واسطے
رحمت للعالمین و شافع روز جزا ۔۔۔ والیے لولاک وتاج ھل اتیٰ کے واسطے
یارِ غار با خلافت نورِ عرفان کان جور ۔۔۔ تام اور صدیق صادق اتقیا کے واسطے
مورن عشق حقیقی جب دار مصطفٰے ۔۔۔ شاہ سلمان فارسی نور ضیا کے واسطے
مہر کر اپنی عطا ور دین دُنیا اے خُدا ۔۔۔ اُس محمد قاسم پیر ہدا کے واسطے
رکھ مجھے حرص وہوا سے نفس تو دائما ۔۔۔ امام جعفر صدق وصفا کے واسطے
کچھ نہ رہے غم دردو عالم فضل ترے سے ذرا ۔۔۔ قطب قطباں بایزید پارسا کے واسطے
دو جہاں میں خوش رکھو ناز وعزت شان سے ۔۔۔ .لوالحسن خرقانی جلوہ نما کے واسطے
ہو منوّر دل میرا تری عبادت سے سدا ۔۔۔ بُو علی ویوسف ماو بقا کے واسطے
قبر کی تاریکی وتنگی سے کر دنیا رہا ۔۔۔ عبدالخالق غجدوانی ذی نوا کے واسطے
کچھ اندیشہ ہو نہ ہرگز دو جہاں میں کیا خُدایا ۔۔۔ خواجہ عارف ولی جُو دو سخا کے واسطے
پُل صراط وناردِ دوزخ سے بچا تا کرم سے ۔۔۔ خواجہ محمود کامل بے ریا کے واسطے
راہ سفر آخرت ہو جو آسان جا بجا ۔۔۔ خواجہ علی رامیتنی راہ خُدا کے واسطے
فتنہ دین ودُنی کا ہو نہ ہرگز یا الٰہ ۔۔۔ لو بچا خواجہ سماسی مُقتدا کے واسطے

ساتھ رہے ایمان ہر دم دنیا و عقبیٰ میں میرے — خواجہ میر کلال پیشوا کے واسطے
عشق تیرا اور محمد کا میری ہر رگ میں ہو — بادشاہِ نقشبند اولیا کے واسطے
رہنمائے سالکان و کاملوں کے راہبر — مظہر نور ربانی علم وجاہ کے واسطے
گردش آسماں سے ہو ہر گھڑی آرام دل — خواجہ یعقوب چرخی ذی عطا کے واسطے
گرمی محشر سے سیایہ میں بچانا فضل سے — خواجہ عبید اللہ شیخ رہنما کے واسطے
کر عطا وہ نور جس کا جلوہ دیکھے آپ کو — خواجہ زاہد محمد ذی فنا کے واسطے
دے الٰہی دو جہاں میں عشق اپنے کی سزا — محمد درویش عالم فخر وجاہ کے واسطے
مکر شیطان سے بچانا وقت رحلت یا الٰہ — خواجہ امکنگی صاحب شرم وحیا کے واسطے
دے محبت مجھ کو اپنی ہو خودی ساری فنا — خواجہ باقی باللہ باوفا کے واسطے
نور نورِ سرمدی سے ہو منور دِل میرا — شیخ احمد امر کل اولیا کے واسطے
مجدد فاروق فرق حق وباطل جو کیا — راہبر میں عارفوں کے ذوالعلیٰ کے واسطے
مجھ کو دے توفیق عبادت جو تری نت کروں — محمد معصوم صادق رہنما کے واسطے
ہو جواب آسان پر قبر عقبیٰ حشر میں — حجت اللہ خواجہ صفت وثنا کے واسطے
عشق اپنا دے خدایا جسم و میری جان کو — خواجہ زبیر فاضل بے ریا کے واسطے
معرفت کا علم مجھ کو فضل سے کرنا عطا — خواجہ اشرف محمد پارسا کے واسطے
دے جمال بے نظیر و بے مثال اپنا خدا — شاہ جمال اللہ سلامت باصفا کے واسطے
دے شفا مرض عصیاں سے خدائے ذی شفا — خواجہ عیسیٰ ولی صاحب شفا کے واسطے
فیض ہو عقبیٰ و دنیا ترے کرم و فضل سے — خواجہ فیض اللہ محمد راہ ہدیٰ کے واسطے
کر منور نور سے سینہ کو میرے ہر گھڑی — خواجہ نور محمد پیشوا کے واسطے
روشنی ہے جگ میں جن کے باطنی انوار سے — چُورہ چمکا ستارہ جس شہا کے واسطے
ہے وہ کنیاں میں جلوہ نور احمد لے گیا — جا حبیب اب اُن کے در پر التجا کے واسطے

وہ نظام الدین ولی جو ہند کے مالک ہوئے
چُورہ سے ملی خلافت غروجا کے واسطے

باباصاحبؒ چورائی نے جب دیکھا اُن کی شان کو
مہار کا بھیجی خلافت غُل غُلا کے واسطے

بُلبُل باغ مدینہ والے ہند راہبر
نامدار ہادی دین بقا کے واسطے

نارِ دوزخ سے رہائی دے خُدائے کُل عبار
اُس صدیق ما گی کتھے صد وصفا کے واسطے

فضل سے جنت عطا کرائے میرے پروردگار
خواجہ نظام الدین ولی مشکلکشا کے واسطے

شمعیں عارفین کامل جلوہ جن کے نور کا
روز میں پر فیض جن کا برملا کے واسطے

فخر فقرا دین دُنیا واہ سارج سالکاں
کنیاں والے راہبر اور پیشوا کے واسطے

خواجہ فتح خان صاحب پیر محبت اُن کا ہے
فیض جاری ہر جگہ شاہ وگدا کے واسطے

سالکوں کے پیر کامل عارفوں کے رہبر
فیض اُن کا چار سُو ہے خُدا کے واسطے

یاالٰہی عشق اپنے کی محبت دے مجھے
خواجہ عبادا اللہ سالک عالی جاہ کے واسطے

راہبر ہیں اب جہاں کے پیشوائے عارفاں
شمس اوج ماہِ منور راہ ہدا کے واسطے

لار میں رہتے ہیں وہ اب ملک وہ اب کشمیر و پنجاب
فیضِ جاری اُن کا ہے شاہ گدا کے واسطے

قطب زمانہ ہیں وہ کامل شاہ ولایت کے ولی
پیشوا ہیں وہ ہمارے دوسرائی کے واسطے

مغفرت کر یاالٰہی اُن پر اُن کے پیر پر
بخش میرے والدین کو مرتضیٰؓ کے واسطے

شربت دیدار حضرت کا مجھے ہووے حصول
انبیا واولیا وا صفا کے واسطے

میرے مرشد بھائیوں کو بخش دے تو یاخُدا
سب سلسلہ طالبوں کو خیر النسا کے واسطے

وجہ تشریح:- چونکہ خواجہ میر صدیق صاحب کے دو خلیفہ اعظم تھے۔ شاہ نظام الدینؒ اولیا کنیاں شریف والے اور خواجہ فتح خان صاحبؒ لیکن جناب خواجہ نظام الدینؒ نے جناب خان صاحب سے فیض بہت اُٹھایا ہے۔ اس واسطے شجرہ شریف میں اُن کا نام مبارک آتا ہے۔ مگر خاں صاحب پیر محبت ہیں۔

(از مولانا محمد قاسم شاہ)

شجرہ نقشبندیہ مجددیہ صفحہ نمبر ۹ تا ۱۵

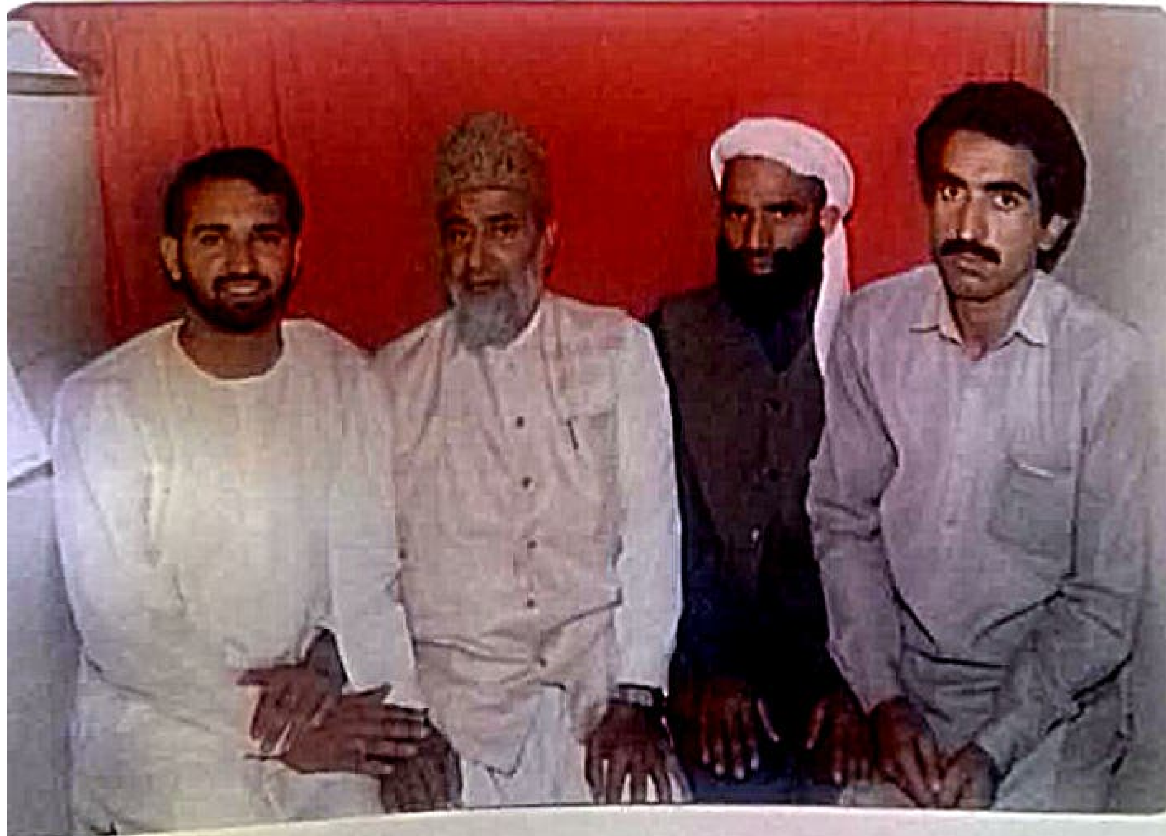
جناب میاں بشیر احمد اپنے فرزند اکبر میاں سرفراز احمد کے ساتھ



میاں بشیر احمد اور میاں الطاف احمد گھوڑوں پر سوار



حضرت میاں بشیر احمد اور حاجی غلام جیلانی



حضرت میاں بشیر احمد، اشوک کمار کھٹانہ، حاجی محمد رفیق، اشتیاق بھٹی

میں اپنی تسبیح روزِ شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ

"جناب میاں بشیر احمد کو ڈائری لکھنے کا شوق رہا ہے۔ بڑی شگفتہ زبان میں واقعات قلمبند کیا کرتے ہیں۔ یہاں ان کی ڈائریوں سے بعض دلچسپ اقتباسات درج کئے جاتے ہیں جن سے ان کی زبان پر گرفت اور دیانتدارانہ قوتِ اظہار کا ثبوت ملتا ہے۔"

سنیچر وار نومبر ۱۹۷۲ء:- آج تین بجے دن حضور عالیجناب الحاج حضرت میاں نظام الدین صاحبؒ کو ان کے والد حضور جناب باباجی صاحبؒ کے مزار اقدس کے ساتھ مشرق کی جانب سپرد خاک کیا گیا۔ آج نماز جنازہ جناب شیخ صاحب شیر کشمیر نے پڑھائی۔ جناب مولانا فاروق صاحب، جناب مولانا سعید صاحب مسعودی اور دیگر کئی ذی عزت حضرات تھے تقریباً بیس ہزار انسان نماز جنازہ میں ہوں گے۔ حضور عالیجناب باباصاحبؒ کی آرام گاہ میں تین انچ موٹائی کا تختہ والا صندوق بنایا گیا جو چھاتی کے برابر ہے۔ حضور عالیجناب باباجی صاحبؒ کی تربت پاک صندوق کے تختے مٹی کے ساتھ اس طرح ہو گئے بالکل اسی طرح بنے تھے۔ تقریباً آج سے سنتالیس سال قبل یہ صندوق مٹی میں رکھا گیا ان کے درمیان دو تختے رکھے اور پھر باباجی صاحبؒ کے صندوق کو اس صندوق میں ایک اور صندوق رکھا اس میں حضرت عالیجناب باباجی صاحبؒ رکھے۔ اوپر برمی کے تختے جو خانن والوں نے نکال کر لائے اس پھرج پتر اور اس پر گارا اُس پر مٹی قبر پر بہت زیادہ وزن ہونے کی وجہ سے کئی آدمیوں نے اُتارا۔ میں سب سے آخر میں رخصت ہوا رخصت ہوتے وقت رخسار مبارک پر بائیں طرف بوسا دیا پھر دائیں طرف بوسا دیا اور اتھروں (آنسوں) قدموں کے ساتھ لگائے جناب شیخ صاحب کافی مدت تک روتے رہے اور پھر معہ جناب بیگم صاحب تشریف لے گئے۔ مولانا فاروق صاحب مولانا سعید صاحب بھی چلے گئے۔ آج بھی تلاوت قرآن شریف اور ختمات کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔

۲۵/جون ۱۹۶۷ء:- آج سرینگر سے گھر آیا حضور عالیجناب بابا: صاحبؒ کے قدم چومے اور بڑی دیر تک وہاں رہا۔اماں اور غلام مریم بھی آگئیں۔اماں جی نے دانت نکلوایا تھا۔

آج وائیل، منیگام اور کنگن میں جلسے ہوئے اور بہت بڑے اجتماع گجر اور کشمیری بھائیوں نے کیا۔میں سب کا شکر گذار ہوں اور مولانا عبدالرشید صاحب سے خانن تک ڈیڈیاں بنائی گئی تھیں اور سب نے اپنی محبت کا مظاہرہ کیا کنگن میں تو بہت بڑا جلسہ ہوا تمام اہل کنگن نے ڈیڈیوں سے بازار سجایا ہوا تھا اور ایک جم غفیر تھا۔واپس آ کر سرکار دربار حضرت باباجی صاحبؒ پر حاضری دی اور رات بارہ بجے معہ غلام مریم کے آپنے مکان میں آیا۔ اور ڈایری ہذا مرقوم کر رہا ہوں۔سب سے زیادہ کام مجید صاحب، صابری صاحب، جیلانی صاحب، نثار صاحب اور میاں اسحاق صاحب نے کیا ہے۔

۱۰/مئی بروزِ جمعرات ۱۹۷۹ء:- میں پاکستان میں نجوڑا دورات ایبٹ آباد دورات میر پور منگلا ڈیم ایک رات مظفر آباد ایک رات راولپنڈی سے کوہمری دومرتبہ کھڑی شریف ایک بار لاہور ایک رات جہلم ایک دن کھاریاں کچھ گھنٹے گوجراں والا ایک رات حویلیاں ایک دن رہا باقی رات سوہاوا رہا۔حضرت جناب حاجی نوران شاہؒ کے دربار پر ہر طرف سے میرے محب و مخلص ملنے آتے رہے۔ان ملاقاتوں میں دربار کیناں شریف کے جناب میاں غلام یسین صاحب المعروف طوطا صاحبؒ، جناب میاں مطیع اللہ صاحبؒ، جناب داود میاں صاحب جناب میاں سرور صاحب، جناب رانا فضل حسین صاحب، جناب مولانا ذبیح صاحب، جناب سرور حسین طارق صاحب، جناب اسرائیل مجہور صاحب، جناب پیر جماعت علی شاہ صاحب، جناب سید برکت شاہ صاحب جناب سید محمد شاہ صاحب، جناب پیر یسین شاہ صاحب، جناب سید حیدر شاہ صاحب، مولوی عبدالعزیز صاحب چیچی وغیرہ بے شمار دوست ملے۔

۲۵/جنوری ۱۹۸۰ء:- آج جموں ہی رہا۔شیخ صاحب اور مادر مہربان سے ملاان کے ملنے کے بعد

جناب خواجہ غلام محمد شاہ صاحب سے ملا اور کافی تردد اور کوشش کے بعد شیخ صاحب اور خواجہ صاحب کی صلح کروائی۔

۱۶/جون ۱۹۸۰ء:- آج میں نے ریاست جموں وکشمیر کی حکومت سے وزیر، ملکیت کے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ اور میں آج استعفیٰ دینے کے بعد واپس وانگت چلا آیا۔ شیخ صاحب اس حکومت کے سربراہ ہیں اور یہ حکومت نیشنل کانفرنس پارٹی کی ہے۔ گجر قوم کے ساتھ حکومت کی ناانصافیوں اور حق تلفیوں کی وجہ سے استعفیٰ دیا ہے۔

۲۴/فروری ۱۹۷۵ء:- آج شیخ محمد عبداللہ صاحب کو جناب سید میر قاسم صاحب نے پارٹی لیڈر تسلیم کرنے کے لئے کانگریس لیجسلیچر پارٹی کا لیڈر منتخب کیا۔ شیخ صاحب اس ریاست کے وزیر اعلیٰ ہوں گے۔ بخشی غلام محمد نے ان کو معزول کروا کے قید کروایا۔ خود پرائم منسٹر بنا تھا۔ آج اللہ تعالیٰ نے جناب شیخ صاحب کو دوبارہ عزت عطا فرمائی اور کامیابی نصیب ہوئی۔ آج جناب شیخ صاحب دہلی سے واپس تشریف لائے۔

۲۴/مارچ ۱۹۷۷ء:- آج جموں ہی رہا۔ آج شری مراجی ڈیسائی جنتا پارٹی کے لیڈر کی حیثیت سے بھارت کے یہ وزیر اعظم مقرر ہوئے اور بعد دوپہر حلف اُٹھایا تیس سال بعد ہندوستان میں کانگریس وزارت ختم ہوگئی۔ اور جنتا پارٹی جس میں اور بھی پارٹیاں آتی ہیں۔ ستر ویں حکومت قائم کی آج بیگم شیخ محمد عبداللہ جس کا نام اکبر جہاں بیگم ہے۔ بحیثیت ممبر پارلیمنٹ پہلی بار دلی گئی۔ شیخ صاحب بھی دہلی گئے ہیں۔ عبدل احد وکیل بھی ضلع بارہمولہ پارلیمنٹ ممبر دلی پہنچ گئے ہیں۔

۲۵/مارچ ۱۹۷۷ء:- آج جموں ہی رہا۔ آج کانگریس لیجسلیچر پارٹی نے شیخ صاحب کے خلاف عدمِ اعتماد کا اسمبلی میں رزیرویشن پاس کیا۔ اور مفتی محمد سعید کو آپنا پارٹی لیڈر تسلیم کیا شفیع صاحب، اسلم صاحب رشید صاحب طالب صاحب وغیرہ اس میں شامل ہیں۔

بروزِ سوموار فروری ۵ / ۱۹۷۳ء:- آج صبح ساڑھے نو بجے راجوری جموں گاندھی نگر سے روانہ ہوکر ساڑھے گیارہ بجے درہال پہنچا۔ آج حضور باباجی صاحبؒ کا داغ مفارقت کے بعد اکلا باباجی صاحبؒ کے منہ بولے مصر اور باباجی صاحب کے مریدوں کے باغ سے جارہا ہوں۔ کبھی کبھی یہاں ہزاروں ہالوگ ساتھ ہوتے تھے۔ آج پریشانی آنسو اور جدائی ساتھ ہے۔ سوکڑ آکر جناب پیر جہان شاہ صاحب کے کمرے میں ان کا دیدار کیا۔ الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے کامل ایمان عطا فرمایا ہے۔ نماز جنازہ میں نے پڑھائی بہت لوگ مرد و زن روتے تھے۔ رات آٹھ بجے ان کا جسدِ خاکی آپنے آبائی گھر میں صندوق میں رکھ کر پتھروں کی مضبوط بنی ہوئی دیوار والی قبر میں رکھی۔ روحانیت کا ایک اور چراغ آج گل ہوگیا رات حاجی نذیر کے گھر آئے۔ یہ سب میرے باباجیصاحبؒ کے عقیدت مند جان نثار لوگ ہیں۔

۴ / مارچ ۱۹۵۷ء:- آج گھر سے گاندربل آیا۔ جناب حاجی باباصاحبؒ ممبر اسمبلی بلا مقابلہ کامیاب ہوگئے۔ رات شہر آیا اور اماں جی سے بھی ملا جو ایک ہفتہ سے سرینگر میں ہیں۔ آج گذشتہ شب کو بخار تھا۔ شہناز بچی بھی مبتلا بخار تھی۔

بروزِ بدھوار ۲۳ / اگست ۱۹۷۸ء:- آج معہ غلام مریم جی، الطاف جی کا رنمبر J-K-P۲۴۹۱ میں گھر سے براستہ سونمرگ لداخ روانہ ہوئے اور رات مثاین مینامرگ منشی اسماعیل بجران کے گھر گئے۔ روشن لال، شفیع بجاڑ ملازم اور میاں اسحاق صاحب بھی ساتھ تھے۔

یکم فروری ۱۹۸۶ء:- آج بھی جموں ہی رہا۔ کوئی قابلِ تحریر کام نہیں کیا۔ آج معلوم ہوا کہ حاجی عبدالرزاق درہالوی کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔ بڑا دکھ ہوا۔ حاجی صاحب میرے باباصاحبؒ کے مُریدہیں۔ اگرچہ میرے سیاسی مخالف ہیں۔ لیکن میں آپنے باباصاحبؒ کی وجہ سے ان سے پیار کرتا ہوں۔

۷/مارچ ۱۹۸۶ء:- آج بھی جموں رہا۔ آج صبح سویرے پونچھ کا ایک گاڈ اخبار لئے ہوئے آیا۔ اُس نے کہا کہ ”شاہ وزارت ختم ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا آج ریاست میں ایک فتح ڈاکٹر فاروق کو اللہ پاک نے دی۔ اور ایک فتح اللہ پاک نے مجھ بندہ گنہگار کو دی۔ میں نے اس حکومت کو بھی تسلیم نہ کیا تھا۔ اور مرکز سے لے کر کشمیر کے بچہ بچہ کو علم تھا۔ یہ راشی، بے ایمان لوگوں کا ٹولہ ریاست میں ایک سال آٹھ ماہ کچھ یوم حکومت کرنے کے بعد نیست و نابود ہوگیا۔ آر۔ ایس پورہ حاجی عالم کے اور شبیر جی کے دعوت پر گیا تھا واپس آیا۔

۱۶/مارچ ۱۹۸۶ء:- آج جموں ہی رہا۔ جناب مفتی صاحب ان کی بیگم اور ان کی صاحبزادی عزیزہ محبوبہ یہاں گجر نگر آئے کھانا کھایا۔ اور واپس گاندھی نگر چلے گئے۔ آج کی مجلس میں جناب مفتی صاحب، جناب مرزا رشید صاحب، جناب شفیع صاحب، جناب اسلم صاحب و عزیزم الطاف جی تھے۔ اور بھی بہت مہمان تھے۔

۵/جون ۱۹۸۶ء:- آج دہلی پارلیمنٹ کے قریب حیدرآباد ہاؤس میں جناب راجیو گاندھی پرائم منسٹر کے ساتھ تھے۔ ملاقات ہوئی اور افطار کیا اور بھی بہت سے احباب تھے۔ راجیو گاندھی کافی محبت اور اخلاق سے پیش آئے خصوصاً میرے ساتھ بڑی مہربانی کی اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔

۲۸/فروری ۱۹۶۴ء:- آج بانڈی پور گیا جیلانی صاحب ساتھ تھے۔ آج نیشنل کانفرنس کی اسمبلی پارٹی نے جناب خواجہ غلام محمد صادق کو پارٹی لیڈر منتخب کیا جناب شمس الدین نے استعفیٰ پیش کیا۔ صدرِ ریاست کرن سنگھ نے جناب صادق صاحب، شمس الدین کا استعفیٰ منظور کیا۔ اور نئی کابینہ بنانے کا کہا اور جناب صادق صاحب نے نئی کابینہ میں جناب سید میر قاسم صاحب، ڈی، پی، دھر صاحب اور ترلوچن دت کو لیا ہے۔ اور منسٹروں کا نام بعد میں پیش کیا جائے گا۔ آج ہی صادق صاحب نے حلف وفاداری اُٹھایا۔ اور باقی تین منسٹروں نے بھی حلف اُٹھایا۔ ہندوستان کے وزیر لال بہادر شاستری پروگرام کے مطابق جموں پہنچے۔ بخشی غلام محمد صاحب ہار گئے۔

۱۵رفروری ۱۹۶۴ء:- آج سرینگر سے گھر آئے۔آج خانن گاؤں تک جیپ آئی۔آج صادق صاحب سیکریٹریٹ تشریف لے گئے اور کام شروع کر دیا۔آج سولاں بلیں پاس ہوئیں۔باراں چمچے، تین بیلچے، تین گنتیاں اور ساڑھے سولاں سیر لوہا گھروں کو لائے۔

۲۷رمئی ۱۹۶۴ء:- آج گھر آیا۔آج جاوید جی ساڑھے چھ بجے شام آئے کہا کہ پنڈت جواہرلال نہرو انتقال کر گئے بعد میں ریڈیو سے معلوم ہوا کہ پنڈت جی کو صبح ہارٹ اٹیک ہوا اور دو بجے سرگباش ہو گئے۔ راولپنڈی سے مظفرآباد آج شیخ صاحب تقریباً ۱۹ رسال کے بعد گئے تھے۔اور چار یوم آزاد کشمیر میں دورہ کرنا تھا۔گلزاری لال نندا ایے وزیرِ اعظم ہندوستان مقرر ہوئے ہیں۔سارے ملک میں پنڈت جی کا سوگ منایا جارہا ہے۔میاں اسحاق صاحب اور نثار صاحب بھی آج آئے ہیں۔

پیر ۲۵رماہ اگست ۱۹۸۶ء:- آج بھی مدینہ شریف ہی رہے۔آج بڑی دیر کے بعد ڈاکٹر فاررق عبداللہ صاحب کی کوشش سے گورنر نے ہمارے قافلہ کو حرم نبویؐ کا طواف اکیلے دیگر مشتاقاں نبی کریمؐ کے بعد کرادیا۔اوردل کھول کر روضہ کا طواف کیا۔جناب مادر مہربان بیگم شیخ صاحب، جناب ڈاکٹر فاروق عبداللہ سوز صاحب ایم۔پی جناب بیگل اُتسائی ان کی اہلیہ، سوز صاحب کی اہلیہ، محترمہ غلام مریم جی راقم اور شریف الدین کچھ دوسرے ساتھیوں سمیت اس طواف میں شامل تھے حاجی ممتاز جی، حاجی لال، حاجی بھائیا وغیرہ محباں رخصت ہو گئے ہیں۔

یکم فروری ۱۹۶۴ء:- آج آپنے جلیل القدر دوست حاجی فضل حسین کے گھر سے روانہ ہو کر رات ساتھ سوکر گلی میں جناب پیر جہاں شاہ صاحب کے گھر آئے پیر صاحب رات دیر تک عالیجناب باباجی صاحبؒ کا تذکرہ فرماتے رہے۔میاں صدیق صاحب بھی ساتھ رہے۔بڑی محبت اور پیار کا گھر ہے۔حاجی صاحب نے ایک کمبل نفیس قسم کا دیا۔مدینہ شریف سے خرید کردہ ہے۔آج ملاں نادروالی گھوڑی دیکھی بڑی کمزور ہے۔

۲۷ر مئی ۱۹۶۴ء:- آج سرینگر ہی رہا مسٹر وانچو انجینیر صاحب سے ملا بات چیت کی نئی جیپ خریدنے کے لئے مبلغ پانچ ہزار روپے ایڈوانس لالہ تریتھ رام کمپنی کو دیا۔ جُنید صاحب سے مبلغ ایک ہزار روپیہ لئے تھے۔ جس پر حضور باباصاحبؒ بڑے ناخوش ہوئے۔ بقول جُنید صاحب۔

مئی ۳۰ر بروزِ سوموار ۱۹۶۰ء:- آج گھر سے گاندربل آیا بخشی غلام محمد صاحب پرائم منسٹر گاندربل تشریف لائے جلسہ کیا۔ میری اور بخشی صاحب کی ملاقات ہوئی۔ ۱۹۵۷ء سے ہم ایک دوسرے سے روٹھے ہوئے تھے۔ بخشی صاحب نے خود از راہ عنایت بُلایا اور صلح کے ساتھ بات چیت کی اور آئندہ کے لئے صلح ہوگئی۔ رشید صاحب نے مبلغ پچپن (۵۵) روپے لئے۔

۲۸ر جنوری ۱۹۶۰ء:- آج گھر سے ساڑھے تین بجے معہ غلام جیلانی کے آپنے گھوڑوں پر بطرف گنڈ نالہ روانہ ہوئے۔ پزن (پیجن) سندر گھوڑے کو نعل لگوائے۔ پانچ بجے پزن سے چل کر پونے چھ بجے ہاری گنیون پہنچے میاں اسحاق باجی، بھائی ملاں حلیم آئے۔ مولانا نثار صاحب، ملاں محمود چودھری خیر محمد، مانیاں سواتھی شاہولی وغیرہ دوست ہیں۔ رات ساڑھے باراہ بجے تک بیٹھے رہے اور بات چیت کرتے رہے عبدالرحیم کی زبانی معلوم ہوا کہ کالو خطرناک بیمار ہے۔ معمولی سی پیچس کی مجھے بھی شکایت جیسی ہوئی۔ علاقہ کے حالات سے مطلع ہوا۔ رات بڑی اچھی دوستانہ ماحول سے گذاری۔ اسماعیل اظہر کا فوٹو اور خط پاکستان سے آیا دیکھ کر بڑا رونا آیا۔ ملاں محمود. نے حال ہی میں دوسری شادی کی ہے۔ اور اسحاق نے بھی حال ہی میں دوسری شادی ملاں محمود کی لڑکی سے کی ہے۔

بروزِ جمعہ ۱۹ر فروری ۱۹۸۸ء:- آج جموں میں ۱۹۴۷ء کے بعد پہلی بار اہل سنت والجماعت کی جانب سے سیرت نبی ﷺ کانفرنس کا اجلاس راقم الحروف کی صدارت میں شروع ہوا۔ بہت بڑا مجمعہ ہے۔ اور اس میں افتاحی تقریر جناب ڈاکٹر فاروق عبداللہ صاحب کی ہوئی اِس میں علمائے کرام بریلوی، دیوبند سے تشریف

لائے اورلا رہے ہیں۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے دو حریف علمائے کرام ایک ہی سٹیج سے سیرت النبی ﷺ کے اجلاس میں خطاب فرما رہے تھے۔

۲۰ ستمبر ۱۹۸۴ء:- آج حاجی فضل الدین صاحب فتح پور والے صبح کی نماز کے بعد فتح پور میں وصال پا گئے۔ یہ خبر ہم نے اسمائیل سوتری کے گھر کچھ نمبل ناڑ میں گوجری پروگرام کی خبروں سے سُنی۔ حاجی فضل الدین صاحب حضور عالی جناب باباجی لاروی ؒ والوں سے موہڑا اچھائی (پوہ مہینہ) میں آج سے قبل تقریباً ستبر (۷۰) سال قبل بیعت ہوئے تھے۔ آپ کو باباجی صاحب کی خدمت میں سائیں جھلا صاحب ؒ پلولیاں والے مجذوب فقیر نے بھیجا تھا بہت نیک سیرت درویش اور دور اندیش انسان تھے گونا گوں صفتوں سے اللہ تعالیٰ نے نوازہ ہوا تھا۔ ۲۶ ر جیٹھ کے عرس شریف پر اور حضرت باباجی صاحب ؒ کے عرس میں ۳ ر شوال المکرم پر یہاں آئے تھے۔ رخصت ہو کر گئے اور اشارتاً آپنی آخری بار کی حاضری کا اظہار بھی کیا۔ کرفیو کی وجہ سے سرینگر تک پیدل گئے سو سال کے قریب عمر پائی۔

جمعرات ۴ ر اکتوبر ۱۹۸۴ء:- آج صبح سات بجکر پینتیس منٹ پر عزیزم الطاف جی کو عزیزہ مصرا بیگم کے بطن سے خُدا نے پہلا فرزند عطا کیا شکر الحمدللہ میں اور غلام مریم صورہ تھے۔ وہاں ابراہیم مولوی مینڈھر والے کا فرزند مقبول پہنچا اس نے سنایا مصرا بیمار ہے۔ ہم فوراً اپنی موٹر گاڑی زیر نمبر ۲۸۳۹ میں آئے پانڈ چھ میں اسماعیل ملا جو ہم نے صبح سرینگر سے روانہ کیا تھا۔ اس نے بتایا مصرا جی ٹھیک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرزند عطا کیا ہے۔ یہاں پہنچ کر عزیزم نورِ نظر کو حضور باباجی صاحب ؒ کے قدموں میں زیارت پر لے گیا تھا۔ اور حضور حاجی بابا صاحب ؒ کے قدموں میں رکھا۔ وہاں پہ میں نے دائیں کان میں آذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی اس کے بعد وہاں سے لے کر واپس آیا اور آپنی زبان کی گُرتی دی۔ اللہ پاک کے سپرد کیا۔ عزیزم کے لئے دُعا مانگی۔

مصرا جی، جنید صاحب کی صاحبزادی ہے یہاں آ کر عالیجناب باپھوپھی صاحبہ سے ملاقات ہوئی آپ نے نومولود عزیز کو گود میں لیا۔ الحمدللہ علی کل حال۔ آج لنگر کے ڈوگہ نامی زمین کی مکی کاٹی۔ گواس اور پہلناڑ کے لوگ آئے تھے۔ کوئی چالیس لوگ تھے۔ عزیزم کا ایک ہنڈ وعقیقہ کیا۔

۳۱ ر اکتوبر ۱۹۸۴ء:- آج صبح نو بج کر دس منٹ پر ہندوستان کی پرائم منسٹر عزت مآب اندرا گاندھی

جی کو اس کے حفاظتی عملہ کے تین ۔ ۔ ۔ سکھوں نے مار ڈالا۔ اندرا گاندھی عظیم باپ پنڈت جواہر لعل نہرو کی اکلوتی مایہ ناز سارے جہاں کی قابل قدر اور قابل رشک لیڈر تھی۔ لیکن ہمشیرہ اپنا نام زندہ رکھ گئی۔ میں نے امیرا کدل کوٹھی باغ پہ یہ بات سُنی اُسی وقت دہلی روانہ ہوا اور لوگوں کے علاوہ ریاست کے چیف منسٹر غلام محمد شاہ اُن کی اہلیہ خالدہ شاہ، ڈاکٹر فاروق، جناب مفتی محمد سعید صاحب، مولوی انصاری صاحب تھے۔

۲۷/ دسمبر ۱۹۷۵ء :- آج بھی جموں ہی رہا آج صبح ڈیڑھ بجے جموں عیدگاہ کے ساتھ سڑک کی دوسری جانب مغرب کی طرف گوجر ہوسٹل کا میں نے عالیجناب بیگ صاحب کی حاضری میں سنگ بنیاد رکھا اس موقعہ پر شفیع صاحب اور اسلم صاحب نہیں آئے۔ آج چنڈی گڑھ کانگریس اجلاس میں شمولیت کے لئے کانگریسی یہاں سے روانہ ہوئے۔ کل جناب بیگ صاحب وغیرہ جایں گے۔ ڈاکٹر علوی صاحب تشریف لائے ہیں۔

۲/ نومبر اتوار ۱۹۹۷ء :- آج سنمبل بالا حاجی حلیم صاحب کے جنازہ میں شمولیت کیلئے گیا خود بھی میری صحت خراب ہے۔ وہاں قاضی حبیب الرحمان صاحب، قاضی خلیل صاحب، مولوی محمد عبداللہ قدا اور دوسرے بھائیوں کے سمیت باقی گاؤں اور ارد گرد دیہات کے بہت لوگ تھے۔

مولانا نثار صاحب بھی کافی کمزور ہونے کے باوجود موجود تھے۔ ہم بھائی اقبال صاحب، حاجی جیلانی صاحب، رشید صاحب اور اسماعیل صاحب تھے۔ جیپسی میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے اسماعیل صاحب نہ آسکے مجھے سخت صدمہ ہوا۔ میری طبیعت خراب ہے اور سخت بخار ہے۔

بروزِ اتوار ۱۹/ جنوری ۱۹۹۷ء :- آج بھی دلی ہی رہا ظفر جی، مدد حسین، صادق ڈرائیور اور میں یہاں جیپسی کی باڈی بنانے میں مصروف ہیں۔ آج بڑی مدت کے بعد بارش ہوئی غالباً ستمبر کے بعد بارش برسی ہے۔ سارے ملک میں موسم سخت خشک ہوگیا تھا۔ بارش خدا پاک کی رحمت ہوگئی۔ اور بیجے ہوئے فصل کے لئے بڑی رحمت ہے ٹی، وی پر دیکھا جا رہا تھا۔ آج میری صحت میں بھی کافی بحالی ہے۔ گاڑی کا کام بوجہ بارش آج نہیں ہوا ہے۔ الطاف جی کی اطلاع فون کے ذریعہ ملی ہے کہ وہ ۲۱/ جنوری کو جموں سے دہلی آرہا ہے۔ جس قدر محبت خلوص اشوک کمار کھٹانہ دہلی میں رہنے والے میرے ساتھ کرتا ہے۔ اس کا اجر اللہ پاک اشوک کی کو ہر ترقی اور کامیابی سے نوازے میں بیچارہ کیا کرسکتا ہوں۔

۱۳ر ستمبر ۱۹۸۴ء :- آج بھی دہلی میں رہا۔ جناب مفتی صاحب، مولانا افتخار حسین انصاری ایم۔ایل۔اے، جناب مرزا عبدالرشید صاحب، جناب منکت رام شرما صاحب سپیکر ہم اکٹھے کانگریسی ساتھ تھے۔ آج جناب پرائم منسٹر صاحب سے ہم ملے بہت اچھے اخلاق سے پیش آئے۔

سوموار ۲۳ر جون ۱۹۶۷ء :- آج علی الصبح پہلے اُٹھتے ہی سنمبل بالا تک لوگوں سے ملنے گیا اور پھر واپس سرینگر گیا اور ریٹرنگ آفیسر جناب غلام نبی صاحب ڈولپمنٹ کمیشنر کشمیر کے پاس سے واپس آئے۔ مدِ مقابلوں کے کاغذ مسترد کیے گئے اور میں حلقہ انتخاب کنگن سے بلا مقابلہ کانگریس کے ٹکٹ پر کامیاب ہوا۔ یہ میری پہلی باری ہے۔ اور جناب اسلم صاحب بھی حلقہ انتخاب مہینڈھر سے اسمبلی کے لئے بلا مقابلہ کامیاب ہوئے۔ الحمدللہ علی کل حال۔

پھر پرانے سیکریٹریٹ سے لیکر جناب غلام محمد صادق صاحب کی قیام گاہ تک ایک بہت بڑے بھاری جلوس میں گیا۔ اُن سے مِلا اور اُن کے ہاتھ کے ساتھ ہاتھ ملایا اور آنے والے دوستوں کو رخصت کیا۔ پھر واپس ہو کر جواہر نگر گیا کافی تھک گیا تھا۔

۱۲ر مارچ ۱۹۷۹ء :- آج بھی جموں ہی رہا مرزا افضل بیگ نے اسمبلی میں اپنا بیان پڑھا، بیان پڑھتے ہوئے آپ رو بھی گئے۔

۸ر مئی ۱۹۷۹ء :- آج دو بجے دن لاہور سے ہوائی جہاز کے ذریعہ راولپنڈی روانہ ہوا یہ سفر بھی سوا گھنٹے کا ہے اور ہوائی جہاز کے سفر کے لئے راولپنڈی ائرپوٹ سے سوہاوا نور پور سیداں روانہ ہوا۔ یہاں سے سوہاوا (۶۲) کلومیٹر جی۔ٹی روڈ پر واقعہ ہے۔ میں جب سوہاوا پہنچا تو حضرت سید نوران شاہؒ کے مزار اقدس اور جناب سید عبداللہ شاہ صاحب کی قبر پر حاضری دی۔ راولپنڈی سے جاتے ہوئے زیارت نور پور سیداں جناب شوکت صاحب کا مکان سڑک کی دائیں جانب ہے۔ آزاد صاحب مرحوم کے تین مکان ہیں۔ ایک اگلے ماہ ہی بنوایا تھا۔

پانچ مئی ۱۹۷۹ء کو آپ کا شام کے وقت وصال ہو گیا۔ آپ کو ہارٹ اٹیک ہوا۔ اور باورچی خانہ میں میری ہمشیرہ زہرہ کے پاس وصال ہوا۔ شاہ صاحب بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ آزاد کشمیر حکومت میں وزیر تعلیم بھی مقرر ہوئے اس کے علاوہ سپیکر رہے تھے۔ اور مسٹر بھٹو کے گہرے دوست تھے۔

اکتوبر ۲۲؍۱۹۹۷ء:۔ آج جیپ کا تیل وغیرہ بدلا سروس بھی کروائی ظفر جی کو ساتھ بھیجا تھا۔ ظفر جی ڈاکٹر صاحب کو بھی ملے اور ساری معلومات پھر حاصل کیں۔ آسمان ابر آلودہ آلودہ اور بارش ہے۔ بکر والوں کا سخت فکر اور بکریوں کا بھی سخت فکر ہے۔ سپرد خدا۔

۱۲؍فروری ۱۹۷۱ء:۔ آج صبح اپنی بکریوں میں گیا۔ اس کے بعد راجوری کھانا کھایا اور تھنہ منڈی جلسہ کرنے گئے تھنہ سے فارغ ہو کر رات آٹھ بجے راجوری سے روانہ ہو کر پونچھ لسانہ اسلم صاحب کے گھر آئے۔ اسلم صاحب اور چاچا شفیع صاحب میرے ساتھ ہیں۔ ایک جیپ (گاڑی) زیر نمبر ۹۸۱۰ s-a-k تھی اور اس کو مبلغ دس ہزار روپے میں فروخت کر دیا۔ اور چار سال کی جیپ زیر نمبر j-k-n۲۱۲ بارہ ہزار پانچ سو میں خریدی ہے۔ اور دو ہزار سے زیادہ رقم اس پر لگائی۔ آج سُنا ہے ٹھیکدار غلام دین صاحب دہلی میڈیکل انسٹیچوٹ میں فوت ہو گئے اور پونچھ لا کر دفن کیے۔ ٹھیکدار صاحب بہت سی خوبیوں کے مالک تھے ان جیسا اب شاید ہی پونچھ اور غلام الدین پیدا کرے۔

۱۵؍فروری ۱۹۷۱ء:۔ آج صبح جموں کے ایم، ایل، اے ہوسٹل میں سے دس بج کر دس منٹ پر جناب صادق صاحب کی رہائش گاہ پر حاضر ہوا۔ چودھری اسلم صاحب کو وہاں سے جناب صادق صاحب نے اپنی موٹر میں بیٹھایا اور ترلوچن دت صاحب کو بھی اپنی موٹر میں بیٹھایا اور گورنر صاحب کے ہاں پہنچے وہاں سے پہلے پنڈت جی نے بحیثیت کیبنٹ منسٹر اِس کے بعد بحیثیت نائب

وزیر جناب گورنر بھگوان سہائے کے سامنے حلف وفاداری اُردو زبان میں پڑھا۔اس کے بعد سیکریٹریٹ آئے۔جناب صادق صاحب کے کمرے میں پہلے چائے پی اس کے بعد مجھے اُس کمرہ میں لیجایا گیا جہاں آیندہ مجھے بحیثیت نائب وزیر کام کرنا ہے۔

۱۲/دسمبر ۱۹۷۱ء:- آج چنڈی گڑھ ہسپتال میں جناب خواجہ غلام محمد صادق صاحب فوت ہوگئے۔آپ وزیر اعلیٰ ریاست جموں وکشمیر تھے۔کئی خوبیوں کے مالک تھے لیکن کان کے بہت پتلے تھے۔ہوم گورنمنٹ نے گھیراؤ ڈالا ہوا تھا۔میں صبح پہلے منڈی گیا وہاں جلسہ کیا رات وہاں پاکستانی فوجوں اور ہندوستانی فوجوں کے درمیان گولیاں چلی۔صادق صاحب کی میت سڑک کے ذریعہ کشمیر لے جائی جارہی ہے۔سموٹ بہت بڑا جلسہ کیا اور اس کے بعد رات لسانہ آیا۔آج سخت فکر ہے۔ایک رضاکار بھی پکڑا گیا دشمن سے کوئی زک نہ پہنچے۔

فروری ۱۶-۱۹۸۷ء:- آج صبح پہلے جناب ڈاکٹر فاروق عبداللہ صاحب چیف منسٹر سے ملا اس کے بعد سرینگر وانگت سے معہ غلام مریم جی روانہ ہوا۔میں آٹھ فروری سے سولاں فروری تک کا روزنامچہ جہاز میں بیٹھے ہوئے رقم کر رہا ہوں۔میری بائیں جانب شیشوں کے ساتھ والی سیٹ پر میری بیوی ہے اور دائیں جانب بارہ سال کا بچہ ہے۔جو نا واقف ہے۔سرفراز صاحب جموں ہی رہ گئے کچھ دیر بعد سرینگر کی طرف اُڑان کریں گے۔جہاز بیس منٹ بعد جموں ائرپوٹ سے سرینگر ائرپوٹ پر اُتر گیا۔میرا قلم جو بڑا قیمتی قلم ہے۔وہاں ہی رہ گیا اور میں نے یہ قلم تکو صاحب وکیل سے لے کر آٹھ یوم کا روزنامچہ لکھا ہے۔ہم آج جموں گجر نگر سے وانگت تک اڑھائی گھنٹے میں پہنچے۔اس کے بعد میں اور غلام مریم جی دربار شریف پر گئے اور حاضری دی۔

۱۶/فروری ۱۹۸۷ء:- آج دن کے ایک بجے سے ڈیڑھ بجے تک عزیزی میاں الطاف صاحب نے ریاست جموں کشمیر کی اسمبلی کے لئے کنگن حلقہ انتخاب سے الیکشن کے لئے ریٹرنگ آفیسر جناب جاوید احمد شاہمیری چیف پروجیکٹ آفیسر کنگن اپر سندھ ہائیڈ پروجیکٹ کنگن سٹیج سیکنڈ کے پاس فارم داخل کئے اور لوگوں کا ایک جمِ غفیر ساتھ تھا اس حلقہ انتخاب سے پندراں سال حضور جناب باباصاحبؒ اسمبلی کے ممبر رہے ہیں۔ رب تعالیٰ عزیزم الطاف جی کو سلامت رکھے اور اس کو دن دُگنی رات چوگنی اقبال مندی عطا فرمائے۔ میں آج صبح جناب کار صاحب سے بھی سرینگر میں مِلا اور ساتھ ہی کنگن دن بھر لوگ محبت اور پیار سے ملتے رہے۔ صدرِ پاکستان آج جے پور سے واپس پاکستان پہنچ گئے۔ دن بھر بارش باری اور برفباری ہوتی رہی۔ پرنگ سے سڑک سخت خراب ہے۔

۲۲/دسمبر ۲۰۰۴ء:- آج صبح ساڑھے دس بجے میاں الطاف جی، اسلم صاحب، ظفر جی اور میں راجوری روانہ ہوئے ساڑھے دس بجے ہم راجوری لیاقت صاحب کے ہاں پہنچے تازہ وضو کیا چائے پی اور وہاں سے روانہ ہوئے۔ جناب مولوی محمد عالم صاحب کے نماز جنازہ میں شامل ہوئے۔ صلواتہ جنازہ میں نے پڑھائی کافی لوگ تھے۔ یہاں حضرت باباجی صاحبؒ اور جناب حاجی بابا صاحبؒ کے عقیدت مندوں کی بڑی تعداد ہے۔ آج اس سال کی پہلی برف باری چار بجے راجوری درہال وغیرہ میں ہوئی۔ سخت امسال خشک سالی رہی میں رات نڈیاں مرزا غلام نبی جی کے ہاں رہا کافی سردی ہے۔ الطاف جی، اسلم صاحب وغیرہ راجوری چلے گئے۔

۱۰/اپریل ۲۰۰۴ء:- آج صبح سوہاوہ سے میں اور شوکت صاحب پشاور گئے۔ دن بھر پشاور شہر کا

سیر کیا رات واپس اسلام آباد پنڈی آئے۔ قاضی فخر الدین صاحب کی بھتیجی ڈاکٹر صاحبہ نے نہایت اعلیٰ پیانہ پر دعوت کی اور عماالدین شہر کو بُلایا۔ جس میں بڑے بڑے اکابرین حضرات منسٹر اور ڈاکٹر وغیرہ تھے۔ رات ان کے ہی مہمان رہے یہ بہت پیارے لوگ ہیں اور جناب قاضی عزیز الدین صاحب کی اولاد ہیں۔

۱۴ اپریل ۲۰۰۴ء:- مظفر آباد کے بعد سید شوکت علی روانہ بذریعہ جیپ اور ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہو کر دربار کنیاں شریف نو بجے شب پہنچا اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ بار شکر ہے۔ کہ گنہگار کو ۶۵ سال کے بعد دوبارہ یہ موقعہ مِلا میں ۶۵ سال پہلے یہاں گیا تھا۔ اُس وقت میاں مرزا عبدالرشید صاحبؒ زندہ سلامت دربار پاک کے مختارِ کل سجادہ نشین تھے۔ آپ کا وصال غالباً یکم رمضان ۵۶ھ میں ہوا ہے۔ باباجی صاحبؒ کی زیارت کے بعد مرزا صاحبؒ اور سرور صاحب اور باقی کے دربار پر حاضر ہو کر کچھ مراقبہ پہ فاتحہ پڑھ کر معہ ساتھیوں کے مسجد شریف میں آ کر نماز عشاء ادا کر کے غلام یاسین صاحبؒ کی خدمت میں حاضری دی ان کے دیدار سے سکون قلب حاصل ہوا۔ الحمد للہ۔ غلام یاسین صاحب المعروف میاں طوطا صاحبؒ سجادہ نشین کی عمر ایک سو چھ سال ہے۔

۱۶ اپریل ۲۰۰۴ء:- آج دربار کنیاں شریف ہی رات میاں مرزا صاحبؒ فرزند میاں افسر صاحب کے گھر آیا۔ کنیاں شریف میں ۱۹۹۵ء بکرمی میں آیا۔ اور ۴۵ دن کے بعد مرزا صاحبؒ نے وداع کیا تھا۔ کیا عنائتیں کیا لُطف کیا بہاریں۔ مولا کریم کا کرم تھا۔ آج بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل کرم ہے الحمد للہ جس مکان میں آج ہوں یہ اس مکان کے ساتھ ہے۔ جہاں ۵۶ سال پہلے رہا کرتا تھا

بُلبُل روندی وچ فراقاں کر کر یاد بہاراں
کسے کہیانہ رونمانی بِرِ کھلسن گلزاراں

فروری ۱۹۵۸ء:۔ آج گھر سے ہمراہ جناب بابا صاحب، جُنید صاحب جموں روانہ ہوا سرینگر تک سرفراز جی اور جیلانی صاحب بھی ہمرہ آئے۔ شبیر احمد بھی ساتھ آیا ہم گھر سے روانہ ہو کر رات قاضی گنڈ آئے اور ڈاک بنگلہ میں ٹھہرے۔ حضور بابا صاحب کے ہمراہ ایک ہی کمرہ میں قیام کیا۔ شیخ صاحب اور مولانا سعید صاحب سے ملے اور تین گھنٹہ تک ملاقات ہوتی رہی افسوس مسلمانان ہند کا ایک درخشندہ ستارہ سنگ میل کی حیثیت رکھنے والا مرد مولانا ابوالکلام آزاد گذشتہ شب کو انتقال کر گئے۔ مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ابوالکلام آزاد ہندوستان میں اور سردار عبداللہ نشتر پاکستان میں مسلمانوں کی عظیم اور جامع شخصیت امسال داغ مفارقت دے گئیں۔

۱۴ر فروری ۱۹۶۳ء:۔ آج گھر سے سرینگر آیا۔ وید صاحب نے چار آنے فی صد پنیلٹی ڈالی ہے۔ میرے ہمراہ دارہ کا فقیر محمد بجران آیا ہے۔ جوج شریف کے لئے ۲۷/ رمضان المبارک کو روانہ ہو رہا ہے۔ امسال لالہ کالس، سید الف شاہ پونچھ خیر علی، باز گل، لکھیا کھاری، مٹھا کھاری ہمارے پیر بھائی حج کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں۔ غلام رسول راتھر صاحب کنگن، ولی احمد بکروال بھی حج بیعت اللہ پر تشریف لے جا رہے ہیں۔ اس میں سید الف شاہ نمبر (۱) والی احمد نمبر (۲) سب سے غریب اور غلام رسول راتھر سب سے امیر ہے۔

۸ر ستمبر ۱۹۸۲ء:۔ آج سارے ہندوستان خصوصاً ریاست جموں وکشمیر میں شیخ محمد عبداللہ صاحب کی وفات سے صف ماتم بچھ گئی ہے۔ نہتے غلام مظلوم اور غریب کشمیری کو گوناگوں مصائب سے نجات دلا کر اُن کو آزادی کی منزل مقصود تک پہنچانے والا امیر کارواں اس وقت ہم میں نہیں۔ لیکن ان کی یاد کبھی نہ مٹنے والی ہمارے دلوں پر نقش کار ہو گئی ہے۔ میں میرا خاندان لاکھوں متعلقین ان کے ہمراہ گان خصوصاً فاروق عبداللہ صاحب اور بیگم صاحبہ کے ساتھ شریکِ غم ہیں۔ اللہ تعالیٰ جناب شیخ صاحب کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔

مارچ ۲۰/۲/۱۹۷۷ء: آج جموں اسمبلی کا اجلاس گورنر جناب بھگوان سہائے کی تقریر سے شروع ہوا۔ اُس وقت تک اسمبلی میں کانگریس (۵۷) جماعت اسلامی (۵) آزاد (۹) جن سنگھ (تین) ہیں۔ صادق صاحب، راجہ مظفر، یونس وغیرہ بہت سے لوگ نہیں ہیں۔ اِن میں صادق صاحب وفات پا گئے۔

۲۵/مارچ ۱۹۹۰ء:۔ آج جموں رہا سخت تھکاوٹ اور سخت کھانسی ہے۔ آج ریڈیو کشمیر سے ساڑھے بارہ بجے خبروں میں سُنا کہ میر غلام مصطفٰے کو مار ڈالا ہے۔ ایک بہترین قسم کا بہت اچھا انسان تھا۔ غلام نبی کولر کو بھی مار دیا ہے۔

بروزِ اتوار مارچ ۲۰۰۰ء:۔ آج گجر نگر آپنے مکان سے تین بجے روانہ برائے حج بیعت اللہ شریف جموں ائیر پورٹ پر سوا تین بجے اور ایک گھنٹہ سے زیادہ وہاں رُک کر پانچ بجے کے قریب جٹ ائیر جہاز کے ذریعہ دہلی معہ نُورِ نظر میاں الطاف جی روانہ ہوا ایک گھنٹہ جہاز کا سفر کے بعد اشوک کھٹانہ صاحب کی کار میں بیٹھ کر دہلی شہر میں چانکیہ پوری کشمیر ہاؤس میں آیا اور رات یہاں ہی قیام پذیر ہیں۔ کچھ زکام سے تکلیف جیسی ہے۔ سرفراز جی نے جموں سے فون کیا تھا۔ مجھے رخصت کرنے کے لئے جناب ڈاکٹر فاروق عبداللہ صاحب گجر نگر تشریف لائے تھے۔ لیاقت علی کی بڑی صاحبزادی نصرت جو دہلی میڈیکل ہسپتال میں ڈاکٹر ہے۔ اور اس کا خاوند ڈاکٹر عبدالغنی ائیر پورٹ پر ہمارے انتظار میں اپنے بچوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ بچوں کو ترقی پا کر میں بڑا خوش ہوا۔

۴/دسمبر ۲۰۰۰ء:۔ آج بھی جموں ہی رہا۔ الطاف جی سرینگر گئے رشید ڈاکٹر کو خرچہ کے لئے تین ہزار روپے دیئے۔ آج کشمیر کے قضیہ پر بھارت پاکستان مل کر کوئی حل تلاش کر رہے ہیں۔ اور

جناب ڈاکٹر فاروق عبداللہ صاحب گجر نگر تشریف لائے تھے۔لیاقت علی کی بڑی صاحبزادی نصرت جو دہلی میڈیکل ہسپتال میں ڈاکٹر ہے۔اوراس کا خاوند ڈاکٹر عبدالغنی ایئر پورٹ پر ہمارے انتظار میں اپنے بچوں کے ساتھ کھڑے تھے۔بچوں کو ترقی پا کر میں بڑا خوش ہوا۔

۴/دسمبر ۲۰۰۰ء:-آج بھی جموں ہی رہا۔الطاف جی سرینگر گئے رشید ڈاکٹر کو خرچہ کے لئے تین ہزار روپے دیئے۔آج کشمیر کے قضیہ پر بھارت پاکستان مل کر کوئی حل تلاش کر رہے ہیں۔اور حُریت وغیرہ جماعتوں کے لیڈر اس وقت دہلی میں ہیں۔یااللہ کشمیر کو شر اور اندھا دھند مسلمانوں کو قتل عام سے اب نجات دے۔

یکم جنوری بروز سوموار ۱۹۶۲ء:-آج صبح گیارہ بجے سرینگر سے روانہ ہو کر ایک بجے بانہال پہنچے اور رات بانہال اس لئے قیام کیا کہ ملٹری چک پوسٹ والوں نے بانہال سے آگے نہیں جانے دیا کیوں کہ رام سو بانہال سڑک درست ہو رہی ہے۔
مجبوراً رات یہاں ہی رُکنا پڑا آج عمر میں پہلی مرتبہ میں خود ڈرائیوری کرتا ہوا اپنی جیپ لیکر اور اپنے بچوں کو لیکر اس راستے سے آیا۔میرے ساتھ شرف الدین، اسماعیل، الطاف جی، اور الطاف کی ماں، نجمہ، آمینہ، زرینہ، شہناز اور مہر النساء عزیزی ہیں۔رات ڈاک بنگلہ کے روم نمبر ۲ میں رہے۔یہاں سخت ہوا چلی پانچ روپے کی لکڑی لے کر جلائی۔
۲۰/جون سوموار ۱۹۸۸ء:-آج گھر سے سرینگر آیا شام کو پھر واپس گیا آج مجھے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی جنرل سیکریٹری صاحبہ نے پردیش کانگریس کمیٹی کا نائب صدر مقرر کیا سبحان اللہ طوفان، طوفان میرے ہمراہ جناب اسیر صاحب تھے۔
آج گھر ہی رہا۔ جناب سیٹھی صاحب جج ہائی کورٹ معہ جناب کول

صاحب رجسٹرار جموں وکشمیر ہائی کورٹ اور اُن کی اہلیہ سمیت عمر میں پہلی بار تشریف لائے کھانا یہاں کھانے کے بعد گنگابل چلے گئے۔اُن کے یہاں آنے سے مجھے بڑی خوشی ہوئی۔سیٹھی صاحب کی اہلیہ محترمہ اور ایک بچی اور دو بچے بھی یہاں ہی ہیں۔سرفراز صاحب ساتھ گئے۔آج لیاقت جی بھی یہاں آئے۔چنو گھوڑا بہت اچھا چلتا ہے۔اُوڈر تک گئے سیر کیا میرے ہمراہ الطاف جی تھے۔

۲۹ رجولائی ۱۹۸۹ء:- آج پنجابی زبان میں باباجی صاحب لاروی سمینار شروع ہوا۔اس قسم کا پنجابی زبان میں یہ پہلا یہاں سمینار ہے۔اور حضور باباجی صاحب کی وفات کے بعد ۶۴ سال کو یہ سمینار ہوا۔سرفراز کے مکان میں سمینار کا انعقاد ہوا۔میں چنو گھوڑے پر پہلے صبح جیلانی صاحب کے ہاں گیا اس کے بعد یہاں آیا اگر چنواڑی نہ کرے تو بہت قیمتی گھوڑا ہے۔سرفراز صاحب کے گھر سے تین بجے اس سمینار میں آئے۔آج بعد دوپہر زبردست بارش ہوئی ہے۔الحمدللہ۔

۱۸-اگست ۱۹۸۹ء:- آج کنگن مرگنڈ کے میدان میں ایک بجے دن سیرت النبی ﷺ کانفرنس بعد نماز ظہر شروع ہوئی۔ریاست جموں وکشمیر کے کوئی لگ بھگ پچاس ہزار کے قریب مسلمان شامیانوں کے نیچے عشقِ نبوی ؐ میں سرشار جمع ہیں۔ڈاکٹر فاروق عبداللہ دیر سے آئے۔

جس قلم سے آج ڈائری ہذا (۱۷) اگست ۱۹۸۹ء سے لکھا ہے یہ قلم میرے محبّ فی سبیل اللہ جناب حاجی بھایا محمد حسین جو شاعر بھی ہے نے مکہ معظمہ سے ۲۷۰ ریال میں خرید کر ارسال کیا ہے۔

۳۰-مئی ۱۹۹۶ء:- آج صوبہ جموں کے پارلیمانی حلقہ انتخاب اُدھم پور جس میں کٹھوعہ ضلع اور دوڈہ ضلع شامل ہیں سرینگر، بڈگام ضلعوں کے ساتھ ساتھ پارلیمنٹ کے الیکشن ہوئے۔ملٹری زور زبردستی ڈرانے دھمکانے تشدد کرنے سے لوگوں نے ووٹ ڈالے۔اس قسم کا الیکشن آج تک دیکھا

بھی نہیں کسی تاریخ یا اخبار میں پڑھا بھی نہیں اور یہ آدھا فی صدی صحیح الیکشن نہیں۔ ڈاکٹر اقبال صاحب کنگن سے آئے تھے۔ غلام مریم جی کو بھی دیکھا۔

۶-نومبر ۱۹۹۶ء:- آج دن کے دو بج کر پچیس منٹ پر جناب محمد شفیع کھٹانہ فرزندِ جناب حاجی محمد اسرائیل کھٹانہ مرحوم وفات پا گئے۔ شفیع صاحب میرے بہنوئی تھے میری ہمشیرہ نذیرا جی اِن کی اہلیہ ہیں۔ شفیع صاحب کے فرزند ظفر جی میرے داماد ہیں۔ شفیع صاحب کی بیٹی شہناز اختر میرے فرزند میاں سرفراز صاحب کی بیوی ہیں۔ سات بجے شام حاجی جیلانی صاحب، جاوید صاحب جو شفیع صاحب کے بہنوئی ہیں۔ امجد جی شفیع صاحب کے فرزند اور اسلم صاحب کے داماد ہیں۔ شفیع صاحب کی دلی تمنا کے مطابق اُن کا جسد خاکی یہاں لائے اور زیارت باباجی صاحبؒ پر متصل خاص قبرستان میں مدفون ہو گئے۔ مرحوم کی عمر اِس وقت ۷۳/۷۲ سال غالباً ہے۔

۲۰/ماہ جنوری ۱۹۸۲ء:- آج بھی دہلی ہی رہا جناب راجیو گاندھی اور گیانی ذیل سنگھ صاحب وزیر داخلہ غلام نبی آزاد صاحب و راجیش پائلٹ صاحب سے ملا۔ سارے بڑے اخلاق سے ملے راجیو گاندھی صاحب کو خدا ہر قسم کی ترقی اور عمر دے۔

۲۷/مئی ۱۹۸۲ء:- آج صبح جہاز میں دہلی سے بمبئی گیا۔ جہاز نو بجے چلا اور ساڑھے گیارہ بجے پہنچا۔ ایک گھنٹہ لیٹ وہاں سے صدیق مسافر خانہ پہنچے۔ وہاں حج کمیٹی کی میٹنگ میں شمولیت کی شام ساڑھے آٹھ بجے کے جہاز سے واپس دہلی آیا۔ اور دس سوا دس بجے میں آسام ہاؤس پہنچا۔ واپس آتے ہوئے میرے ساتھ جناب سید شہاب الدین صاحب بھی تھے۔ آپ ایم۔پی بھی ہیں اور جنتا

پارٹی کے ساتھ ہیں۔اور حج کمیٹی کے ممبر بھی ہیں۔نہایت سنجیدہ اور سلجھے ہوئے انسان ہیں۔ڈاکٹر علوی صاحب کی بہت تعریف کرتے تھے۔کافی گرمی بڑھ رہی ہے۔

۲۸ر مئی ۱۹۸۲ء:- آج دہلی ہی رہا۔عالی جناب پرائم منسٹر صاحبہ کو اُن کے دفتر پر ملا کل پھر مِلنا ہے اس لئے آج سرینگر نہ جاسکا۔ایک بیٹری بیس روپیہ میں اور دو ناڑا پانے والی پلاسٹک کی سویاں لیں کوئی قابل تحریر کام نہیں ہوسکا۔پرائم منسٹر صاحبہ سے کہا کہ ''دفتر وغیرہ لگنا چاہیئے اور ساتھ ہی لکھ کر بھی دیا۔دو دن سے جناب جوشؔ ملیح آبادی کی کتاب ''یادوں کی برات'' زیر مطالعہ ہے۔دیوان سنگھ مفتون کی طرح آپ کی کتابیں بھی نا قابلِ فراموش ہیں۔

۲۰ر اپریل ۱۹۶۵ء:- آج صبح سرینگر سے رات واپس گھر آ گیا رُعب داعب رکھنے کے لئے سرفراز جی مطیع اللہ، گلہ وغیرہ کو ڈانٹ ڈپٹ اور تھپڑ گھوڑے کا بہانہ بنا کردہ رسید کئے۔اس سے گھریلو ماحول خراب ہوگیا بعد ازاں میں بھی پچھتایا۔آج گرینڈ ہوٹل پر اخبار ''خدمت'' پڑھ رہا تھا جس میں جناب اسلم صاحب کا ایم۔ایل۔اے بننے کا لِکھا ہوا پڑھا۔اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شُکر ہے۔ راقمؔ یاسین ہ قاضی حبیب الرحمان صاحب، نثار صاحب، محمد خان، اسماعیل اظہر نے مولانا سعید صاحب کے پاس جا کر ان کے والد صاحب کے حق میں دُعائے مغفرت کی ان کی ایک سو سال سے زیادہ عمر ہوکر پچھلے ہفتہ وصال ہوا ہے۔

۴ر نومبر ۱۹۶۵ء:- ڈائری ہذا کا روزنامچہ کیوں نہیں مرقوم ہوتا رہا۔حالات زمانہ سیاسی طور خراب ہیں۔مولانا سعید صاحب، مولانا فاورق صاحب، مولانا اسحاق صاحب، مفتی بشیر الدین صاحب مولانا محمد یاسین صاحب وغیرہ احباب مکرم قید کر لئے گئے۔موجودہ وزارت کشمیری مسلمانوں

کے لئے عظیم مصیبت گوجروں اور بکروالوں کے لئے شمشیرِ جلاد ثابت ہوئی۔روزنامچہ نہ نمبر رہا کیا لکھوں آج وانگت پل پر گیا اور کام دیکھا کام کی رفتار بالکل ڈھیلی پڑی ہوئی ہے۔لوہالوہار درست کررہا تھا۔اسمان ابرآلودہ ہے اور سردی کا سخت زور ہے۔بکروال لوگ صادق اور ڈی۔پی کی جان کو روتے ہونگے۔جن پر یہ ظلم کیا گیا ہے۔

سنیچر وار ۳ / جون ۱۹۹۵ء:- آج صبح سویرے گیسٹ ہاوس بادامی باغ آرمی ہسپتال پہنچا نو بجے کے قریب جناب غلام نبی آزاد، جناب مرزا عبدالرشید راجوری دہلی سے سرینگر آئے۔الطاف جی کو دیکھا اور بھی جموں سے بہت ٹیلی فون آئے۔دہلی سے اشوک صاحب بھی یہاں آگئے۔الطاف کو اپنے سپیشل جہاز سے آزاد صاحب دہلی لے گئے۔میں اِن کی محبت اور قدر کا ثمر اللہ سے مانگوں گا۔آج ہرجگہ سے یہاں آدمی پہنچے اس علاقہ کے مردوزن آئے ہرجگہ مذمت کی گئی یہاں آج بڑے مہمان ہیں

۹ / اگست ۱۹۹۵ء:- آج بھی دہلی ہی رہا۔آج جناب سید میر قاسم سابق وزیر اعلیٰ ریاست جموں وکشمیر کے پاس لودھی اسٹیٹ پانچ نمبر کوٹھی پر گیا۔قاسم صاحب اب بیمار ہیں ایک طرف کی ٹانگ اور بازو وغیرہ پر فالج گرا ہوا ہے۔بڑے خوبصورت اور خوب سیرت انسان تھے۔آج مینڈھر کے تین آدمی بیعت ہوئے۔

۱۴ / جون اتوار ۱۹۸۱ء:- آج صبح سے بریلی حضرت رضا خاںؒ کے مزار پاک پر حاضری دی اس کے بعد براستہ مراداآباد رات کوٹ دوار آیا۔نہایت خوبصورت جگہ ہے۔ہم فارسٹ ہاوس کے خوبصورت بنگلہ اور خوبصورت مقام پر ہیں۔میرے ساتھ مرزا عبدالرشید صاحب ہیں۔جناب مصطفیٰ صاحبؒ کے دیدار کیے آپ نہایت کمزور اور ضعیف العمر ہیں۔اور بہت صاحب عظمت ولی۔

یکم اکتوبر ۱۹۶۸ء: سرینگر سے ولیواڑ آئے اور گوجری پروگرام کے لئے ریڈیو پر افتتاح کے لئے ریکارڈنگ کی۔ پروگرام اب ریڈیو پر روزانہ نصف گھنٹہ نشر ہوا کرے گا۔

بانڈے صاحب تشریف لائے تھے۔ یاسین صاحب کا اچھا انتظام تھا۔ میں رات گھر آیا آج صبح ایک بجے کی خبروں میں مسٹر کار کا استعفیٰ کو منظور کر لینے کا سُنا گیا۔



دربار عالیہ باباجی صاحبؒ بابانگری (وانگت، کنگن)



45.km

سرینگر

60km

شوپیاں

ڈبجن

44km

رہ پیر پنجال

پشیانہ

ڈوگراں

43.km

چندی مڑھ

بفلیاز

53.km

راجوری

56.km

پونچھ

لارشریف براستہ مغل روڈ.......... 271 کلومیٹر



دربار عالیہ حضرت بابا جی صاحبؒ بابا نگری وانگت (گاندربل)

575.km

530.km

سرینگر

جموں

240.km

سندربنی

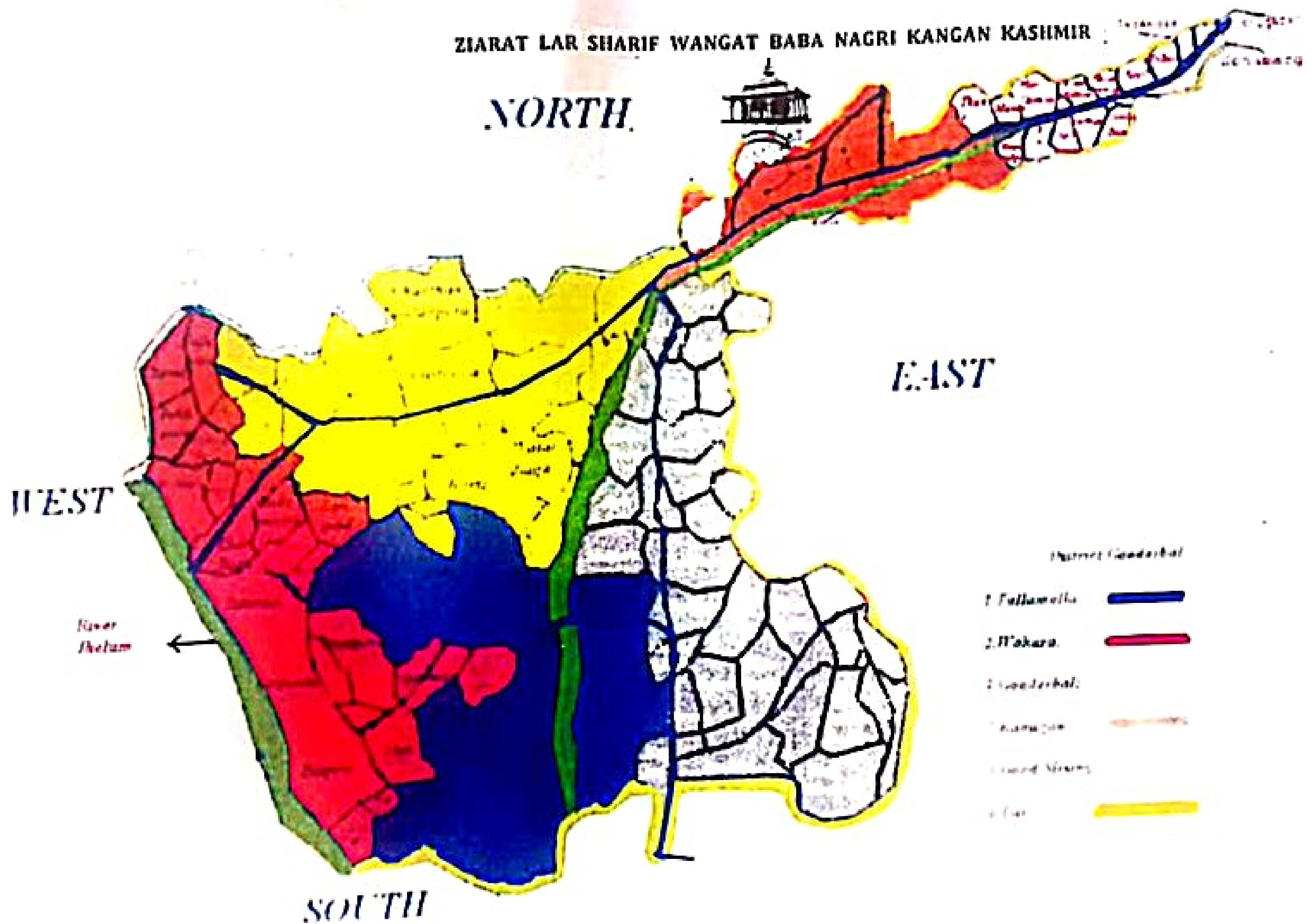
178.km

راجوری

89.km

پونچھ

پونچھ سے بابا نگری وانگت کنگن براستہ جموں



District Ganderbal Indicating Ziarat Lar Sharief

جناب میاں بشیر احمد اپنے فرزند اکبر میاں سرفراز احمد کے ساتھ



میاں بشیر احمد اور میاں الطاف احمد گھوڑوں پر سوار

دربار عالیہ حضرت باباجی صاحب لاردیؒ
بابا نگری وانگت کنگن، گاندربل کشمیر

متاعِ فقر و دانش

دیارِ باباجی صاحبؒ

(تاریخ کی روشنی میں)

